# اولاد کی تربیت کیسے کریں

مترجم
محمد عبد النصیر بن عبد البصیر العلوی

MAKTABA-E-REHMANIA
مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور
فون: 042-7224228-7221395

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# اولاد کی تربیت کیسے کریں

امام ابن قیم جوزی کی مایہ ناز کتب "تحفۃ المودود باحکام المولود"
کا اُردو ترجمہ جس میں تربیت اولاد سے متعلق اہم اُمور اور احکام مثلاً
عقیقے، ختنے اور نام رکھنے وغیرہ کا مفصل انداز میں احاطہ کیا گیا ہے۔ اپنی
افادیت کے پیش نظر یہ کتاب ہر گھر اور والدین کی ضرورت ہے

مترجم

محمد عبد النصیر بن عبد البصیر العلوی

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: ——— اولاد کی تربیت کیسے کریں

مترجم: ——— محمد عبد النصیر بن عبد البصیر العلوی

ناشر: ——— مکتبہ رحمانیہ

## استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لئے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔

(ادارہ)

Marfat.com

# فہرست موضوعات


| موضوع | صفحہ |
|---|---|
| ○ مقدمہ مصنفؒ | 8 |
| ○ تقریظ | 11 |
| ○ اولاد کی خواہش کرنا مستحب ہے | 13 |
| ○ تحقیقی بات | 13 |
| ○ حصول اولاد میں رغبت دلانے والی باتیں | 15 |
| ○ کثرت عیال پسندیدہ ہے | 17 |
| ○ لڑکیوں کو ناپسند کرنا مکروہ ہے | 21 |
| ○ مصنف کی رائے | 22 |
| ○ خواب کی تعبیر | 23 |
| ○ اقوالِ بزرگان | 26 |
| ○ جس کے ہاں بچے کی پیدائش ہوا سے مبارکباد دینا مستحب ہے | 27 |
| ○ خوشخبری دیجئے | 29 |
| ○ ثویبہ کا واقعہ | 29 |
| ○ دائیں کان میں اذان دینا اور بائیں میں اقامت کہنا مستحب ہے | 31 |
| ○ اذان دینے میں حکمت | 31 |
| ○ گھٹی دینا مستحب ہے | 32 |
| ○ عقیقہ اور اس کے احکام | 34 |
| ○ عقیقے کی مشروعیت | 36 |


Marfat.com

- عقیقے کو مکروہ سمجھنے والے کے دلائل ..... 36
- عقیقے کے مستحب ہونے کے دلائل ..... 37
- رھین کا معنی ..... 40
- کیا عقیقہ واجب ہے؟ ..... 40
- لفظ یدیٰ کی تحقیق ..... 41
- عقیقے کو مکروہ کہنے والوں کے دلائل کا جواب ..... 43
- لفظ عقیقہ کے اشتقاق کا بیان ..... 45
- کیا عقیقے کو عقیقہ کہنا مکروہ ہے؟ ..... 48
- عقیقے کی وجوبیت اور استحبابیت کے بارے اختلاف ..... 49
- کس وقت عقیقہ کرنا مستحب ہے؟ ..... 55
- قیمت صدقہ کرنے سے بہتر عقیقہ کرنا ہے ..... 57
- عقیقے میں مذکر اور مؤنث کے تفاضل کا بیان ..... 59
- عقیقے کی خاطر قرض لینا ..... 62
- گوشت کو پکا کر تقسیم کرنا چاہئے ..... 69
- ہڈیاں توڑنا مکروہ ہے ..... 70
- جانور کس عمر کا ہونا چاہئے؟ ..... 73
- عقیقے میں اشتراک جائز نہیں ..... 74
- کیا بکریوں کے علاوہ اونٹ اور گائے کو ذبح کرنا بھی درست ہے یا نہیں؟ 75
- عقیقے کے گوشت کے مصرف کا بیان ..... 76
- عقیقے اور قربانی کو اکٹھے کرنے کا حکم ..... 78
- کیا بلوغت کے بعد اپنا عقیقہ خود کرے گا ..... 80
- عقیقے کے جانور کی کھال وغیرہ کا حکم ..... 81


Marfat.com

○ ذبح کے وقت کیا کہا جائے؟ ..... 85

○ ساتویں دن کے ساتھ مخصوص ہونے کا بیان ..... 87

○ سر مونڈنا اور بالوں کے وزن کے بقدر صدقہ کرنا ..... 89

○ مسئلہ قزع ..... 90

○ نام رکھنے کے وقت اور احکام کا بیان ..... 92

○ نام رکھنے کا وقت ..... 92

○ کون سے نام پسندیدہ اور کون سے ناپسندیدہ ہیں ..... 100

○ مکروہ اور حرام نام ..... 101

○ سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور گھٹیا نام ..... 103

○ شیاطین کے نام پر نام رکھنا ..... 105

○ کفار کے نام پر نام رکھنے کا بیان ..... 106

○ فرشتوں کے نام پر نام رکھنا ..... 106

○ اسمائے حسنیٰ بطور نام رکھنا ..... 113

○ قرآن کی سورتوں کے ناموں پر نام رکھنا ..... 114

○ انبیاء کے ناموں پر نام رکھنا ..... 115

○ کسی مصلحت کی وجہ سے نام بدلنا ..... 117

○ نام رکھنے کا حق باپ کو ہے نہ کہ ماں کو ..... 121

○ نام' کنیت اور لقب کے درمیان فرق ..... 122

○ آپ ﷺ کے نام پر نام رکھنے کا بیان اور مفرد اور جملے کنیت رکھنے کا بیان اور اس میں وارد احادیث کا بیان ..... 123

○ ایک سے زائد نام رکھنا جائز ہے ..... 128

○ اسم اور مسمی کے درمیان تعلق کا بیان ..... 129


Marfat.com

○ قیامت کے دن مخلوق کو ان کے آباء کے نام سے پکارا جائے گا نہ کہ امہات کے نام سے ..... 131

○ ختنے کے احکام ..... 133

○ ختان کا معنیٰ' اس کا اشتقاق اور مسمی ..... 134

○ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد دیگر انبیاء کے ختنوں کا بیان .... 135

○ ختنوں کی مشروعیت کا بیان ..... 141

○ ختنے واجب ہیں یا مستحب؟ ..... 143

○ وجوب کا سقوط اور مسنون ہونے کا ثبوت ..... 147

○ جو مسنون کہتے ہیں ان کا رد ..... 155

وجوبیت کا وقت کون سا ہے؟ ..... 159

○ کیا ساتویں دن ختنے کرنا مکروہ ہے؟ ..... 161

○ کھال کا کتنا حصہ کاٹا جائے ..... 169

○ اس بات کا بیان کہ ختنوں کا حکم مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے ... 171

○ ختنے کرنے والے سے اگر غلطی ہو جائے تو ....؟..... 173

○ غیر مختون کی طہارت' نماز' امامت' شہادت وغیرہ کے احکام ..... 174

○ وہ چیزیں جو اسے ساقط کر دیتی ہیں ..... 176

○ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے تھے؟ ..... 179

○ کیا حکمت ہے کہ قیامت کے دن لوگ غیر مختون اٹھیں گے؟ ..... 183

○ لڑکے یا لڑکی کے کان چھیدنا ..... 185

○ بچے اور بچی کے پیشاب کا حکم ..... 188

○ بچے کے لعاب کا حکم ..... 192

○ بچوں کو بوسہ دینا مستحب ہے ..... 195


Marfat.com

- اولاد کی تربیت و تعلیم واجب ہے اور ان کے درمیان عدل کرنا بھی واجب ہے ..... 196
- اولاد کو جب کچھ دیں تو ان کے درمیان انصاف کریں ..... 198
- تربیت اولاد کے بارے میں مفید مشورے ..... 201
- بنو آدم ۔۔۔ ابتداء سے منزل مقصود تک ..... 214
- ہڈیوں کی بڑھوتری ..... 220
- حمل کا زمانہ کس قدر ہے؟ ..... 228
- حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟ ..... 231
- بصارت' سماعت کب عطاء ہوتی ہے؟ ..... 236
- نصف سال کی تکمیل تک کے جنین کے احوال ..... 236
- بچہ کس کے مشابہ ہوگا؟ ..... 237
- بچے کی خوبصورتی اور بدصورتی ..... 244
- رحم میں جنین کے وجود کی کیفیت اور نکلنے کی کیفیت ..... 246
- آٹھ ماہ میں پیدا ہونے والا بچہ ..... 247
- ولادت کے وقت بچے کا رونا ..... 248
- بچے رحم میں زیادہ طاقتور ہوتے ہیں ..... 248
- ولادت کے بعد کے مراحل ..... 250
- جب بچہ دس سال کا ہو جائے ..... 256
- دس سال کے بعد بچپن سے جوانی تک کا سفر ..... 259
- بلوغت کا یقین ..... 260
- بچپن سے لے کر موت تک کے مراحلِ زندگی ..... 261
- موت کی طرف سفر ..... 262


Marfat.com

# مقدمہ مصنفؒ

الحمدلله العلي العظيم ، الحليم الكريم ، الغفور الرحيم ، الحمدللّٰه رب العلمين ، الرحمن الرحيم ، مالك يوم الدين ، الذي خلق الإنسان من سلالة من طين ، ثم جعله نطفة في قرار مكين ، ثم خلق النطفة علقة للناظرين ، ثم خلق العلقة مضغة ، ثم خلق المضغة عظامًا مختلفة المقادير والأشكال والمنافع أساسًا يقوم عليه هذا البناء المتين ، فتبارك اللّٰه احسن الخالقين ، فسبحان من شملت قدرته كل مقدور، و جرت مشيئة في خلقه بتصاريف الأمور ، و تفرّد بملك السموات والارض ، يخلق ما يشاء ، ﴿ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاءُ اِنَاثًا وَّ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴾ و تبارك العلي العظيم الحليم الكريم السميع العليم ﴿ هُوَ الَّذِىْ يُصَوِّرُكُمْ فِى الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

و اشهد ان لا اله الا اللّٰه وحده لاشريك له ، الٰهًا جلّ عن المثيل والنظير ، و تعالى عن الشريك و الظهير ، و تقدّس عن الوزير والمشير ، ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ ، و اشهد ان سيدنا محمدًا عبده و رسوله ، و خَيْرته من خلقه ، وأمينه على وحيه وحجته على عباده ، ارسله رحمةً للعالمين و قدوةً للعاملين و مَحَجَّةً للسالكين وحجّة على العباد اجمعين ، فهدى به من الضلالة ، و علم به من الجهالة ، و كثربه بعد القلة ، و أعز به بعد الذلة ، و أغنى به بعد العلية ، وفتح برسالته اعينًا عميًا و آذانًا صمًّا و قلوبًا غلفًا ، فبلّغ الرسالة و ادّى الأمانة ، و نصح الأمة ، حتى

Marfat.com

وضحت شرائع الأحكام ، و ظهرت شرائع الإسلام ، و عزّ حزب الرّحمن، و ذل حزب الشيطان ، فاشرق وجه الدهر حسناً ، و أصبح الظّلام ضياء واهتدى به كل حيران ، فصلى اللّٰه و ملائكته و انبياؤه و رسله و عباده المؤمنون عليه ، كما وحّد اللّٰه عرّف به و دعا اليه ، و عليه السلام و رحمة اللّٰه و بركاته.

**حمد وصلاۃ کے بعد!** اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدائش سے لے کر دارِ آخرت اور پھر ہمیشگی کے ٹھکانے تک مختلف احکام کا مکلف بنایا ہے' اس سے قبل وہ تین تاریکیوں میں تھا' اس کے تقدیری احکام اس پر جاری وساری تھے' جب وہ اپنی ماں سے جدا ہوا تو اس پر امری احکام لاگو ہو گئے۔ ان احکام کا تعلق والدین یا ان کے ساتھ ہے جو ان کے قائم مقام ہو کر بچے کی تربیت کر رہے ہوں۔ جب تک بچہ ان کی کفالت میں ہو' اللہ کی طرف سے بہت سے احکام کا انھیں مکلف بنایا گیا ہے۔ ان احکام کا مطالبہ بچے سے نہیں' ہاں جب وہ بالغ ہو جاتا ہے تو پھر احکام اس سے متعلق ہو جاتے ہیں اور وہ ان احکام کا مکلف بنا دیا جاتا ہے۔ پھر اس پر اہل کفر یا اہل اسلام کے احکام کا اطلاق ہوتا ہے اور وہ نیک بختوں اور بدبختوں کی منزلوں میں سے کسی ایک کا راہی بنتا ہے۔ دن' رات کے مراحل سمٹ کر اسے اس کے ٹھکانے تک پہنچا دیتے ہیں۔ کسی ایک مرحلے کو اس کے لئے آسان کر دیا جاتا ہے اور وہ اس کے مطابق ہی اعمال کرتا ہے۔ جب یہ سفر اختتام پذیر ہوتا ہے تو وہ اپنے اس مسکن میں قیام پذیر ہو جاتا ہے جو اس کے وجود سے پہلے ہی اس کے لئے تعمیر کر دیا گیا تھا۔ یا تو بدبختی کا ٹھکانہ یا نیک بختی کا' یہاں پہنچ کر وہ اپنا سامان سفر کندھے سے اتارتا ہے اور وہیں کا باسی ہو جاتا ہے۔ یا دارِ عدل اس کا ٹھکانہ ہوتا ہے یا دار سعادۃ۔

اس کتاب میں ہم نے ان احکام کا ذکر کیا ہے جن کا تعلق بچے کی پیدائش سے لے کر اس کے بچپن تک ہے۔ یعنی عقیقہ' سر مونڈنا' نام رکھنا' ختنے کرنا' اس کے

Marfat.com

پیشاب کا حکم' کان چھیدنا' تربیت کے احکام' اس کی زندگی کے مراحل' تو یہ ایک عمدہ کتاب تیار ہوگئی' اس میں جو فوائد ہیں شاید وہ آپ کو کہیں اور نہ ملیں' خواہ وہ تفسیری نکات ہوں یا احادیث کی عمدہ تشریحات ہوں کہ جنہیں جاننا ضروری ہے' چاہے ایسے فقہی مسائل ہوں کہ جنہیں جانے بغیر کامیابی ممکن نہیں' یا ایسے حکیمانہ فوائد ہوں کہ جنہیں جاننا بہت ہی ضروری ہے۔

یہ کتاب پڑھنے والے کے لئے دلچسپ' دیکھنے والے کے لئے خوش کن ہے۔ معاش اور معاد دونوں کے لئے مفید ہے۔ ہر صاحب اولاد کو اس کی ضرورت ہے۔ اللہ ہی سے میں راہِ راست کا طلبگار ہوں اور اسی سے توفیق کی دعا کرتا ہوں کیونکہ وہ ذات بڑی مہربان اور سخی ہے۔

اس کتاب کا نام میں نے ''تحفۃ المودود بأحکام المولود'' رکھا ہے۔ اس میں سترہ باب ہیں۔

Marfat.com

# تقریظ

حضرت اقدس مولانا الحافظ فضل الرحیم صاحب' دامت برکاتہم العالیہ
شیخ الحدیث وناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ۔ لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

**الحمد للّٰہ وحدہ ، والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ**

**امابعد !**

زیرنظر رسالہ ''اولاد کی تربیت اور اس کے احکام'' کی مکمل فہرست کا مطالعہ کیا اور مختلف مقامات کو بغور پڑھا۔ مطالعہ کر کے بڑی خوشی ہوئی۔ الحمدللہ! ترجمے میں الفاظ اور عبارات کی جو سلاست اور شائستگی دیکھنے میں آئی اس سے مزید خوشی ہوئی۔ دل سے دعا نکلی کہ اللہ جل شانہٗ اس کتاب کے مصنف' مترجم اور ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میرے دل میں کچھ عرصے سے بار بار یہ تقاضا پیدا ہو رہا تھا کہ اولاد کی تربیت' اس کے مسائل اور اس کے احکامات سے اکثر گھرانے ناواقف ہیں' چنانچہ.....بحمداللہ وفضلہ.....اس کتاب نے میری اس سوچ کی تعبیر دکھا دی ہے۔

آج مورخہ ۲۳ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ چند علماء کے مجمع میں اس کی قبولیت کے لئے دل سے دعا جاری ہوئی' دلی دعا ہے کہ اللہ جل شانہ اس کو شرف قبولیت عطا

Marfat.com

فرمائیں۔

دل چاہتا ہے کہ یہ کتاب گھر گھر میں پڑھی جائے اور اس سے استفادہ کیا جائے۔ میں عزیزم حافظ محمد عبدالنصیر بن عبدالبصیر العلوی سلمہ کو اس ترجمے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ احقر کے حسن خاتمہ و عافیت دارین کے لئے دعا فرما کر احسان فرمائیں۔

فجزاکم اللّٰہ احسن الجزاء

حضرت مولانا الحافظ **فضل الرحیم** صاحب دامت برکاتھم العالیہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# اولاد کی خواہش کرنا مستحب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۸۷)

''سو اب ان سے ملو ملاؤ اور جو (قانون اجازت) اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیئے تجویز کر دیا ہے (بلا تکلف) اس کا سامان کرو۔''

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اولاد ہے:

اور یہی قول ہے حکم، عکرمہ، حسن بصری، سدی اور ضحاک کا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ اس سے مراد اولاد ہے۔

ابن زید فرماتے ہیں کہ جماع مراد ہے۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم اس رخصت کو تلاش کرو جسے اللہ نے تمھارے لیئے لکھ دیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ اس سے مراد شب قدر ہے۔

تحقیقی بات:

یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو رمضان کی راتوں میں طلوع فجر تک جماع کی اجازت دی جبکہ جماع کرنے والے پر غلبہ شہوت اور اپنی خواہش پوری کرنے کا خیال ہوتا ہے اور غیر کا خیال بھی اس کے دل میں نہیں آتا۔ تو اللہ نے مسلمانوں کی رہنمائی اس بات کی طرف کی کہ وہ اس لذت کے حصول میں رب کی رضا کے طلبگار بھی بنیں۔ محض شہوت کی خاطر ہی جماع نہ کریں بلکہ اللہ سے اجر کے طلبگار بھی بنیں۔

Marfat.com

جو بچہ ان کے صلب سے نکلے وہ اللہ کی عبادت کرے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔اور اللہ نے انہیں جو رخصت دی ہے اس کی رخصت کو قبول کر کے اس کی محبت کے طلبگار بنیں۔ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ کوئی ان کی نافرمانی کرے اسی طرح اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ کوئی ان کی رخصت کو قبول کرے اور جو کچھ ان کے لیئے شب قدر میں اجر لکھا ہے اس کے طلبگار بننے کا بھی حکم ہے۔

لیکن یہ سوال ہو سکتا ہے کہ اس کا مباشرت کے مباح ہونے کے ساتھ کیا تعلق تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں اس بات کی طرف رہنمائی ہے کہ اللہ نے ان کے لیئے جو مباشرت حلال کی ہے وہ کہیں انہیں اس رات کو طلب کرنے سے غافل نہ کر دے وہ رات جو کہ ہزار راتوں سے بہتر ہے۔ گویا کہ ارشاد باری تعالیٰ کا مفہوم یوں ہے کہ تم رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے اپنی خواہش کو پورا کرو اور یہ کہیں تمہیں اس انعام سے محروم نہ کر دے جو اللہ نے اس رات میں تمہارے لیئے لکھ رکھا ہے۔ واللہ اعلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نکاح کرنے کا حکم فرماتے تھے اور نکاح نہ کرنے سے سختی سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے۔ تم خوب محبت کرنے والی اور خوب بچے جننے والی عورت سے شادی کرو۔ کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن دیگر انبیاء پر فخر کروں گا۔

(ابوداؤد حدیث نمبر ۲۰۵۰' نسائی۔ حدیث نمبر ۳۲۲۷)

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ ایک عورت کو میں نے دیکھا ہے جو بڑی خوبصورت ہے لیکن بچے نہیں جنتی تو کیا میں اس سے شادی کر لوں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ پھر دوبارہ وہی شخص آیا آپؐ نے دوبارہ روکا۔ پھر سہ بارہ آیا آپؐ نے سہ بارہ روکا۔ اور

Marfat.com

فرمایا: تم خوب محبت کرنے والی اور خوب بچے جننے والی عورت سے شادی کرو کیونکہ میں تمھاری کثرت پر فخر کروں گا۔ (ابوداؤد۔ حدیث نمبر ۲۰۵۰۔ نسائی۔ حدیث نمبر ۳۲۲۷)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ارشاد نبویؐ ہے تم ایسی عورتوں سے شادی کرو جو شریف بچے جننے والی ہوں۔ کیونکہ میں قیامت کے دن تمھاری کثرت پر فخر کروں گا۔ (رواہ الامام احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکاح میری سنت ہے اور جس نے میری سنت پر عمل نہ کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ تم شادی کرو کیونکہ میں تمھاری کثرت کی وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔

(کشف الخفا (۲/۳۲۴) حدیث نمبر ۲۸۳۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندے کا درجہ بلند کیا جاتا ہے تو وہ پوچھتا ہے: اے اللہ! میرا درجہ کیسے بلند ہوگیا؟ تو ارشاد ہوتا ہے کہ تیرے بعد تیرے بچے کے تیرے لیئے استغفار کی وجہ سے۔

## حصولِ اولاد میں رغبت دلانے والی باتیں

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ حضرت ابوحسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دو بچے فوت ہو گئے تو میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی حدیث سنی ہے کہ جسے آپ ہمیں سنائیں اور ہمارے مردوں کے بارے ہمیں خوش کر دیں۔ فرمانے لگے ہاں: چھوٹے بچے جنت کے کیڑے ہیں۔ جب وہ اپنے والدین سے ملتے ہیں تو اس کے کپڑے کے کنارے یا ہاتھ کو یوں پکڑ لیتے ہیں جیسے میں تیرے کپڑے کے کنارے کو پکڑتا ہوں۔ اور جب تک اللہ اسے اور اس کے والدین کو جنت میں داخل نہیں کر دیتے وہ اسے نہیں چھوڑتا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

Marfat.com

اپنے بچے کے ساتھ حاضر ہوا کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا: کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ تو وہ کہنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ آپؐ سے محبت کرے جس طرح میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ پھر آپؐ نے اس بچے کو جب نہ پایا تو پوچھا: فلاں کا بیٹا کہا گیا؟ بتایا گیا: اے اللہ کے رسولؐ! وہ تو مر گیا۔ تو آپؐ نے اس کے والد سے کہا: کیا تو چاہتا ہے کہ تو جنت کے جس دروازے پر بھی جائے تو تو اسے اس پر اپنا منتظر پائے؟ اس شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ اسی کے ساتھ خاص ہے یا ہم میں سے ہر ایک کے لیئے؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں بلکہ تم سب کے لیئے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ میری امت میں سے جس شخص کے دو فرط ہوں (یعنی ایسے دو بچے کہ جو بچپن میں فوت ہو جائیں گویا وہ اجر ہیں کہ جسے آگے بھیجا گیا) تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (بخاری حدیث نمبر ۷۳۱۰۔ مسلم حدیث نمبر ۲۶۳۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! جس کا ایک فرط ہو تو؟ فرمایا: جس کا ایک فرط ہو وہ بھی (جنت میں داخل ہوگا) اے توفیق دی ہوئی! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید پوچھا! کہ آپ ﷺ کی امت میں سے جس کا کوئی فرط نہ ہو تو پھر؟ فرمایا: میں اپنی امت کا فرط ہوں وہ میرا مثل نہیں پا سکتے۔

صحیحین میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپؐ نے عورتوں سے ارشاد فرمایا: تم میں سے جس عورت کے بھی تین بچے مر جائیں وہ اس کے لیئے جہنم سے رکاوٹ ہوں گے۔ ایک عورت نے پوچھا اور جس کے دو ہوں فرمایا دو بھی۔

(بخاری حدیث نمبر ۷۳۱۰۔ مسلم حدیث نمبر ۲۶۳۳)

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی اسی کے مثل ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ اور ابو برزہ اسلمی نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے۔

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ

Marfat.com

جس مسلمان کے تین نابالغ بچے مر جائیں پھر وہ جہنم میں جائے تو یہ محض قسم پورا کرنے کے لیئے ہوگا۔ (قسم سے مراد سورۂ مریم کی آیت ۷۱ ہے۔ وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا.....)

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے تین نابالغ بچے فوت ہو جائیں اللہ تعالیٰ اسے ان پر رحمت کی وجہ سے جنت میں داخل کریں گے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے کہ ایک عورت اپنا بچہ لائی اور کہنے لگی: اے اللہ کے نبیؐ! اس کے لیئے دعا کیجیئے! میں تین بچے دفن کر چکی ہوں۔ آپؐ نے پوچھا! کیا تین بچے دفن کیئے ہیں؟ کہنے لگی: جی ہاں۔ فرمایا: پھر تو تو جہنم سے بہت بچ گئی۔

بچہ اگر والدین سے پہلے مر جائے پھر بھی انہیں نفع پہنچاتا ہے اور اگر بعد میں مر جائے پھر بھی نفع پہنچاتا ہے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کا عمل بھی ختم ہو جاتا ہے سوائے تین کے۔

① صدقہ جاریہ۔
② وہ علم جس سے نفع اٹھایا جائے۔
③ نیک اولاد جو اس کے لیئے دعا کرے۔ (مسلم حدیث نمبر ۱۶۳۱)

# کثرت عیال پسندیدہ ہے

اگر یہ پوچھا جائے کہ اس ارشاد باری تعالیٰ کا کیا مطلب ہے:

﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا ﴾ (سورة النساء: ۳)

''اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر بس کرو

Marfat.com

یا جولونڈی تمھاری ملک میں ہو وہی سہی۔ اس امر مذکور میں زیادتی نہ ہونے کی توقع قریب تر ہے۔''

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ کثرت عیال نہ کرو تو معلوم ہوا کہ قلت عیال اولیٰ ہے۔

بعض کا کہنا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی کہا تھا۔ اور یہ قول جمہور مفسرین کے خلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس میں اس بات کی توقع قریب تر ہے کہ ظلم نہ ہوگا۔ کیونکہ محاورہ عرب میں ہے کہ: عَالَ الرَّجل یعول: ظلم و نا انصافی کرنا۔

اسی سے مشتق ہے عول الفرائض کیونکہ اس میں حصوں کی زیادتی ہوتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے عال یعیل عیلة۔ محتاج ہونا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اِنْ شَاءَ ﴾ (سورۃ توبہ:۲۸)

''اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہے تو (خدا پر توکل رکھو) اللہ تم کو اپنے فضل سے اگر چاہے گا محتاج نہ رکھے گا۔''

قول شاعر ہے:

و ما یدری الفقیر متی غناہ  و ما یدری الغنی متی یعیل

ترجمہ: نادار کو کیا معلوم کہ وہ کب مالدار ہو جائے اور مالدار کو کیا معلوم کہ وہ کب فقیر ومحتاج بن جائے۔

باقی کثرت عیال کا تعلق نہ تو پہلے سے ہے اور نہ دوسرے سے وہ تو اَفْعَل سے ہے۔ اَعَالَ الرَّجل' یُعِیْل: کثیر العیال ہونا۔

جیسے: اَلْبَنَ اور اَتْمَرَ۔ دودھ اور کھجور والا ہونا۔ یہ قول اہل لغت کا ہے۔

واحدی اپنی کتاب ''البسیط فی تفسیر القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ تَعُوْلُوْا کا مطلب ہے کہ تم ظلم کرو ظلم۔ یہ تمام اہل تفسیر اور اہل لغت کے ہاں مسلم ہے

Marfat.com

اور یہ مرفوعاً مروی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ اَنْ لَّا تَعُوْلُوْا کا مطلب ہے کہ تم ظلم نہ کرو۔ یہی قول ہے ابن عباسؓ، حسن، قتادہ، ربیع، سدی، ابن مالک، عکرمہ، فراء، زجاج، ابن قتیبہ اور ابن انباری کا۔

مصنف فرماتے ہیں کہ آیت بھی اسی معنی پر دلالت کرتی ہے۔ اگرچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا ہے یہ اس میں ایک لغت ہے جسے فراء نے امام کسائی سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کچھ صحابہ یوں فرماتے ہیں عــال یـعـول یعنی کثیر العیال ہونا۔ امام کسائی فرماتے ہیں یہ فصیح لغت ہے جسے میں نے اہل عرب سے سنا ہے۔ لیکن پہلا معنی چند وجوہ کی بناء پر متعین ہے:

① یہی معروف لغت ہے۔ اس کے علاوہ معروف نہیں' اور عــالَ یـعـول بمعنی کثیر العیال ہونا معروف نہیں۔ سوائے امام کسائی کی روایت کے۔ سب اہل لغت کا قول ان کے قول کے مخالف ہے۔

② یہی معنی نبی کریم ﷺ سے بھی مروی ہے اگرچہ غریب حدیث ہے لیکن اس کے ذریعے ترجیح تو دی جاسکتی ہے۔

③ یہی معنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور مفسرین میں سے کسی ایک کا اختلاف بھی ثابت نہیں۔ حاکم ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک صحابی کی تفسیر مرفوع روایت کے حکم میں ہے۔

④ جو دلائل ہم نے زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کرنے کے مستحب ہونے کے بیان میں ذکر کیئے ہیں اور جو احادیث ہم نے نقل کی ہیں کہ آپ قیامت کے دن اپنی امت کی کثرت پر فخر کریں گے یہ سب اس تفسیر کا رد کرتے ہیں۔

⑤ آیت کا سیاق یہ بتاتا ہے کہ انہیں جس چیز میں ظلم کا اندیشہ ہے اس سے انہیں

Marfat.com

غیر کی طرف منتقل کیا گیا ہے۔ کیونکہ آیت کے شروع میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ﴾ (سورۃ النساء: ۳)

''اگر تم کو اس بات کا احتمال ہو کہ تم یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔''

تو اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اس چیز کی طرف کی ہے جس سے وہ یتامیٰ پر ظلم کرنے سے بچ سکتے ہیں۔ اور وہ چیز انہیں جو بالغ عورتیں اچھی لگیں ان سے نکاح کرنا ہے اور اسے اللہ نے ان کے لیئے حلال کیا ہے۔

پھر اللہ نے ان کی رہنمائی اس چیز کی طرف کی ہے کہ جس کے ذریعے وہ ان کے درمیان برابری نہ کرنے کی وجہ سے ظلم سے بچ سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ ﴾

''پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ رکھو گے تو پھر ایک ہی بی بی پر بس کرو یا جو لونڈی تمھاری ملک میں ہو وہی سہی۔'' (سورۃ النساء: ۳)

پھر اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ایک بیوی یا لونڈی میں ظلم و زیادتی کی توقع نہ ہونا قریب تر ہے تو اس سے مقصود بالکل واضح ہو گیا۔

⑥ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا کا تعلق چوتھی کے ساتھ نہیں۔ کہ تم ایک سے نکاح کر لو یا جس لونڈی پر تم خوش ہو کہ یہ کثرت عیال کی توقع کے قریب تر ہے۔ بلکہ یہ تو پہلے سے بالکل اجنبی ہے۔ ذرا غور تو کیجئے!

⑦ یہ بات ممتنع ہے کہ یوں کہا جائے۔ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم چار میں انصاف نہیں کر سکتے تو تم کو اس بات کا اختیار ہے کہ تم سو یا اس سے زائد لونڈیوں کو ہم خوابی کے لیئے مقرر کر لو۔ کیونکہ اس میں کثرت عیال کی توقع نہ ہونا قریب تر ہے۔

Marfat.com

⑧ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ذٰلِكَ اَدْنٰى اَلَّا تَعُوْلُوْا سابقہ دونوں حکموں کے لیئے علت ہے اور وہ دونوں حکم یہ ہیں۔

۱۔ انہیں یتامیٰ کے نکاح سے بالغ عورتوں کے نکاح کی طرف منتقل کرنا۔

۲۔ اور چار کے نکاح سے ایک یا لونڈی کی طرف منتقل کرنا۔ اور اسے قلت عیال کے ساتھ متعلق کرنا مناسب نہیں۔

⑨ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا اور یہ نہ کہا کہ اگر تمہیں فقیر اور محتاج ہونے کا اندیشہ ہو تو۔ اگر قلت عیال مراد ہوتا تو یوں کہنا بہتر تھا۔

⑩ اللہ تعالیٰ جب ایسا حکم بیان کریں کہ جس سے روکا گیا ہے اور نہی کی علت بھی بیان کریں یا کسی چیز کی اباحت کو بیان کریں اور عدم اباحت کو علت کے ساتھ بیان کریں تو ضروری ہے کہ علت اس حکم کی ضد کے خلاف ہو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے یتامیٰ کے علاوہ سے نکاح کے مباح ہونے اور ایک یا لونڈی پر اکتفاء کرنے کی علت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس میں عدم ظلم کی توقع زیادہ ہے۔ اور یہ بات تو معلوم ہی ہے' کثرت عیال عدم حکم معلل کی ضد نہیں تو پھر اس کو علت بنانا درست نہ ہوا۔

## لڑکیوں کو ناپسند کرنا مکروہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴾ (سورۃ الشوریٰ: ۴۹۔۵۰)

''اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے' جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا

Marfat.com

ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے زوجین کی حالت کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں کہ جن پر وجود مشتمل ہے اور بتایا کہ ان دونوں کے مقدر میں جو اولاد رکھ دی ہے درحقیقت وہ اللہ نے انہیں عطا کی ہے۔ اور بندے کی ناراضگی اسی قدر کافی ہے کہ وہ اللہ کی عطا کردہ چیز کو ناپسند کرے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے لڑکیوں کا ذکر فرمایا:

بعض کا کہنا ہے کہ ان کی تلافی کرتے ہوئے کیونکہ والدین ان دونوں کی جگہ کا استقبال کرتے ہیں۔ جبکہ کچھ کا کہنا ہے۔ اور یہ قول پہلے سے بہتر ہے..... کہ انہیں اس وجہ سے مقدم کیا کیونکہ سیاق کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے کر گزرتا ہے نہ کہ وہ کرتا ہے جو والدین چاہیں اور والدین کی خواہش چونکہ عام طور پر لڑکوں کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ وہ جو چاہے پیدا کرے۔ تو گویا اس صنف سے ابتداء کی جو اس کی چاہت ہے نہ کہ والدین کی۔

مصنف کی رائے:

مصنف فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کی ایک اور وجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لڑکیوں کو مقدم کیا کیونکہ جاہلیت کے زمانے میں لوگ نہ صرف انہیں مؤخر کیا کرتے بلکہ انہیں زندہ درگور کرتے تھے۔ یعنی یہ بتلا دیا کہ جو صنف تمہارے نزدیک حقیر ہے وہ میرے نزدیک ذکر کرنے میں بھی مقدم ہے۔

غور کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اناث کے لفظ کو نکرہ اور ذکور کے لفظ کو معرفہ لائے ہیں۔ تو گویا انوث کے نقص کو مقدم کر کے اور تاخیر کے نقص کو معرفہ بنا کر تلافی کی۔ کیونکہ معرفہ بنانے سے نقص دور ہو جائے گا۔

گویا یوں فرمایا جسے چاہے ایسے نامور بہادر عطا کرے جو تمہارے لیے

Marfat.com

باعث عیب نہیں۔ پھر جب دونوں صنفوں کو اکٹھے بیان فرمایا تو ذکور کو مقدم کیا تا کہ ہر ایک کو اس کا تقدیم وتاخیر کا حق مل جائے۔ واللہ اعلم بما اراد من ذلك۔

مقصود یہ ہے کہ لڑکیوں کو ناپسند کرنا جاہلیت کے اخلاق میں سے ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے یوں مذمت بیان فرمائی ہے:

﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ۚ يَتَوٰرٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴾ (سورۃ النحل ۵۸۔۵۹)

''اور جب ان میں سے کسی کو عورت (یعنی بیٹی) کی خبر دی جائے تو سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے جس چیز کی اس کو خبر دی گئی ہے اس کی عار سے لوگوں سے چھپا چھپا پھرے کہ آیا اس کو ذلت پر لیئے رہے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے خوب سن لو ان کی یہ تجویز بہت ہی بری ہے۔''

یک اور جگہ فرمایا:

﴿ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ كَظِيْمٌ ﴾ (سورۃ الزخرف : ۱۷)

''حالانکہ جب ان میں سے کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو اللہ رحمٰن کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے (مراد بیٹی ہے) تو (اس قدر ناراض ہو کہ) سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور دل ہی دل میں گھٹتا رہے۔''

<u>خواب کی تعبیر:</u>

اس سے کسی نے یوں تعبیر نکالی کہ جسے کسی شخص نے کہا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میرا چہرہ سیاہ ہے تو اس نے اس سے پوچھا کہ کیا تیری بیوی حاملہ ہے؟ اس

Marfat.com

نے کہا ہاں تو اس نے کہا' تیرے ہاں لڑکی پیدا ہوگی۔''

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اپنی دو لڑکیوں کی بالغ ہونے تک کفالت کی تو وہ اور میں قیامت کے دن یوں آئیں گے اور اپنی دونوں انگلیوں کو ملایا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کے ہمراہ مانگتی ہوئی آئی۔ میرے پاس سوائے ایک کھجور کے اس نے کچھ نہ پایا۔ میں نے اسے وہ دے دی۔ اس نے اسے لیا اور اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا۔ اور خود کچھ نہ کھایا۔ پھر وہ اور اس کی بیٹیاں چلی گئیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: جس کسی کو کوئی لڑکی دی گئی پھر اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو وہ اس کے لیئے جہنم کی آگ سے آڑ ہوں گی۔ (کشف الخفاء: حدیث نمبر ۲۴۱۳)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی کے ہاں تین بیٹیاں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں وہ ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو اللہ اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا۔

حمیدی نے حضرت ابوسعید سے یوں روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس کسی کے ہاں تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور صبر کرے اور ان کے معاملے میں اللہ سے ڈرے تو اللہ اسے ضرور جنت میں داخل کرے گا۔'' (کشف الخفاء حدیث نمبر ۲۵۸۴)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس کسی کے ہاں تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی سختی پر صبر کرے اور حسن تربیت پر کرے تو اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔'' (کشف الخفاء حدیث نمبر ۲۵۸۴)

Marfat.com

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جس کے ہاں دو ہوں؟ فرمایا: دو بھی۔ پھر کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! جس کے ہاں ایک ہو تو؟ فرمایا: ایک بھی۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس کسی کے ہاں تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان پر خرچ کرے حتی کہ وہ وفات پا جائیں تو وہ اس کے لیئے جہنم کی آگ سے آڑ ہوں گی۔''

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس مؤمن بندے کے ہاں تین بیٹیاں ہوں اور وہ ان کے مرنے تک ان پر خرچ کرے تو وہ اس کے لیئے جہنم کی آگ سے آڑ ہوں گی۔ تو ایک عورت کہنے لگی: اے اللہ کے رسول ﷺ! اور جس کے ہاں دو بیٹیاں ہوں؟ آپؐ نے فرمایا: دو بھی۔

حضرت عوف بن مالک ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں اور پچکے گالوں والی عورت (جو اپنی اولاد کی تربیت میں تھک کر چور ہو جائے) جنت میں ان دو کی طرح ہوں گے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو کوئی مسلمان جس کے ہاں دو بیٹیاں ہوں وہ ان کے ساتھ جب تک وہ اس کے ساتھ رہیں' اچھا سلوک کرے تو وہ اس کے جنت میں داخل کا ذریعہ ہوں گی۔''

ابن منکدر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس کسی کے ہاں تین بیٹیاں ہوں یا تین بہنیں ہوں اور وہ انہیں اپنے پاس ٹھکانہ دے اور ان کی شادی کر دے تو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اور جس کے ہاں دو بیٹیاں ہوں؟ فرمایا: اس کے لیئے بھی۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہمیں گمان ہوا کہ اگر

Marfat.com

ایک کے بارے پوچھا گیا تو اس کے لیئے بھی یہی حکم ارشاد ہوگا۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

''جس کسی کے ہاں تین بیٹیاں ہوں وہ ان پر صبر کرے' انہیں کھلائے' پلائے' اپنے مال سے پہنائے تو وہ اس کے لیئے جہنم کی آگ سے ذریعہ نجات ہوں گی۔'' (رواہ الامام احمد)

عورتوں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴾

(سورۃ النساء : ۱۹)

''اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔''

اسی طرح لڑکیاں بھی' بسا اوقات بندے کے لیئے ان میں دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی ہوتی ہے۔ لڑکیوں کو ناپسند کرنے کی قباحت کے لیئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اس چیز کو ناپسند کرے گا جسے اللہ نے پسند کیا اور اپنے بندے کو عطا کیا۔

اقوال بزرگان:

صالح بن احمد فرماتے ہیں کہ امام احمد کے ہاں جب بیٹی کی پیدائش ہوتی تو فرماتے: انبیاء لڑکیوں کے باپ تھے اور فرماتے کہ لڑکیوں کے حق میں جو کچھ فضائل آتے ہیں انہیں تم جانتے ہی ہو۔

یعقوب بن بختان فرماتے ہیں کہ میرے ہاں سات بچیاں پیدا ہوئیں۔ جب بھی میرے ہاں بچی پیدا ہوتی تو میں امام احمد بن حنبل کے پاس جاتا تو وہ مجھ سے فرماتے: اے ابو یوسف! انبیاء لڑکیوں کے باپ تھے۔ ان کا یہ فرمانا میرے غم کو ہلکا کر دیتا۔

Marfat.com

# جس کے ہاں بچے کی پیدائش ہوا سے مبارکباد دینا مستحب ہے

حضرت ابراہیم کے واقعہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَا اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ○ فَلَمَّا رَاٰ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّا اُرْسِلْنَا اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ○ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ○ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ○ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِىْ قَوْمِ لُوْطٍ ○ ﴾ (سورۃ ھود: ٦٩ ـ ٧٤)

''اور ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس بشارت لے کر آئے اور انہوں نے سلام کیا انہوں نے (یعنی ابراہیمؑ نے) بھی سلام کیا پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا لائے سو جب انہوں نے (یعنی ابراہیم نے) دیکھا کہ ان کے ہاتھ اس (کھانے) تک نہیں بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوفزدہ ہوئے اور (فرشتے) کہنے لگے ڈرو مت ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ان کی (یعنی ابراہیمؑ کی) بیوی کھڑی تھیں پس ہنسیں سو ہم نے بشارت دی ان کو اسحٰقؑ کی' اور اسحٰقؑ سے پیچھے یعقوبؑ کی' کہنے لگیں کہ ہائے خاک پڑے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں ہیں بالکل بوڑھے' واقعی یہ بھی عجیب بات ہے (فرشتوں نے) کہا کیا تم اللہ کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اور خصوصاً اس خاندان کے

Marfat.com

لوگو! تم پر تو اللہ کی (خاص) رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔ بے شک وہ تعریف کے لائق بڑی شان والا ہے۔ پھر جب ابراہیم کا خوف زائل ہو گیا اور ان کو خوشی کی خبر ملی تو ہم سے لوط کی قوم کے بارہ میں جدال کرنا شروع کیا۔''

سورۃ الصافات میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴾ (سورۃ الصافات : ۱۰۱)

''سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴾ (سورۃ الذاریات : ۲۸)

''اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا۔

سورۃ الحجر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ۝ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ۝ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ۝ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّاۗلُّوْنَ ۝ ﴾

(سورۃ الحجر : ۵۱ ـ ۵۶)

''اور آپ ان کو ابراہیم کے مہمانوں کو بھی اطلاع کیجئے جبکہ وہ ان کے پاس آئے پھر انہوں نے السلام علیکم کہا۔ ابراہیم کہنے لگے کہ ہم تم سے خائف ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ خائف نہ ہوں ہم آپ کو ایک فرزند کی بشارت دیتے ہیں جو بڑا عالم ہوگا۔ ابراہیم کہنے لگے کہ کیا تم مجھ کو اس حالت پر بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آ گیا سو کس چیز کی بشارت دیتے ہو وہ بولے کہ ہم آپ کو امر واقعی کی بشارت دیتے ہیں سو آپ ناامید نہ ہوں ابراہیم نے فرمایا کہ بھلا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے۔ بجز

Marfat.com

گمراہ لوگوں گے۔"

## خوشخبری دیجیے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰزَکَرِیَّا اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ اسْمُهٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ﴾

(سورۃ مریم : ۷)

"اے زکریا ہم تم کو ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا کہ اس کے قبل ہم نے کسی کو اس کا ہم صفت نہ بنایا ہوگا۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَ هُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی ﴾

(سورۃ آل عمران : ۳۹)

"پس پکار کے کہا ان سے فرشتوں نے اور وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے محراب میں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بشارت دیتے ہیں یحییٰ کی۔"

کسی کو خوشخبری سنانے سے چونکہ اسے فرحت اور خوشی محسوس ہوتی ہے چنانچہ مسلمان کے لیئے مستحب ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو خوشخبری سنانے اور خوش کرنے میں پہل کرے۔

## ثویبہ کا واقعہ:

جب حضور ﷺ کی پیدائش ہوئی تو ابولہب کی باندی ثویبہ نے اسے خوشخبری دی اور کہا: رات عبداللہ کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی ہے۔ ابولہب نے خوشی میں آ کر اسے آزاد کر دیا۔ اللہ نے اس کے اس اجر کو ضائع نہیں کیا۔ اس کی موت کے بعد اس کے انگوٹھے کی جڑ میں ایک سوراخ سے اسے پانی پلایا جاتا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عذاب میں ہر پیر روز تخفیف کرتے ہیں اور وہ اپنی انگلیوں کے درمیان سے پانی چوستا ہے۔ یہ سب ثویبہ رضی اللہ عنہا کو خوشخبری پا کر آزاد کرنے سے ہے۔ (شرح المواہب (۲۸) بخاری ۶/۱۹۵)

Marfat.com

اگر کوئی شخص خوشخبری نہ دے سکے تو مبارکباد ہی دے دے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ خوشخبری ایسی اطلاع کو کہا جاتا ہے کہ جسے سن کر انسان خوش ہو جائے اور اسے پہلے اس کا علم نہ ہو۔ جبکہ مبارکباد کہتے ہیں کہ علم ہو جانے کے بعد کوئی اسے دعائے خیر دے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت کعب بن مالکؓ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ قبول کی تو ان کی طرف خوشخبری سنانے والا بھیجا اور اس نے انہیں خوشخبری دی۔ جب وہ مسجد میں تشریف لائے تو لوگوں نے انہیں مبارکباد دی۔

زمانہ جاہلیت میں لوگ نکاح کی مبارکبادیوں دیا کرتے تھے۔ ''بالرفاء والبنین'' یعنی تمہیں اس شادی سے باہمی اتفاق اور محبت حاصل ہو اور تمہیں بیٹے اور خوشیاں نصیب ہوں۔ اور وہ دیر سے اور جلدی دونوں طرح مبارک باد دیتے ہیں۔

یہ مناسب نہیں کہ انسان بیٹے کی تو مبارکباد دے اور بیٹی کی نہ دے۔ بلکہ یا تو دونوں کی مبارکٰ باد دے اور یا دونوں کی نہ دے تا کہ جاہلیت کی بری عادت سے تو بچ جائے۔ کیونکہ وہ اکثر بیٹے کی ولادت پر مبارکباد دیتے تھے اور بیٹی کی وفات پر۔

ابوبکر بن منذر اپنی تالیف ''الاوسط فی السنن والاجماع والاختلاف'' میں حضرت حسن بصری سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا۔ اس نے اس سے کہا! تمہیں فارس (یعنی ایسا بچہ جو مستقبل میں ماہر شہسوار بنے) مبارک ہو۔ حضرت حسن نے اس سے کہا تمہیں کیا معلوم کہ وہ فارس ہے یا گدھا۔ اس نے پوچھا کہ پھر ہم کیسے مبارک باد دیں۔ فرمایا: یوں کہو تجھے جو عطا کیا گیا ہے اس میں برکت ہو اور تو عطا کرنے والے کا شکر ادا کرے' وہ جوان ہو اور تجھے اس سے بھلائی پہنچے۔ واللہ اعلم

Marfat.com

# دائیں کان میں اذان دینا اور بائیں میں اقامت کہنا مستحب ہے

اس بارے میں بہت سی احادیث مروی ہیں۔

① حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے حضرت حسن بن علی کے کان میں اذان دی جب ان کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پیدائش ہوئی۔

(ابوداؤد حدیث نمبر۱۵۱۴۔ وقال الترمذی: حدیث حسن صحیح)

② حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان دے اور بائیں کان میں اقامت کہے تو اس بچے سے ام الصبیان دور ہو جاتی ہے۔ (ام الصبیان ایک ایسی بیماری ہے جو بچوں کو لاحق ہوتی ہے اور اس سے بچے بے ہوش ہو جاتے ہیں)۔ (ابوداؤد۔ حدیث نمبر۱۵۱۴)

③ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے حضرت حسنؓ کی پیدائش کے دن ان کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔

(منہاج المسلم: ۲۶۲)

## اذان دینے میں حکمت:

اذان دینے میں حکمت یہ ہے کہ جو چیز بچے کے کان میں پہلی مرتبہ پڑے وہ رب کی کبریائی اور عظمت ہو اور وہ بشارت ہو جو کہ اسلام میں داخل ہونے کا ذریعہ ہے۔ گویا کہ اس بچے کو دنیا میں داخلے کے وقت شعائر اسلام کی تلقین کی جا رہی ہے۔ جیسے دنیا سے جاتے وقت کلمہ توحید کی تلقین کی جاتی ہے۔ اور یہ بات بعید نہیں کہ اذان کا اثر اس کے دل و دماغ تک رسائی کر جائے۔ اگرچہ اسے اس اذان سے ہونے

Marfat.com

والے دوسرے فائدے کا علم نہ ہو۔ اور وہ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ شیطان جو کہ ولادت کے وقت اس کے تعاقب میں ہوتا ہے۔ اذان کے کلمات سنتے ہی بھاگ جاتا ہے۔ تو بچے کا تعلق اس کام کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے جس کے لیئے اللہ تعالیٰ نے اسے مقدر فرمایا اور شیطان اس کے ساتھ پہلی ملاقات میں ہی ایسی باتوں کو سنتا ہے جو اسے کمزور کر دیتی ہیں اور غصہ دلاتی ہیں۔

اس میں ایک فائدہ اور بھی ہے وہ یہ کہ شیطان کی دعوت سے پہلے ہی اللہ اور اس کے دین اور عبادت کی طرف اس بچے کو دعوت دے دی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی فطرت کہ جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا' وہ شیطان کے تبدیلی لانے اور دوسری طرف منتقل کرنے پر مقدم ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی حکمتیں ہیں۔

## گھٹی دینا مستحب ہے

صحیحین میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا' میں اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ آپؐ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور سے گھٹی دی (یعنی اس کے تالو پر کھجور ملی)۔ بخاری کی روایت میں اس کا اضافہ ہے۔ ''اس کے لیئے برکت کی دعا کی اور اسے مجھے تھما دیا۔ اور یہ بچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا سب سے بڑا بچہ تھا۔'' (بخاری ۶/۲۱۵، مسلم حدیث نمبر ۲۱۴۷)

صحیحین میں حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہے' فرماتے ہیں کہ ابوطلحہ کا بیٹا بیمار تھا' ابوطلحہ باہر گئے تو پیچھے ان کا بیٹا فوت ہو گیا۔ جب ابوطلحہ واپس آئے تو پوچھا: میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ تو ام سلیم نے کہا: وہ پہلے سے افاقہ میں ہے۔ پھر انھیں شام کا کھانا دیا۔ انہوں نے کھانا کھا کر بیوی سے مباشرت کی۔ جب فارغ ہوئے تو زوجہ نے کہا: بچے کو دفن کر دیں۔ جب صبح ہوئی تو ابوطلحہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ساری بات بتائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے رات صحبت کی؟

Marfat.com

انہوں نے کہا: جی۔ یوں دُعا کی: اے اللہ! ان دونوں کے لئے برکت نازل فرما۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی تو ابوطلحہ نے کہا کہ اسے اٹھا کر لے جاؤ۔ وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے اور ام سلیم نے کچھ کھجوریں بھی ساتھ بھیجیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اٹھایا اور پوچھا: کیا اس کے ساتھ کچھ ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! کھجوریں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں لیں' انھیں چبایا پھر بچے کے منہ میں ڈالا' اور اس کے تالو سے لگایا اور عبداللہ نام رکھا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ مکہ میں عبداللہ بن زبیر ان کے بطن میں تھے وہ فرماتی ہیں کہ جب ایام حمل مکمل ہوئے تو میں مدینہ آ گئی۔ قباء کے مقام پر میں نے پڑاؤ کیا اور انہیں جنم دیا۔ پھر میں انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی اور انہیں حضورؐ کی گود میں رکھ دیا۔ آپؐ نے کھجور منگوائی اسے چبایا اور اس کے منہ میں ڈال دیا۔ چنانچہ عبداللہ کے پیٹ میں سب سے پہلے حضورؐ کا لعاب داخل ہوا۔ پھر حضورؐ نے اسے کھجور سے گھٹی دی اور دعائے برکت دی۔ یہ اسلام کے پہلے بچے تھے' مسلمان ان سے بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ مسلمانوں سے کہا جاتا تھا کہ یہود نے تم پر جادو کر دیا ہے' تمھارے ہاں بچہ پیدا نہ ہوگا۔ (بخاری ۲/۲۱۶)

محمد بن علی کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ام ولد کو یہ فرماتے سنا۔ جب مجھے دردِ زہ ہوا تو میرے آقا سو رہے تھے تو میں نے ان سے کہا: اے آقا! میں تو مری جا رہی ہوں! تو انہوں نے کہا: اللہ کشادگی کرے۔ ابھی یہ کہا ہی تھا کہ میں نے سعید (خوش بخت) کو جنم دیا۔ امام احمدؒ نے کہا: کھجور لاؤ۔ ہمارے پاس مکہ کی کھجوریں تھیں۔ اور ام علی سے کہا: اس کھجور کو چباؤ اور اسے گھٹی دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا کیا۔ واللہ اعلم

Marfat.com

# عقیقہ اور اس کے احکام

فصل ۱ ☆ عقیقے کی مشروعیت
فصل ۲ ☆ عقیقے کو مکروہ سمجھنے والوں کے دلائل
فصل ۳ ☆ عقیقے کے مستحب ہونے کے دلائل
فصل ۴ ☆ عقیقے کو مکروہ کہنے والوں کے دلائل کا جواب
فصل ۵ ☆ لفظ عقیقہ کے اشتقاق کا بیان
فصل ۶ ☆ کیا عقیقے کو عقیقہ کہنا مکروہ ہے؟
فصل ۷ ☆ عقیقے کی وجوبیت اور استحبابیت کے بارے اختلاف
فصل ۸ ☆ کس وقت عقیقہ کرنا مستحب ہے؟
فصل ۹ ☆ قیمت صدقہ کرنے سے بہتر عقیقہ کرنا ہے
فصل ۱۰ ☆ عقیقے میں مذکر اور مؤنث کے تفاضل کا بیان
فصل ۱۱ ☆ عقیقے کی خاطر قرض لینا
فصل ۱۲ ☆ گوشت کو پکا کر تقسیم کرنا چاہئے
فصل ۱۳ ☆ ہڈیاں توڑنا مکروہ ہے
فصل ۱۴ ☆ جانور کس عمر کا ہونا چاہئے؟
فصل ۱۵ ☆ عقیقے میں اشتراک جائز نہیں
فصل ۱۶ ☆ کیا بکریوں کے علاوہ اونٹ اور گائے کو ذبح کرنا بھی درست ہے یا نہیں؟
فصل ۱۷ ☆ عقیقے کے گوشت کے مصرف کا بیان

Marfat.com

فصل ۱۸ ☆ عقیقے اور قربانی کو اکٹھے کرنے کا حکم
فصل ۱۹ ☆ کیا بلوغت کے بعد اپنا عقیقہ خود کرے گا؟
فصل ۲۰ ☆ عقیقے کے جانور کی کھال وغیرہ کا حکم
فصل ۲۱ ☆ ذبح کے وقت کیا کہا جائے؟
فصل ۲۲ ☆ ساتویں دن کے ساتھ مخصوص ہونے کا بیان

Marfat.com

فصل ۱:

# عقیقہ کی مشروعیت

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں۔

یحییٰ بن سعید انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ لڑکے اور لڑکی کا عقیقہ نہیں چھوڑتے تھے۔

ابن منذر فرماتے ہیں کہ حجاز میں یہ پرانا اور موجودہ معمول ہے اور علماء اس پر کاربند ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں ہمارے درمیان اختلاف نہیں۔

صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عبداللہ بن عمر اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہی مذہب تھا۔ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ ﷺ، بریدہ اسلمیؓ، قاسم بن محمدؒ، عروہ بن زبیرؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، زہریؒ، ابوالزنادؒ، امام مالکؒ، اہل مدینہ، امام شافعیؒ، اور ان کے احباب، امام احمدؒ، اسحاقؒ، ابوثور اور علماء کی ایک جماعت سے منقول ہے۔ ان سب کا یہ قول سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ہے۔ جب سنت سے یہ بات ثابت ہے تو اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس وجوبیت سے اعراض کرنے والوں کی بات قابل التفات نہیں۔

تحصل پرستوں نے عقیقہ کے مسنون ہونے کا انکار کیا ہے۔ اور آپؐ سے ثابت احادیث اور صحابہ اور تابعین کی روایات کا انکار کرتے ہیں۔

فصل ۲:

# عقیقہ کو مکروہ سمجھنے والوں کے دلائل

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے پوچھا گیا: آپؐ نے فرمایا: میں عقوق کو پسند نہیں کرتا۔

Marfat.com

ان کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اہل کتاب کا فعل ہے۔ جیسا کہ ارشادِ نبویؐ ہے: یہود لڑکے کی طرف سے تو جانور ذبح کرتے ہیں لیکن لڑکی کی طرف سے نہیں کرتے۔ (بیہقی)

مستدلین کا کہنا ہے کہ یہی وہ قربانیاں ہیں جو زمانہ جاہلیت میں کی جاتی تھیں۔ اسلام نے آ کر انہیں ممنوع قرار دیا۔ جیسے عتیرۃ اور فرع (بتوں کے لیئے دی جانے والی قربانیاں)۔

مستدلین کی ایک دلیل یہ ہے کہ امام احمد حدیث ابورافع سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ نے حضرت حسن بن علی کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح کرنا چاہے تو آپؓ نے فرمایا:

''عقوق مت کرو' البتہ ان کے سر کے بال کاٹو اور ان کے وزن کے بقدر چاندی صدقہ کر دو۔'' (ترمذی۔ حدیث نمبر ۱۵۱۹)

پھر جب حضرت حسن کی پیدائش ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یوں ہی کیا۔

فصل ۳:

## عقیقہ کے مستحب ہونے کے دلائل

تمام محدثین' فقہاء اور جمہور اہل سنت فرماتے ہیں کہ یہ (عقیقہ) رسول اللہؐ کی سنت ہے۔ دلیل ان کے پاس صحیح بخاری کی روایت ہے۔

حضرت سلمان بن عمار ضبی سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: بچہ کی پیدائش پر عقیقہ ہے۔ اس کی طرف سے جانور ذبح کرو اور اس سے تکلیف کو ہٹاؤ۔ (بخاری ۲/۲۱۷)

حضرت سمرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر لڑکا عقیقے کے بدلے رہن ہے۔ ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے۔ اس کا نام

Marfat.com

رکھا جائے اور سر منڈایا جائے۔ (ترمذی۔ حدیث نمبر ۱۵۲۲، ابوداؤد حدیث نمبر ۲۸۳۸، نسائی حدیث نمبر ۴۲۲۵، ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۱۶۵) وقال ترمذی ھذا حدیث حسن صحیح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ (ترمذی، حدیث نمبر ۱۵۱۳، ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۱۶۳) وقال الترمذی، حدیث صحیح)

مسند احمد کی روایت یوں ہے: ہمیں حضورؐ نے حکم دیا کہ ہم لڑکی کی طرف سے ایک بکری اور لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کریں۔

حضرت ام کرز کعبیہ نے حضورؐ سے عقیقے کے بارے دریافت کیا، آپؐ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ جانور مذکر ہوں یا مؤنث۔ (وقال الترمذی۔ حدیث صحیح)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''یہود لڑکے کا عقیقہ کرتے لیکن لڑکی کا عقیقہ نہیں کرتے تھے۔ تم لڑکے کے عقیقے میں دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرو۔'' (بیہقی)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔ (ابوداؤد) نسائی کی روایت میں دو دنبوں کا ذکر ہے۔ (ترمذی، حدیث نمبر ۱۵۱۳، ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۱۶۳)

حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ساتویں دن بچے کے نام رکھنے کا، اور اس سے تکلیف دور کرنے کا (یعنی بال وغیرہ کاٹنے کا) اور عقیقے کا حکم دیا۔ (قال الترمذی۔ ھذا حدیث حسن غریب)

(ترمذی۔ حدیث نمبر ۱۵۲۲، ابوداؤد، حدیث نمبر ۲۸۳۸، نسائی۔ حدیث نمبر ۴۲۲۵)

حضرت بریدہ اسلمی سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں جب ہم میں سے کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو وہ بکری ذبح کرتا اور اس کا خون بچے کے سر پر لگاتا۔

Marfat.com

جب اسلام آیا تو ہم نے اسے چھوڑ دیا۔ اور ہم بکری ذبح کرتے تھے اور بچے کا سر مونڈتے تھے اور زعفران پیس کر اس کے سر پر لگاتے۔ (ابوداؤد)

حضرت عیینہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکرہ کے ہاں ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کی پیدائش ہوئی جو کہ بصرہ میں پیدا ہونے والے پہلے بچے تھے تو انہوں نے ان کی طرف سے بکری ذبح کیئے۔ اور اہل بصرہ کو کھلائے۔ کچھ لوگوں نے ان کے اس فعل کو ناپسند کیا تو انہوں نے کہا: حضورؐ نے لڑکے کی طرف سے دو بکریوں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا حکم دیا۔

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے عقیقے کے بارے میں ارشاد فرمایا: ہر لڑکا عقیقے کے بدلے رہن ہے۔ ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا سر مونڈا جائے۔ اور اس کے خون سے رنگا جائے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ حضرت قتادہ سے خون سے رنگنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: جب عقیقے کا جانور ذبح کر دیا جائے تو اس کی کچھ اون لو اور ذبح کے وقت کٹنے والی رگوں پر لگاؤ۔ اور پھر اسے بچے کے یافوخ (نومولود بچے کے سر کا وہ حصہ جو حرکت کرتا رہتا ہے) پر یوں رکھ دو کہ خون اس کے سر پر دھاگوں کی مانند بہہ پڑے۔ پھر اس کا سر دھویا جائے اور مونڈا جائے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہاں روایت میں جو لفظ یدمی (خون سے رنگا جائے) ہے یہ راوی ہمام بن یحییٰ کی طرف سے وہم ہے اصل لفظ یسمی ہے (یعنی اس موقعہ پر اس کا نام بھی رکھا جائے)۔ جیسا کہ ایک روایت میں ہے۔

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یسمی کا لفظ ہی درست ہے۔ اسے امام ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی فرماتے ہیں۔ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام بخاری نے بھی یہ روایت جسے حسن نے سمرۃ سے نقل کیا ہے، اپنی صحیح میں درج کی ہے۔ حبیب بن شہید سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن

Marfat.com

سیرین نے کہا: کہ حضرت حسن سے پوچھا گیا کہ عقیقے والی حدیث کس سے سنی؟ میں نے پوچھا تو فرمایا سمرۃ بن جندب سے۔

## رھین کا معنی:

یحییٰ بن حمزہ کہتے ہیں کہ میں نے عطاء خراسانی سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ ہر لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے؟ فرمایا یعنی بچے کی شفاعت سے محرومی ہوگی۔

اسحاق بن ہانی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے اس حدیث رسول کے بارے پوچھا: الغلام مرتھن بعقیقتہ کہ اس کا کیا مطلب ہے تو فرمایا: کہ نبی کریم ﷺ کی سنت ہے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقے میں ذبح کی جائے۔ اگر نہ ذبح کی گئی تو وہ بچہ اپنے عقیقے کے بدلے روک دیا جائے گا جب تک کہ اس کا والد اس کی طرف سے جانور ذبح نہ کر دے۔

ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ عقیقے کے بیان میں اس سے زیادہ تاکید والی حدیث اور کوئی نہیں۔

یعقوب بن بختان کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ سے عقیقے کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کے بارے میں میں اس حدیث "**کل غلام مرتھن بعقیقتہ**" سے زیادہ سخت حدیث نہیں جانتا۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ میں پسند نہیں کرتا کہ کوئی شخص باوجود استطاعت اور قدرت کے اپنے بچے کا عقیقہ نہ کرے۔ کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے۔ **الغلام مرتھن بعقیقتہ**۔ اور یہ اس بارے میں سب سے سخت ارشاد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تو اسے اس نام کی وجہ سے ناپسند کیا' باقی ذبح تو آپؐ نے خود کیا۔

## کیا عقیقہ واجب ہے:

احمد بن القاسم نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا عقیقہ واجب ہے؟ فرمایا: اس

Marfat.com

کا واجب ہونا تو مجھے معلوم نہیں نہ ہی میں ایسا کہتا ہوں۔ پھر فرمایا اس میں سب سے سخت بات یہ ہے کہ انسان عقیقے کے بدلے رہن ہے۔ امام احمد ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ والدین کے لیئے شفاعت کے بدلے رہن ہے۔

لفظ یدمیٰ کی تحقیق:

اس لفظ میں اختلاف ہے۔ ہمام عن یحییٰ عن قتادہ اس طریق سے تو یونہی مروی ہے۔ اور قتادہ کی شرح بھی پیچھے گذر چکی۔ اکثر علماء کا اختلاف ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ جاہلیت کا فعل ہے امام زہری' مالک' شافعی' احمد اور اسحاق نے ناپسند فرمایا ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ بچے کے سر کو خون سے رنگنا مکروہ ہے۔ یہ جاہلانہ کام ہے۔

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے عقیقے کے بارے پوچھا کہ کیا ذبح کر کے خون سے رنگا بھی جائے گا۔ تو فرمایا: خون سے رنگا نہیں جائے گا۔

خلال کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ سے جب اس بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ یہ جاہلانہ کام ہے۔ تو ان سے کہا گیا کہ ہمام تو اسی طرح روایت کرتے ہیں' تو ابوعبداللہ نے ایک اور طریق سے روایت کو نقل فرمایا جس میں یسمیہ کا تذکرہ ہے یعنی اس کا نام رکھا جائے۔ اور فرمایا کہ میں اس سلسلے میں ہمام کی روایت کو پسند نہیں کرتا۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ عقیقے والی روایت میں ہمام اور سعید کا اختلاف ہے۔ ایک یدمی کہتا ہے اور دوسرا یسمی۔ اور احمد سے ایک اور روایت ہے کہ ان التدمیة سنة۔

حنبل کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے بچے کے سر کو خون سے رنگنے کا سنا۔ فرمایا: یہی سنت ہے۔ جبکہ ان کا مذہب جو ان کے ساتھوں سے مروی ہے وہ کراہت کا ہے۔

ایک اور روایت میں یوں ہے کہ حنبل کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ کو یہ فرماتے سنا کہ بچے کا سر مونڈا جائے گا۔

Marfat.com

محمد بن علی' صالح' احمد بن محمد بن حازم اور اسحاق یہ سب ابوعبداللہ سے نقل کرتے ہیں کہ خون سے رنگنا مکروہ ہے۔صرف حدیث سمرہ ہی سے مروی ہے۔

فضل نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا سر مونڈا جائے گا؟ فرمایا ہاں۔ پھر پوچھا کہ کیا خون سے سر رنگا جائے گا؟ فرمایا نہیں۔ یہ تو جاہلانہ کام ہے۔تو میں نے کہا کہ حدیث قتادہ میں تو خون سے رنگنے کا تذکرہ ہے۔فرمایا کہ ہمام تو اسی کو بیان کرتے ہیں جبکہ سعید یسمی کا ذکر کرتے ہیں۔ابن عروبہ بھی ''یسمی'' کہتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ ہمام کا یدمی کہنا غلط ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: لڑکے کا عقیقہ کیا جائے اور اس کے سر کو خون نہ لگایا جائے۔

ابھی حدیث بریدہ گذری کہ زمانہ جاہلیت میں جب ہمارے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو بکری ذبح کی جاتی اور بچے کے سر کو اس کے خون سے رنگا جاتا۔ جب زمانہ اسلام آیا تو ہم بکری ذبح کرتے' سر مونڈتے اور زعفران پیس کر سر پر لگاتے۔

(ابن ماجہ حدیث نمبر ۳۱۶۳)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ لوگ زمانہ جاہلیت میں عقیقے کے جانور کے خون میں روئی رکھتے اور پھر اسے بچے کے سر پر رکھ دیتے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی جگہ خلوق (زعفران ملی ایک خوشبو) رکھو۔ (بیہقی)

ابن منذر کہتے ہیں کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بچے کی طرف سے جانور ذبح کرو اور اس سے نجاستؔ دور کرو۔ (بخاری ۲/۲۱۷)

اور خون تو سب سے بڑی نجاست ہے تو بچے کے سر کو خون سے ناپاک کرنا ناجائز ہوگا۔

———— ○ ————

Marfat.com

فصل ۴:

## عقیقے کو مکروہ کہنے والوں کے دلائل کا جواب

جن لوگوں نے عقیقے کو مکروہ کہا اس وجہ سے کہ یہ جاہلانہ کام ہے' ان کے بارے میں امام احمد فرماتے ہیں کہ ان کا یہ کہنا قلت علم اور احادیث سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ جبکہ نبی ﷺ نے حضرت حسنؓ اور حسینؓ کا عقیقہ کیا۔ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا کیا اور ان لوگوں نے اسے جاہلانہ کام قرار دیا۔

عقیقہ آپ ﷺ کی سنت ہے۔ آپ کا ارشاد ہے لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے۔ اس کی اسناد جید ہیں جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ اور یہ لوگ اسے جاہلانہ کام قرار دے رہے ہیں! تعجب ہے ان پر!

میمونی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا عقیقے کے بارے میں آپؒ سے کوئی حدیث مروی ہے؟ فرمایا: اللہ کی قسم! سوائے اس حدیث کے کہ آپؐ نے فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ میں نے کہا: اس بارے میں جو دیگر احادیث ہیں۔ فرمایا: وہ قابل التفات نہیں۔

باقی عمرو بن شعیب سے مروی روایات کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **لا احب العقوق**۔ میں عقوق کو پسند نہیں کرتا۔ تو اس حدیث کا سیاق استحباب پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ مکمل حدیث یوں ہے۔

حضورؐ سے عقیقے کے بارے پوچھا گیا: آپؐ نے فرمایا: میں عقوق کو پسند نہیں کرتا گویا آپؐ نے اس لفظ کو ناپسند فرمایا۔ صحابہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم آپؐ سے اس شخص کے بارے پوچھ رہے ہیں جس کے ہاں بچہ پیدا ہو؟ فرمایا جو کوئی تم میں سے اپنے بچے کی طرف سے جانور ذبح کرنا چاہے تو وہ کرے۔ لڑکے کی طرف سے دو

Marfat.com

بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ (ابوداؤد حدیث نمبر ۲۸۴۲) ہاں احادیث رافع درست نہیں۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ احادیث عقیقہ کے متعارض احادیث نا قابل التفات ہیں جبکہ اس بارے میں کثیر احادیث مروی ہیں کہ حضورؐ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا عقیقہ کیا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے عقیقے میں ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔ (ابوداؤد)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے عقیقے میں دو دنبے ذبح کیئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی طرف سے ساتویں دن عقیقہ کیا۔

اگر ''لا تعقی عنه'' یعنی ان کی طرف سے عقیقہ نہ کرو۔ صحیح بھی ہو تو پھر بھی اس سے عقیقے کی کراہیت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ آپؐ نے ان دونوں کی طرف سے خود عقیقے کرنے کو پسند کیا۔ اور فرمایا کہ تم نہ کرو۔ اور حضورؐ نے خود عقیقہ کیا۔

باقی یہ کہنا کہ عقیقہ اہل کتاب کا فعل ہے تو ان کا فعل تو یہ ہے کہ وہ لڑکے کی طرف سے تو عقیقہ کرتے ہیں لیکن لڑکی کی طرف سے نہیں۔ جیسا کہ حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہود لڑکے کی طرف سے عقیقہ کرتے ہیں اور لڑکی کی طرف سے نہیں۔ تم لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرو۔

Marfat.com

فصل ۵:

# لفظ عقیقہ کے اشتقاق کا بیان

ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ لغت میں لفظ عقیقہ کے بارے میں ابوعبیدا صمعی سے نقل کرتے ہیں کہ اس کی اصل وہ بال ہیں جو پیدائش کے وقت بچے کے سر پر ہوتے ہیں۔ پھر اس بکری کا نام رکھ دیا گیا جسے عقیقے میں ذبح کیا جاتا ہے کیونکہ اس بکری کے ذبح کے وقت اس کے سر کے ان بالوں کو مونڈا جاتا ہے۔

اسی وجہ سے حکم ہے کہ بچے سے تکلیف کو دور کرو۔ یعنی بالوں کی وجہ سے جو تکلیف اور گندگی ہے اسے دور کر دو۔

بوقت ولادت مولود پر جو بال ہوتے ہیں انہیں عقیقہ اور عقہ کہا جاتا ہے اسی طرح بکری اور ہر مولود چوپائے کو بھی۔

ابوعبید کہتے ہیں عقیقہ اور عقہ کا لفظ انسانوں اور حماروں میں استعمال ہوتا ہے اس کے علاوہ میں سنا نہیں گیا۔ عقیقہ کے بارے میں ابوعبید کی تفسیر کو امام احمد نے ناپسند کیا ہے اس طرح ابوعبید کی ان باتوں کو جو انہوں نے اصمعی سے نقل کی ہیں فرماتے ہیں کہ عقیقہ ذبح کو کہا جاتا ہے اور ابوعبید کے قول کی کوئی توجیہ نہیں ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ بعض متاخرین نے امام احمد بن حنبل کے اس قول کو حجت بنایا ہے کہ امام احمد نے جو یہ کہا لغت میں مشہور ہے یوں کہا جاتا ہے عَقَّ بمعنی کاٹنا اسی سے ہے عَقَّ وَالِدَیہ یعنی والدین سے قطع تعلق کرنا۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ عقیقہ کے لغوی معنی کے بارے میں امام احمد کا قول ابوعبید کے قول سے بہتر اور درستگی کے قریب ترین ہے۔ واللہ اعلم۔

جوہری کہتے ہیں عق عن ولدہ یعق عقا ساتویں دن بچے کی طرف سے ذبح

Marfat.com

کرنا اسی طرح پیدائش کے وقت کے سر کے بالوں کو مونڈنا گویا عقیقہ کے دو معنی بیان کیئے اور یہ قول بہتر ہے۔ واللہ اعلم

باقی حدیث میں آپ کا یہ ارشاد: **لا احب العقوق** میں **عقوق** کے لفظ کو پسند نہیں کرتا' تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس لفظ سے انسان کا دل کراہت محسوس کرتا ہے اور آپ علیہ السلام تو ایسی چیز کو بہت ناپسند کرتے تھے۔ حتیٰ کہ آپ برے نام کو اچھے نام سے تبدیل کر دیا کرتے تھے اور برے نام والی جگہ میں پڑاؤ بھی نہیں کرتے تھے اور نہ ہی دو برے نام والے پہاڑوں میں سے گزرتے تھے۔ آپؐ اچھے نام اور نیک فال کو پسند کرتے تھے۔ مؤطا میں ہے کہ آپؐ نے دودھ دینے والی اونٹنی کے بارے میں پوچھا کہ اس کا دودھ کون دوھوئے گا ایک شخص کھڑا ہوا آپ نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا مُـرَّہ (کڑوا) آپ نے اسے کہا بیٹھ جا پھر کہا اس کا دودھ کون دوھوئے گا تو ایک شخص کھڑا ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ تو اس نے کہا حرب (جنگ) آپ نے اس سے کہا بیٹھ جا۔ پھر پوچھا اس کا دودھ کون دوھوئے گا تو ایک شخص کھڑا ہوا تو اس نے کہا یعیش (زندگی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ دوھو۔ (بخاری حدیث نمبر ۵۸۴۰۔ مؤطا ۲/۹۷۳)

ابن وھب نے اپنی جامع میں ذکر کیا ہے کہ یعیش غفاری سے منقول ہے فرماتے ہیں حضورؐ نے ایک دن ایک اونٹنی منگوائی اور پوچھا کون اس کا دودھ دوھوئے گا ایک شخص کھڑا ہوا آپ نے پوچھا کیا نام ہے تمہارا اس نے کہا مرّہ (یعنی کڑوا) فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر ایک دوسرا کھڑا ہوا اس سے پوچھا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا جمرہ (چنگاری) فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر ایک آدمی کھڑا ہوا پوچھا تمہارا کیا نام ہے اس نے کہا یعیش فرمایا تم دودھ دوھو۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں اس کا تعلق نیک شگون کے ساتھ ہے نہ کہ بدشگونی کے ساتھ فرماتے ہیں میرے نزدیک اس کی ایک اور توجیہ بھی ہے وہ یہ کہ اسم اور مسمی کے

Marfat.com

درمیان مناسبت موجود ہے اور اس کے خلاف بہت کم ہوتا ہے کیونکہ الفاظ معانی کے قالب ہوتے ہیں (یعنی سانچہ) اور اسماء مسمیات کے قالب (سانچے) ہوتے ہیں۔

چنانچہ نام کا قبیح ہونا مسمی کے قبیح پن پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ ظاہر کا قبیح پن باطن کے قبیح پن پر دلالت کرتا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسی سے اخذ کیا ہے جو مالک نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے ایک شخص سے پوچھا تیرا نام کیا ہے اس نے کہا جمرہ (انگارہ) پوچھا کس کے بیٹے ہو کہنے لگا ابن شہاب (آگ کی چمک) پوچھا کس قبیلے سے ہو کہنے لگا حرقہ (گرمی) سے پوچھا کہاں رہتے ہو کہنے لگا حرۃ النار' پوچھا وہ کہاں ہے کہنے لگا ذات لظہ میں (آگ کی بھڑک یا دوزخ) حضرت عمر نے کہا اپنے اہل کے پاس پہنچو انہیں آگ لگ چکی ہے۔ چنانچہ جیسا حضرت عمر نے کہا ویسا ہی ہوا تھا۔

ابن ابی خثیمہ حدیث بریدہ سے نقل کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بری فال نہ لیا کرتے تھے۔ حضرت بریدہ اپنے خاندان کے ستر سواروں کے ساتھ سوار ہو کر آئے جو کہ بنو اسلم سے تھے رات کے وقت حضورؐ سے ملاقات ہوئی حضورؐ نے پوچھا تم کون ہو کہنے لگے میں بریدہ ہوں حضورؐ حضرت ابوبکر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر ہمارا معاملہ سدھر گیا پھر پوچھا کس شاخ سے ہو۔ حضرت بریدہ کہتے ہیں میں نے کہا بنو اسلم سے حضورؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اب ہم محفوظ ہو گئے پھر پوچھا کس قبیلے سے ہو کہا سہم سے فرمایا تیرا قرعہ نکل آیا اور جب سہیل بن عمرو کو صلح حدیبیہ والے دن آتے دیکھا تو فرمایا تمہارا معاملہ آسان ہو گیا ایک دفعہ دو پہاڑوں کے پاس سے گذر ہوا تو ان کا نام پوچھا تو بتایا گیا مخز اور فاضح (رسوا) تو ان سے اعراض کیا اور ان کے درمیان نہیں چلے۔ عاصیہ (نافرمان) کا نام تبدیل کر کے جمیلہ رکھ دیا گیا اور اصرم (جس کے کانوں کے کنارے کٹے ہوں) کا نام تبدیل کر کے زرعہ رکھ دیا۔

امام ابوداؤد سنن ابوداؤد میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص عزیز'

Marfat.com

غفلہ' شیطان' حکم' غراب' شہاب کا نام تبدیل کر کے ہشام رکھا اور حدب (کبڑا پن) کا نام تبدیل کر کے اسلم رکھا۔ اور مضطجع کا نام منبعث رکھا اور اوض عفرہ (بنجر) کا نام تبدیل کر کے خضرہ رکھا اور شعب الضلالہ کا نام شعب الھدایہ رکھا۔ بنوزنیہ کا نام بنو رشدہ رکھا ابواب دین میں سے یہ ایک انوکھا باب ہے یعنی ایسے نام جن کو انسانی عقل اور نفس ناپسند کرے اور اس سے نفرت کرے اس کو ایسے نام سے تبدیل کر دینا جو اچھا ہو اور نفس کا اس کی طرف میلان ہو۔

حضور ﷺ اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے حتیٰ کہ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کوئی یہ نہ کہے خَبُثَتْ نفسی بلکہ یوں کہے لقثت نفسی (جی متلاتا)۔ (بخاری ۷/۱۱۵)

جب لفظ عقیقہ اور عقوق کے درمیان مناسبت تھی تو حضور نے اسے ناپسند فرمایا اور کہا کہ اللہ اسے پسند نہیں کرتا پھر فرمایا جس کے ہاں بچہ پیدا ہو وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ کرے۔ (ابوداؤد حدیث نمبر ۲۸۴۲)

چھٹی فصل:

## کیا عقیقے کو ''عقیقہ'' کہنا مکروہ ہے؟

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے آیا عقیقہ کو عقیقہ کہنا مکروہ ہے یا نہیں علماء کے ایک گروہ نے اسے ناپسند کیا ہے اور دلیل ان کی یہ ہے کہ حضور نے اسے ناپسند فرمایا ہے۔ اور جس نام کو حضور نے ناپسند فرمایا ہے اس کا اس ذبیحہ پر اطلاق درست نہیں وہ کہتے ہیں اس حدیث کے ظاہر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے نسیکہ کہا جائے نہ کہ عقیقہ جبکہ دوسرا گروہ اسے ناپسند نہیں کرتا بلکہ مباح سمجھتا ہے ان کی دلیل حدیث سمرہ ہے کہ لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلے رہن ہے اور حدیث سلمان بن عامر ہے کہ لڑکے کی پیدائش پر عقیقہ ہے ان دونوں حدیثوں میں عقیقہ کا لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ اباحت

Marfat.com

پر دلالت کرتا ہے نہ کہ کراہت پر۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں اس کی دلالت اس بات پر ہے کہ اس نام کے اندر کچھ کراہت ہے ہر علاقے میں اور ہر علاقے کے فقہاء کی کتب میں عقیقہ تو ہے نسیکہ نہیں ہے۔

علیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث مالک میں کراہت کی تصریح نہیں اسی طرح حدیث عمرو بن شعیب میں بلکہ ان میں تو یہ ہے کہ آپ نے اس نام کو ناپسند کیا اور فرمایا جو اپنے بچے کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو کرے۔ مصنف فرماتے ہیں یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ العشاء کا نام عتمہ رکھنے میں ہے اور اس سلسلے میں امام احمدؒ سے دو روایتیں ہیں اور ان دونوں جگہوں پر تحقیقی بات یہ ہے کہ مشروع اسم یعنی عشا اور نسیکہ کے ترک کرنے کی کراہت اور اس کی جگہ عقیقہ اور عتمہ کے لفظ کو لانا۔ پس جب شرعی نام استعمال کیا جائے اور چھوڑا نہ جائے۔ جبکہ کبھی کبھی دوسرا نام بھی لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس پر احادیث کا اتفاق ہے۔ وباللہ التوفیق۔

## ساتویں فصل:

## عقیقے کی وجوبیت اور استحبابیت کے بارے اختلاف

ابن منذر فرماتے ہیں کہ عقیقے کے واجب ہونے میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ واجب ہے کیونکہ آپؐ نے اس کا حکم دیا اور آپ کا حکم فرض کے درجے میں ہے۔ حضرت حسن بصری سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا جس کا عقیقہ نہیں ہوا تھا کہ اپنا عقیقہ کرو۔ وہ لڑکی کے عقیقے کے قائل نہ تھے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ لوگوں کو قیامت کے دن عقیقہ پر پیش کیا جائے گا جیسا کہ پانچ نمازوں پر پیش کیا جائے گا۔

اسحاق بن راھویہ فرماتے ہیں کہ ابن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ

Marfat.com

لوگ قیامت کے دن اپنے عقیقے پر یوں ہی پیش کیئے جائیں گے جیسا کہ پانچ نمازوں پر۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے ابن بریدہ سے پوچھا عقیقہ کیا ہے؟ فرمایا اسلام کے اندر پیدا ہونے والے بچے کے لیئے مناسب یہ ہے کہ اس کا عقیقہ کیا جائے۔

ابوزنا دفرماتے ہیں عقیقہ ان مسلمانوں کا معاملہ ہے جو اس کے ترک کو ناپسند کرتے ہیں حضرت حسن بصریؒ فرماتے کہ ساتویں دن لڑکے کا عقیقہ کرنا واجب ہے۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ باقی رہا علماء کا اس کی وجوبیت کے بارے اختلاف تو اہل ظاہر کا کہنا ہے کہ عقیقہ فرض ہے۔ ان میں سے داؤد ظاہری وغیرہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ کیونکہ حضورؐ نے اس کا حکم دیا اور خود کیا بھی اور فرمایا: رُکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے۔ اور فرمایا لڑکے کی پیدائش پر عقیقہ ہے۔ مزید فرمایا: لڑکی کی طرف سے ایک بکری اور لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اسی طرح کی دیگر احادیث۔ حضرت بریدہ اسلمی اسے واجب قرار دیتے اور نماز کے مشابہ قرار دیتے۔ جبکہ حضرت حسن بصریؒ کا کہنا ہے کہ ساتویں دن لڑکے کا عقیقہ کرنا واجب ہے اگر اس کا عقیقہ نہ کیا گیا تو وہ خود اپنا عقیقہ کرے۔

لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ سات دنوں میں سے جس دن چاہو بچے کا عقیقہ کرو۔ اگر ساتویں دن بھی عقیقہ نہ کر سکو تو بعد میں کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا واجب نہیں۔ گویا لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ سات دنوں کے اندر واجب ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ عقیقہ سنت واجبہ ہے۔ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔ یہی امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ اسحاقؒ ابوثورؒ طبری کا قول ہے۔ یہ سارا کلام ابن عبدالبر کا ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ مالکیہ کے ہاں سنت واجبہ سے مراد یہ ہے کہ جس کے استحباب کی تاکید ہو اور اس کا ترک کرنا مکروہ ہو۔ اسی وجہ سے وہ حضرات فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ غسل جمعہ سنت واجبہ ہے۔قربانی سنت واجبہ ہے۔عقیقہ سنت واجبہ ہے۔اصحاب مالکؒ سے اس کی وجوبیت کے بارے دو روایتیں ہیں جبکہ امام مالک سے وجوبیت کے بارے کوئی نص صریح موجود نہیں۔ یہاں ان نصوص کا ذکر کیا جاتا ہے۔

خلال فرماتے ہیں: عقیقہ کے مستحب ہونے کا بیان اور یہ کہ وہ واجب نہیں ہے۔

سلیمان بن اشعث فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ کو سنا ان سے عقیقے کے بارے پوچھا گیا فرمایا: اس سے مراد ہے ذبح کرنا۔اور جس نے یہ کہا کہ اس سے مراد سر کے بال مونڈنا ہے اس کا انکار کیا۔

فضل سے مروی ہے کہ انہوں نے ابوعبداللہ سے عقیقے کے بارے دریافت کیا کہ کیا یہ واجب ہے؟ فرمایا: نہیں۔لیکن جو قربانی کرنا چاہے وہ کر لے۔

(ابوداؤد۔حدیث نمبر۲۸۴۲)

فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے عقیقے کے بارے دریافت کیا کیا آپ اسے واجب قرار دیتے ہیں؟ فرمایا اس کے واجب ہونے کے بارے تو میں نہیں جانتا نہ ہی میں اسے واجب کہتا ہوں۔پھر فرمایا: کہ سب سے سخت بات اس بارے میں یہ ہے کہ آدمی اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے۔

اثرم فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا عقیقہ واجب ہے؟ فرمایا: نہیں۔البتہ اس بارے میں سب سے سخت بات یہ حدیث ہے۔کہ لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں پسند نہیں کرتا کہ جو شخص عقیقے پر قادر ہو پھر وہ اپنے بچے کا عقیقہ نہ کرے۔اس لیئے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے۔عقیقے کے بارے میں یہ سب سے سخت روایت ہے۔

ابوحارث فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے عقیقے کے بارے پوچھا کہ کیا جب مالدار اور تنگدست کے ہاں بچہ پیدا ہو تو کیا اس پر عقیقہ کرنا واجب ہے؟

Marfat.com

ابوعبداللہ نے فرمایا: کہ حضرت سمرہ حضور ﷺ سے نقل فرماتے ہیں کہ ہر لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے جب تک کہ ساتویں دن اس کا عقیقہ نہ کر دیا جائے اور اس کا سر نہ مونڈ دیا جائے۔ یہ حضورؐ کی سنت ہے اور مجھے یہ بات پسند ہے کہ اس سنت کو زندہ کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ اسے ضرور اس کا بدل عطا کرے گا۔

اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا ''ہر لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے' فرمایا: ہاں یہ حضورؐ کی سنت ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے۔ جب تک عقیقہ نہ کرے اس عقیقے میں گرفتار رہے گا۔

جعفر بن محمد کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ سے عقیقے کے بارے پوچھا گیا کہ اگر اس کے پاس عقیقہ کرنے کے لیئے مال نہ ہو تو فرمایا: کہ اگر وہ قرض لے لے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بدل عطا فرمائے گا کیونکہ اس نے ایک سنت نبویؐ زندہ کی۔

صالح کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ جس شخص کے ہاں اولاد ہو اور اس کے پاس عقیقے کرنے کے لیئے مال نہ ہو تو کیا آپ کو یہ پسند ہے کہ وہ قرض لے کر عقیقہ کرے یا مالدار ہونے تک مؤخر کرے؟ فرمایا اس عقیقے کے بارے میں جو سخت ترین حدیث ہم نے سنی ہے وہ حدیث سمرۃ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اگر وہ قرض لے گا تو اللہ اسے اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا کیونکہ اس نے حضورؐ کے ارشاد کی پیروی کی اور آپ کی سنت کو زندہ کیا۔ یہ تو رہیں نصوص۔ باقی اصحاب احمد بن حنبلؒ نے ان کے قول وجوب پر تین تفریعات بٹھائی ہیں۔

① کیا یہ بچے پر اس کے اپنے مال سے واجب ہے یا باپ پر واجب ہے؟

② لڑکے کے ذمے ایک بکری واجب ہے یا دو بکریاں؟

③ جب بچے کے باپ نے اس کا عقیقہ نہ کیا تو کیا بالغ ہونے کے بعد اس پر عقیقہ

Marfat.com

کرنا واجب ہے؟

پہلی تفریع میں دوطرح کے قول ہیں۔

① باپ پرواجب ہے یہ بات امام احمد سے منقول ہے۔

اسماعیل بن سعید لنجی فرماتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبلؒ سے اس شخص کے بارے دریافت کیا کہ جسے اس کا والد بتائے کہ اس نے اس کا عقیقہ نہیں کیا کہ کیا وہ اپنا عقیقہ کرے؟ فرمایا: یہ باپ پرلازم ہے۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ بچے کے مال سے لازم ہے۔

باپ پرلازم کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ مامور بہا باپ ہی ہے جیسا کہ گذر چکا اور جس نے بچے پر لازم کیا ہے اس نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: **کل غلام رھین بعقیقته** اس حدیث کے بارے میں بھی دوطرح کے قول ہیں۔

① اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ لڑکا اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہے۔

② اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اس کی طرف سے ذبح کیا جائے۔

جو حضرات واجب قرار دیتے ہین وہ کہتے ہیں کہ اس کے وجوب پر یہ حدیث بھی شاہد ہے۔ **عن الغلام شاتان و عن الجارية شاة**۔ یہ حدیث وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی کی طرف سے ایک بکری کافی ہے اور لڑکے کی طرف سے دو بکریاں۔

اور وہ بخاری شریف کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں جسے سلمان بن عامر حضوؓر سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: لڑکے کی پیدائش پر عقیقہ لازم ہے۔ اس کی طرف سے جانور ذبح کرو اور اس سے تکلیف دہ چیز کو ہٹاؤ۔ یہ حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حدیث وجوب عقیقہ پر دوطرح سے دلالت کرتی ہے۔

① آپ ﷺ کا ارشاد **مع الغلام عقیقه** یہ اخبار عن الواقع نہیں بلکہ اخبار عن الواجب ہے۔ پھر اس سے نکالنے کا حکم دیا جو اس کے ساتھ ہے فرمایا:

Marfat.com

اهـ یقوا عنه دمًا۔ فرماتے ہیں کہ اس کے وجوب پر حدیث عمرو بن شعیب بھی دلالت کرتی ہے کہ حضورؐ نے ساتویں دن مولود کے نام رکھنے اور اس سے تکلیف دہ چیز ہٹانے اور عقیقہ کرنے کا حکم دیا۔ (کشف الخفاء حدیث نمبر ۱۹۹۰)

فرماتے ہیں کہ ترمذی شریف میں یوسف بن ماھک سے مروی ہے کہ وہ حفصہ بنت عبدالرحمٰن کے ہاں تشریف لے گئے اور ان سے عقیقے کے بارے پوچھا۔ انہوں نے بتایا کہ حضرت عائشہؓ نے ان سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری کا حکم دیا۔ امام ترمذی فرماتے ہیں ''ہذا حدیث حسن صحیح''۔

ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ہمیں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا۔

ابوبکر فرماتے ہیں کہ یزید بن عبدالمزنی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ لڑکے کا عقیقہ کرو لیکن اس کے سر پر خون مت لگاؤ۔

محدثین فرماتے ہیں کہ یہ حدیث خبر بمعنی امر ہے۔ محمد بن ابراہیم سے مروی ہے کہ عقیقہ کا حکم دیا گیا ہے خواہ وہ چڑیا کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ (یہ بطور مثال ہے)

جو لوگ اسے مستحب کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اگر عقیقہ واجب ہوتا تو اس کا وجوب دین سے معلوم ہوتا۔ کیونکہ ہر عام و خاص کو اس کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو حضور ﷺ اس کو یوں واضح کر کے بیان فرما دیتے کہ حجت تام ہو جاتی۔ جبکہ آپ ﷺ نے اسے فاعل کی پسندیدگی کے ساتھ معلق فرما دیا ہے۔ فرمایا کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو وہ اگر قربانی کرنا پسند کرے تو کر لے۔ جبکہ آپ ﷺ کا فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا' بلکہ وہ تو استحباب پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابوداؤد حدیث عمرو بن شعیب نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے عقیقے

Marfat.com

کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''اللہ عقوق کو پسند نہیں کرتا''۔

یعنی آپ ﷺ نے اس لفظ کو ناپسند فرمایا۔ اور فرمایا:

''جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ اس کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو کرے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری''۔ (ابوداؤد حدیث نمبر ۲۸۴۲) یہ حدیث مرسل ہے۔

امام مالکؒ بنوضمرہ کے ایک شخص سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سے عقیقے کے بارے پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں عقوق کو پسند نہیں کرتا''۔

یعنی آپ ﷺ نے اس لفظ کو ناپسند کیا۔ اور فرمایا:

''جو کوئی اپنے بچے کی طرف سے ذبح کرنا چاہے تو وہ کر لے''۔

مصنف فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق نے حدیث عمرو بن شعیب کو جید قرار دیا ہے۔

## آٹھویں فصل:

## کس وقت عقیقہ کرنا مستحب ہے؟

امام ابوداؤد ''کتاب المسائل'' میں نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ کو فرماتے سنا کہ ساتویں دن عقیقہ کا جانور ذبح کیا جائے۔

صالح بن احمد کہتے ہیں کہ میرے والد کا فرمان یہ ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔ اگر ساتویں دن نہ کر سکے تو چودھویں دن' اگر پھر بھی نہ کر سکے تو اکیسویں دن۔

میمونی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا' کب عقیقہ کیا جائے۔ فرمایا: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو فرماتی ہیں کہ ساتویں دن یا چودھویں دن یا اکیسویں

Marfat.com

دن''۔ابو طالب کہتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا: ''اکیسویں دن تک عقیقہ کیا جا سکتا ہے''۔ دلیل اس پر حدیث سمرہ ہے: **الغلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم السابع و يسمى.** جو کہ پیچھے گزر چکی۔ (قال الترمذی' حدیث صحیح)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا ساتویں دن عقیقہ کیا اور نام رکھا' اور حکم دیا کہ ان کے سر کے بالوں کو مونڈ دیا جائے۔

حضرت عمرو بن شعیب سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ مولود کا ساتویں دن نام رکھا جائے' عقیقہ کیا جائے اور تکلیف دہ چیز (سر کے بالوں) کو ہٹایا جائے (مونڈھا جائے)۔

یہ جمہور اہل علم کا قول ہے' اور جو اقوال ہم تک پہنچے ہیں' ہم انہیں بیان کرتے ہیں' ان میں سے سب سے بلند روایت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔ جیسا کہ امام احمدؒ نے میمونی کی روایت میں نقل کیا ہے' اور حسن بصری اور قتادہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کیا جائے۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری یہ فرماتے ہیں کہ ساتویں دن لڑکے کا عقیقہ کرنا واجب ہے۔ لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ سات دن کے اندر بچے کا عقیقہ کیا جائے' اگر ساتویں دن بھی نہ کر سکے تو بعد میں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اور ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا واجب نہیں۔ ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ لیث بن سعد کا کہنا یہ ہے کہ سات دن کے اندر کرنا واجب ہے۔

عطاء فرماتے ہیں کہ اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکیں تو مجھے پسند ہے کہ اگلے سات دنوں تک مؤخر کر دیں۔ یہی امام احمد' اسحاق' امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے' جبکہ امام مالک دوسرے ساتویں کا اضافہ نہیں کرتے۔

ابن وہب فرماتے ہیں کہ تیسرے ساتویں (اکیسویں دن) کو عقیقہ کرنے

Marfat.com

میں کوئی حرج نہیں۔ اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا' عطاء' احمد اور اسحاق کا ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس دن پیدا ہوا اس دن کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ ہاں! اگر اس دن کی رات میں فجر سے پہلے پیدا ہوا تو پھر اس دن کو بھی شمار کیا جائے گا۔ ظاہری بات یہ ہے کہ یہ قید بطور استحباب ہے۔ ورنہ اگر چوتھے دن یا آٹھویں دن یا دسویں دن یا اس کے بعد کیا' یہ بھی جائز ہے۔ اعتبار ذبح کرنے کا ہے نہ کہ پکانے اور کھانے کا۔

## نویں فصل:

# قیمت صدقہ کرنے سے بہتر عقیقہ کرنا ہے

خلال فرماتے ہیں' عقیقے کے مستحبات اور صدقے پر اس کی افضلیت کا بیان۔ سلیمان بن اشعث کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ سے عقیقے کے بارے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک عقیقہ کرنا پسندیدہ ہے یا اس کی قیمت مساکین کو دے دینا؟ فرمایا: عقیقہ کرنا۔

ابو حارث کی روایت میں ہے کہ پوچھا گیا کہ اگر عقیقہ میں قرض لے؟ تو فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ اللہ اسے اس کا نعم البدل عطا فرمائے گا' کیونکہ اس نے ایک سنت کو زندہ کیا۔

امام احمد کے بیٹے صالح نے ان سے پوچھا کہ جس شخص کے ہاں بچہ پیدا ہو اور اس کے پاس عقیقہ کرنے کے لیئے پیسے نہ ہوں تو آپ کے نزدیک کیا پسندیدہ ہے' آیا وہ قرض لے کر عقیقہ کرے یا مالدار ہونے تک مؤخر کرے؟ فرمایا: عقیقے کے بارے میں سخت ترین حدیث جو ہم نے سنی ہے' وہ حدیث سمرہ ہے' کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **کل غلام رھینة بعقیقته.** اور مجھے امید ہے کہ اگر وہ قرض لے گا تو اللہ اسے جلد بدل عطا فرما دے گا۔ کیونکہ اس نے ایک سنت کو زندہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے

Marfat.com

ہوئے دین پر عمل کیا۔

اور یہ والدین پر اللہ کی نعمت کے تجدد کی وجہ سے ایک سنت ہے۔ اس میں ایک پوشیدہ راز ہے جو کہ اسماعیل علیہ السلام کی جگہ مینڈھے کی قربانی سے معلوم ہوتا ہے' جو کہ ان کے بعد ان کی اولاد میں سنت بن گیا کہ ان کی اولاد کا ہر فرد اپنے ہاں پیدا ہونے والے بچے کی طرف سے جانور ذبح کرے۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ اس ذبح کرنے سے ولادت کے بعد شیطان کے نقصان پہنچانے سے محفوظ رہنے کا راز ہو' جیسا کہ وضع حمل کے وقت اللہ کا نام لینا شیطان کے نقصانات سے حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے کسی کا قول ہے' کہ جس کسی کے والدین اس کا عقیقہ نہیں کرتے تو وہ شیطان کے بھنور میں ہوتا ہے۔ جبکہ شریعت کے مخفی راز اس سے کہیں بلند و بالا ہیں۔ اسی وجہ سے صحیح بات یہی ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں عقیقے میں داخل ہوں گے' اگرچہ مقدار عقیقہ میں فرق ہے۔

جبکہ اہل کتاب کے ہاں لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہیں' صرف لڑکے کی طرف سے ہے۔ بعض سلف کا بھی یہی مذہب ہے۔ ابوبکر بن منذر فرماتے ہیں کہ عقیقے کے باب میں ایک تیسرا قول بھی ہے اور وہ حسن بصری اور قتادہ کا ہے۔ یہ دونوں بزرگ لڑکی کی طرف سے عقیقے کے قائل نہیں۔ یہ ضعیف قول ہے' قابل التفات نہیں۔ اور یہ مخالف سنت ہے' اس کا بیان آئندہ فصل میں آ جائے گا۔

سو معلوم ہوا کہ قیمت صدقہ کرنے سے ذبح کرنا افضل ہے' خواہ وہ صدقہ قربانی کی قیمت سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اصل مقصود خون بہانا اور ذبح کرنا ہے۔ کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جو نماز کے ساتھ متصل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾ (سورہ کوثر : ۲)

''ان نعمتوں کے شکریے میں آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجیے''۔

Marfat.com

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ﴾

(سورۃ الانعام : ۱۶۲)

''آپ فرما دیجیے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے' جو مالک ہے سارے جہان کا''۔

ہر قوم کے اندر نماز اور قربانی کا وجود ہے' غیر ان کے قائم مقام نہیں' اسی وجہ سے اگر کوئی شخص دم قران اور دم متعہ سے دوگنا سہ گنا کر کے قیمت کو صدقہ کر دے' پھر وہ اس کے قائم مقام نہیں۔ اسی طرح قربانی میں بھی ہوگا۔ واللہ اعلم۔

فصل ۱۰:

## عقیقے میں مذکر اور مؤنث کے تفاضل کا بیان

اس فصل میں دو مسئلوں کا بیان ہے۔

**مسئلہ نمبر ۱ :**

جس طرح لڑکے کا عقیقہ کرنا سنت ہے اسی طرح لڑکی کا عقیقہ کرنا بھی سنت ہے۔ یہ جمہور اہل علم صحابہ' تابعین اور تبع تابعین کا قول ہے۔ اور پیچھے یہ بات بھی گزر چکی کہ حضرت حسن اور حضرت قتادہ لڑکی کے عقیقے کے قائل نہیں ہیں۔ شاید کہ انہوں نے آپ ﷺ کے اس فرمان سے استشہاد کیا ہو۔ **مع الغلام عقیقة**. اس حدیث کو حضرت حسن اور قتادہ نے حضرت سمرہ سے نقل فرمایا ہے۔ غلام مذکر کو کہتے ہیں نہ کہ مؤنث کو۔ حدیث ام کرز سے اس قول کی تردید ہوتی ہے کہ ام کرز نے حضور ﷺ سے عقیقے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا' لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ اس سے کوئی حرج نہیں' خواہ بکرے ہوں یا بکریاں۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔

Marfat.com

اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم لڑکے کے عقیقے میں دو بکریاں اور لڑکی کے عقیقے میں ایک بکری ذبح کریں۔ (مسند ابن ابی شیبہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' یہود لڑکے کا عقیقہ کرتے ہیں۔ اور لڑکی کا عقیقہ نہیں کرتے۔ تم لڑکے کے عقیقے میں دو بکریاں اور لڑکی کے عقیقے میں ایک بکری ذبح کرو۔ (بیہقی)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لڑکے اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہی ذبح کی جائے گی۔ اور مذکر اور مؤنث اس میں برابر ہیں۔ اور اپنے اس قول پر استشہاد وہ ابوداؤد کی روایت سے کرتے ہیں' کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ایک دنبے سے کیا۔

اور جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔

جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اپنی اولاد میں سے لڑکوں اور لڑکیوں کی طرف سے ایک ایک دنبہ ذبح کیا کرتے تھے' ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہ کا قول بھی امام مالک کے قول جیسا ہے۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ ابن عباس' عائشہ رضی اللہ عنہم اور محدثین کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری لازم ہے۔

اس کے بعد انہوں نے حدیث ام کرز کے اطراف اور حدیث عمرو بن شعیب بیان کی ہے کہ جو اپنے بچے کا عقیقہ کرنا چاہے تو وہ کر لے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔

تفصیل والی احادیث کے مابین کوئی تعارض نہیں' نہ مذکر اور مؤنث کے درمیان۔ اور نہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقے کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کے درمیان' کیونکہ یہ حدیث دو طرح مروی ہے:

Marfat.com

① آپ ﷺ نے ان دونوں کی طرف سے ایک ایک دنبہ ذبح کیا۔

② آپ ﷺ نے ان دونوں کی طرف سے دو دنبے ذبح کیئے۔

شاید کہ راوی کی مراد یہ ہو کہ ہر ایک کی طرف سے دو دنبے۔ اور صرف "کبشین" کہہ لینے پر اکتفاء کیا ہو۔ اور پھر روایت بالمعنی کے طور پر "کبشًا کبشًا" کہہ دیا ہو اور یہ کہ ان کی والدہ نے ان کی طرف سے دو دنبے ذبح کیئے۔ یہ دونوں حدیثیں اسی طرح مروی ہیں' گویا ان میں سے ایک دنبہ حضور ﷺ کی طرف سے اور دوسرا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہوا۔ تو یوں تمام احادیث متفق ہو گئیں۔

یہ شریعت کا قاعدہ اور ضابطہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مذکر کو مؤنث پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اور مؤنث کو وراثت' شہادت' عتق اور عقیقے میں مذکر کے نصف قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ترمذی میں حدیث امامہ ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان کو آزاد کرے تو اس آزاد کردہ غلام کے ہر عضو کے بدلے اس آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم کی آگ سے خلاصی حاصل ہوگی۔ اور جو مسلمان دو مسلمان عورتوں کو آزاد کرے تو ان آزاد کردہ کے ہر عضو کے بدلے اس آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو جہنم سے خلاصی حاصل ہوگی۔ (بخاری ۳ ۱۱۷' ترمذی ۱۵۴۷)

مسند امام احمد میں حضرت مرہ بن کعب سلمی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی مسلمان کو آزاد کیا تو یہ آزاد کرنا جہنم سے چھٹکارا ہوگا۔ اس آزاد کردہ کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو آزادی حاصل ہوگی۔ اور جس مسلمان عورت نے کسی مسلمان عورت کو آزاد کیا' تو اس کا آزاد کرنا جہنم سے خلاصی کا ذریعہ ہوگا۔ آزاد کردہ کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والی کے ہر عضو کو آزادی حاصل ہوگی۔ (ابوداؤد)

مرد اور عورت کے درمیان باہمی فضیلت کا معیار عقیقے میں بھی یونہی ہے۔

Marfat.com

اگر چہ اس میں کوئی حدیث مروی نہ ہوتی' اور کیوں نہیں جبکہ سنن ثابتہ اس فضیلت کے معیار کو صراحت سے ثابت کر رہی ہیں۔

فصل ۱۱:

## عقیقے کی خاطر قرض لینا

خلال اپنی جامع کے اندر یوں باب باندھتے ہیں: عقیقے میں قرض لینے کا بیان اور احیائے سنت پر جس ثواب کی امید ہے اس کا بیان۔

اس کے بعد خلال نے ابو الحارث کی روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے ابوعبداللہ سے عقیقے کے بارے پوچھا کہ اگر کسی کے پاس عقیقہ کرنے کے لیئے پیسے نہ ہوں۔ تو فرمایا: اگر وہ قرض لے لے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کا بدل عطا فرمادیں گے' کیونکہ اس نے حضور ﷺ کی سنت کو زندہ کیا ہے۔

صالح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ اگر وہ قرض لے گا تو اللہ اسے بدل عطا فرمائے گا' کیونکہ اس نے حضور ﷺ کی پیروی کی اور آپ ﷺ کی سنت کو زندہ کیا۔

فائدہ ①: عقیقہ مولود کے دنیا میں آنے کے ابتدائی وقت میں اس کی طرف سے پیش کی جانے والی قربانی ہے' مولود کو اس سے بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے' بالکل اسی طرح جس طرح اسے دعاء سے' مناسک کی جگہ لے جانے اور اس کی طرف سے احرام باندھنے سے فائدہ ہوتا ہے۔

فائدہ ②: یہ مولود کے رہن کو ختم کر دیتا ہے' کیونکہ وہ اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہوتا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر عقیقہ نہ ہوا تو بچہ قیامت کے دن اپنے

Marfat.com

والدین کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔

عطاء ابن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقیقے کے بدلے رہن سے مراد ہے وہ شخص اپنی اولاد کی شفاعت سے محروم ہوگا۔

**فائدہ ③** : یہ مولود کا فدیہ ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اسماعیل ذبیح اللہ کے بدلے مینڈھے کا فدیہ دیا۔ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایسا کیا کرتے تھے اور اسے عقیقے کا نام دیا کرتے تھے' اور بچے کے سر کو مذبوح کے خون میں لت پت کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذبح کرنے کو تو برقرار رکھا لیکن العقوق کے نام کو باطل کر دیا۔ اور بچے کے سر پر خون لگانے کو بھی ختم کر دیا۔ اور فرمایا: ''میں عقوق کے لفظ کو پسند نہیں کرتا'' اور ''بچے کے سر پر خون نہ لگایا جائے''۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جس جانور کو بچے کی طرف سے ذبح کیا جائے' مناسب یہ ہے کہ اسے قربانی کے طور پر ذبح کیا جائے۔ فرمایا: ''جو کوئی اپنے بچے کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے' وہ کر لے''۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قربانی قرار دیا جسے اللہ نے مقرر کیا اور اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ اور اللہ کے قرب کا ذریعہ قرار دیا۔ اور اللہ کی قدرت وحکمت سے یہ بات بعید نہیں کہ اللہ اس عقیقے کو بچے کی حسن پرورش' سلامتی اور بقا کے ساتھ عرصہ زندگی میں شیطان کے ضرر سے محفوظ رہنے کا ذریعہ بنا دے۔ یہاں تک کہ مذبوح کا ہر عضو اس بچے کے ہر عضو کے بدلہ فدیہ ہو' اسی وجہ سے مستحب ہے کہ اس عقیقے کے جانور کو ذبح کرتے وقت وہی کلمہ پڑھا جائے جو قربانی کے جانور پر پڑھا جاتا ہے۔

ابو طالب کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ جب آدمی عقیقہ کرنے لگے تو کیا پڑھے۔ فرمایا: بسم اللہ پڑھے۔ اور عقیقے کی نیت کر کے ذبح کرے جیسے قربانی کی نیت کی جاتی ہے۔ یوں کہے' یہ فلاں بن فلاں کا عقیقہ ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے: اَللّٰهُمَّ مِنْكَ و لك. اے اللہ! یہ آپ کی طرف سے عطا کردہ ہے' آپ کے تقرب کے حصول کے لیئے قربان ہے۔

Marfat.com

اور جو صدقہ اور گوشت تقسیم کرنا قربانی میں مستحب ہے وہ عقیقے میں بھی مستحب ہے۔ بچے کی طرف سے ذبح کرنے کا مطلب ہے کہ اس کی طرف سے قربانی' فدیہ' صدقہ ہے اور بطور شکرانہ کھانا کھلایا جا رہا ہے۔ بڑی بڑی خوشیوں کے موقع پر' اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے' اور اس کی نعمت پر شکر ادا کرتے ہوئے جو کہ نکاح کا سب سے بڑا مقصد ہے' جب نکاح کے موقع پر کھانا کھلانا چاہیئے' جو کہ اس نعمت کو حاصل کرنے کا ذریعہ ہے' تو جب یہ نعمت حاصل ہو جائے تو کھانا کھلانا زیادہ لائق اور مناسب ہے۔

حضور ﷺ نے اسلام میں عقیقے کو لازم کیا اور بتایا کہ بچہ اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہوتا ہے' اور اس بات سے روکا کہ بچے کے سر پر خونؔ لگایا جائے اور اس بات کو مسنون قرار دیا کہ اس کے سر پر کچھ زعفران لگائی جائے' کیونکہ زمانہ جاہلیت میں لوگ تبرکاً بچے کے سر پر عقیقے کا خون لگاتے تھے' کیونکہ وہ عقیقے کے خون کو متبرک سمجھتے تھے' حتیٰ کہ اپنے معبودوں کو بھی تعظیماً وہ خون لگاتے تھے' چونکہ اس میں مشرکین کے ساتھ مشابہت تھی' چنانچہ آپ نے اس سے منع فرما دیا۔

اور اس کے بدلے اس کام کا حکم دیا جو کہ والدین' بچے اور مساکین کے لیئے نفع بخش ہے' یعنی بچے کے سر کو مونڈنا اور اس کے سر کے بالوں کے وزن کے مطابق سونا یا چاندی صدقہ کرنا' اور اس بات کو مسنون قرار دیا کہ وہ بچے کے سر پر زعفران جیسی خوشبو ملیں جو کہ گندے بدبودار ناپاک خون کے مقابلے میں خوش رنگ اور خوشبو دار ہے۔ زعفران سب سے خوش رنگ اور خوشبودار بوٹی ہے' اور بچے کے سر کو مونڈنے سے اس سے تکلیف دور ہو گی اور کمزور بالوں کا خاتمہ ہو گا' تا کہ ان کے بعد جو مضبوط بال اگیں وہ سر کے لیئے نفع بخش ہوں۔ نہ صرف یہ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس میں بچے کے سر سے بوجھ اتارنا ہے' اور اس کے سر کے مساموں کو کھولنا ہے تا کہ بخارات اور تپش آسانی کے ساتھ نکل جائے' جس سے اس کی بصارت' سماعت اور سونگھنے کی

Marfat.com

حس میں تقویت پیدا ہوگی۔

شریعت نے لڑکے کی طرف سے دو دنبے ذبح کرنے کا حکم دیا تا کہ لڑکے کی عظمت کا علم ہو' اور اسے جو اللہ نے مؤنث پر فضیلت عطا کی ہے اس کا پتہ چلے جیسے میراث' دیت اور گواہی میں' اسے اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔ اور یہ بھی حکم دیا کہ دونوں دنبے برابر اور یکساں ہوں۔

ابوداؤد کی روایت کے حوالے سے امام احمد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں بکریاں برابر سرابر ہوں۔ جبکہ میمونی کی روایت میں ہے کہ دونوں مماثل ہوں' اور جعفر بن حارث کی روایت میں ہے کہ ایک دوسرے کے مشابہ ہوں۔ کیونکہ یہ دونوں بکریاں بدلے اور فدیے میں ہیں' اس لیئے انہیں جنس اور عمر میں برابر کیا گیا' گویا ان دونوں کو ایک ہی بکری قرار دیا۔

**فائدہ** : مطلب یہ ہے کہ اگر فدیہ ایک ہی بکری سے ادا ہو جاتا تو مناسب یہ تھا کہ وہ اعلیٰ درجے کی ہو' جب دو بکریوں کا حکم دیا تو یہ نہیں کہا گیا' ایک کافی ہو جائے۔ کیونکہ ایک سے فدیہ ادا ہو جاتا اور دوسری اس پہلی کے تتمے کے طور پر ہو اور غیر مقصود ہو۔ تو اس وہم کو دور کرنے کے لیئے یہ حکم دیا کہ دونوں برابر ہوں۔

اس میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ عقیقہ ان عیوب سے پاک ہو' جن کے ہوتے ہوئے قربانی درست نہیں ہوتی۔

**فائدہ ③** : اس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ بچہ چونکہ اپنے عقیقے کے بدلے رہن ہوتا ہے تو عقیقہ کر دینے سے اسے رہن سے چھٹکارا مل جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبی ﷺ ہے۔

اس رہن کے معنی میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے والدین کی شفاعت نہیں کر سکتا۔ یہ عطاء کا قول ہے اور امام احمدؒ نے بھی انکی پیروی کی ہے۔ اور اس کا محل نظر ہونا مخفی نہیں۔ کیونکہ والد کے حق میں بچے کی

Marfat.com

سفارش اس کے برعکس سے بہتر نہیں' اور اس کا والد ہونا اس کے حق میں شفاعت کرنے کی وجہ سے نہیں' اسی طرح دیگر رشتہ داروں کے حق میں' اس لیئے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا ﴾ (سورة لقمان : ٣٣)

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھی مطالبہ ادا کرے''۔

﴿ وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ ﴾

(البقرة : ٤٨)

''اور ڈرو تم اس دن سے کہ نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکتا ہے' اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے''۔

﴿ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ ﴾ (بقرة : ٢٥٤)

''قبل اس کے کہ وہ دن قیامت کا آ جائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوستی ہو گی' اور نہ بلا اذن الٰہی کوئی سفارش ہو گی''۔

قیامت کے دن کوئی کسی کی سفارش نہ کرے گا' ہاں جب اللہ کی مشیت اور رضا ہو گی۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے سفارش کی اجازت اس شخص کی توحید اور اخلاص پر موقوف ہے' جس کے لیئے سفارش کی جا رہی ہے۔ اور سفارش کرنے والے کے قرب خداوندی پر اور اللہ کے ہاں اس کے مرتبے و منزلت پر اور قرابت اور باپ بیٹے کا رشتہ اس کا حق دار نہیں بناتا۔

سید الشفعاء اور اللہ کی سب سے مقرب ہستی ﷺ نے اپنے چچا' چچی اور بیٹی سے فرمایا' میں اللہ کے حضور تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔

Marfat.com

اسی شفاعت عظمیٰ کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں' جب رب کے سامنے سجدہ کریں گے اور سفارش کی درخواست کریں گے: ''میرے امتیوں کی حد بندی کر دی جائے گی' چنانچہ میں انہیں جنت میں داخل کروں گا''۔ معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی شفاعت بھی محدود ہوگی' اللہ کی مقررہ حد سے زائد سفارش نہ کر سکیں گے۔

تو یہ بات کیسے کہی جا سکتی ہے کہ بچہ اپنے باپ کی سفارش کرے گا۔ اور اگر اس کا عقیقہ نہ کیا گیا تو اسے باپ کی سفارش کرنے سے روک دیا جائے گا۔ یہ بات کسی دوسرے کے حق میں سفارش کرنے والے کے بارے میں نہیں کہی جاتی اور نہ ہی کوئی لفظ اس معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو یہ بتاتے ہیں کہ بندہ اپنے کسب کے بدلے رہن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴾ (سورة المدثر : ٣٨)

''ہر شخص اپنے اعمال کفریہ کے بدلے میں دوزخ میں محبوس ہوگا''۔

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا ﴾ (سورة الانعام : ٧٠)

''یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے''۔

تو مرتہن سے مراد محبوس ہے' خواہ اپنے فعل سے ہو یا غیر کے فعل سے۔ اور جو کسی دوسرے کی سفارش نہ کر سکے اسے مرتہن نہیں کہا جاتا۔ مطلقاً' بلکہ مرتہن اس شخص کو کہتے ہیں جسے کسی کام سے روک دیا گیا ہو جسے وہ حاصل کرنے کے درپے ہو۔ یہ لازم نہیں کہ وہ اس کی وجہ سے ہو' بلکہ کبھی تو اس کے اپنے فعل کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے اور کبھی کسی دوسرے کے فعل کی وجہ سے۔

بچے کی طرف سے اس قربانی کو اللہ تعالیٰ نے شیطان سے چھٹکارے کا ذریعہ قرار دیا ہے' جو کہ اس بچے کے دنیا میں آتے ہی اس سے چمٹ جاتا ہے اور اس کے کولہو میں نیزہ مارتا ہے۔ چنانچہ یہ عقیقہ شیطان کی قید سے خلاصی پانے کا ذریعہ ہے اور بچے کی اخروی مصالح کی طرف کوشش میں جو شیطان کی طرف سے رکاوٹ ہے'

Marfat.com

اس رکاوٹ کو دور کرتا ہے۔ گویا وہ شیطان کے ذبح کر دینے سے اس چھری سے محبوس ہے' جسے اس نے اپنے پیروکاروں کے لیئے تیار کر رکھا ہے۔ اس نے رب کی قسم کھائی ہے کہ وہ آدم کی اولاد کو سوائے چند ایک کے جڑ سے کاٹ پھینکے گا' اور جب سے بچہ اس دنیا میں تشریف لاتا ہے وہ اس وقت سے اس کی گھات میں بیٹھا ہے' جیسے ہی وہ دنیا میں آتا ہے' اس کا دشمن اس کی طرف جھپٹتا ہے' اور اس سے لپک جاتا ہے' اور اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اسے اپنے قبضے میں کرے اور اپنا قیدی بنا لے' اس کے تمام ساتھیوں اور چیلوں کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے۔

اکثر بچے اس کے گروہ اور لشکر کا حصہ بن جاتے ہیں' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ ﴾ (الاسراء : ٦٤)

''اور ان کو مال اور اولاد میں اپنا ساجھا کر لیں''۔

﴿ وَ لَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ ﴾ (سبا : ٢٠)

''اور واقعی ابلیس نے ان لوگوں کے بارے میں اپنا گمان صحیح پایا''۔

مولود چونکہ اس رہن میں ہوتا ہے' تو اللہ تعالیٰ نے اس کے والدین کو حکم دیا کہ وہ اس کی طرف سے بطور فدیہ ذبح کریں اور رہن کا پٹکا اس کی گردن سے اتار دیں۔ اگر وہ اس کا عقیقہ نہ کریں تو وہ برابر اس کی قید میں رہتا ہے' اسی وجہ سے حضور ﷺ نے جانور ذبح کرنے کا حکم دیا کہ جس سے یہ رہن ختم ہو جائے' اگر یہ گروی ہونا والدین کے ساتھ متعلق ہوتا تو آپ ﷺ یوں فرماتے' تم اپنی طرف سے جانور ذبح کرو تا کہ تمہاری اولاد کی شفاعت تمہارے حق میں ہو سکے۔ جب ہمیں اس کی ظاہری تکلیف اور ذبح کے ذریعے رہن کی باطنی تکلیف کے دور کرنے کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ اس سے مولود کو ظاہری اور باطنی تکلیف سے چھٹکارا ملے گا۔ **واللہ اعلم بمرادہ و رسولہ۔**

Marfat.com

فصل ۱۲:

# گوشت کو پکا کر تقسیم کرنا چاہیئے

خلال اپنی جامع میں باب باندھتے ہیں' عقیقے کو ذبح کرنے کے مستحبات کا بیان۔

عبدالملک میمونی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: کیا عقیقے کے گوشت کو پکانا چاہیئے؟ فرمایا: ہاں۔

اثرم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عقیقے کے گوشت کو ہڈیاں توڑے بغیر پکایا جائے۔

امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا عقیقے کے گوشت کو پکایا جائے گا؟ فرمایا: ہاں۔ کسی نے کہا: یہ تو مشکل ہو جائے گا۔ فرمایا: اس تکلیف کو برداشت کریں۔

ایک روایت یوں ہے کہ ابوعبداللہ سے عقیقے کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ اسے شوربے میں پکایا جائے؟ فرمایا: یہ مستحب ہے۔ پوچھا گیا: اگر کسی اور چیز کے ساتھ عمدہ کیا جائے۔ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جب اسے پکایا جائے گا' تو مساکین اور پڑوسی پکانے کے خرچے سے بچ جائیں گے اور یہ مزید احسان ہوگا۔ اور اس نعمت کا اور زیادہ شکر ادا ہوگا۔ اور پڑوسی' اولاد' اور مساکین سکون سے اس سے لطف اندوز ہوں گے۔ کیونکہ آدمی کو اگر پکا ہوا تیار شدہ گوشت دیا جائے تو اسے جو خوشی ہوگی وہ اس خوشی سے بہت زیادہ ہوگی کہ اگر اسے کچا گوشت دیا جائے کہ جس میں وہ پکانے کی تکلیف بھی اٹھائے۔

اسی وجہ سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ پکانے کی تکلیف کو برداشت کریں۔ نیز یہ کہ عام طور پر شکرانے کے طور پر جتنے کھانے دیئے جاتے ہیں' وہ سب پکے ہوتے ہیں۔

Marfat.com

اور کھانے کے متعدد نام ہیں:

القری : مہمانوں کا کھانا۔

المأدبة : دعوت کا کھانا۔

التحفة : ملاقاتی کا کھانا۔

الولیمة : شادی کا کھانا۔

الخرس : ولادت کا کھانا۔

العقیقة : ساتویں دن سر کے بال مونڈنے کا کھانا۔

العذیرة : ختنے کرنے کے وقت کا کھانا۔

الوضیمة : ماتم کا کھانا۔

النقیعة : سفر سے واپس پلٹنے کے عشائیہ میں دیئے جانے والا کھانا۔

الوکیرة : مکان کی تعمیر مکمل ہونے پر دعوتی کھانا۔

ان کھانوں کو کھلانا اخلاقی اور سخاوتی اعتبار سے کچا گوشت تقسیم کرنے سے بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل ۱۳:

## ہڈیاں توڑنا مکروہ ہے

خلال اپنی جامع میں باب باندھتے ہیں' عقیقے کے جانور کی ہڈیاں توڑنا منع ہے اور اس کا عضو عضو کاٹا جائے۔

ابوعبداللہ فرماتے ہیں کہ اس کی ہڈیاں نہ توڑی جائیں' ہاں البتہ ہر عضو کو الگ الگ کاٹا جائے' ہڈیاں توڑنا جائز نہیں۔

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ عقیقے کے گوشت کو کیسے کاٹا جائے؟ فرمایا: ہر عضو کو الگ کیا جائے' لیکن ہڈیاں نہ توڑی جائیں۔

Marfat.com

صالح، حنبل، فضل بن زیاد' ابوالحارث اور ابو طالب سے بھی مروی ہے کہ ابو عبداللہ نے کہا: عضو عضو الگ کیا جائے' لیکن ہڈیاں نہ توڑی جائیں۔

امام داؤد رحمۃ اللہ علیہ ''کتاب المراسیل'' میں جعفر بن محمد عن ابیہ نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دایہ کی طرف ایک ٹانگ بھیج دو اور کھاؤ پیو لیکن ہڈیاں نہ توڑو۔ (ترمذی ۱۵۱۹)

بیہقی میں ہے کہ حضرت ام کرز فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لڑکے کی طرف سے دو برابر سرابر بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔ عطا فرماتے ہیں کہ ہر عضو الگ الگ کاٹا جائے لیکن ہڈیاں نہ توڑی جائیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ پکانے کا بھی ذکر کیا۔

ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ عضو عضو علیحدہ علیحدہ کاٹا جائے اور شوربے میں پکایا جائے' اور پڑوسیوں کو ہدیہ کیا جائے۔

اس سلسلے میں جابر بن عبداللہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' ابن منذر عطاء سے اور عطاء ابوکرز سے نقل کرتے ہیں اور وہ دونوں فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن بن ابی بکر کے اہل خانہ میں سے کسی خاتون نے کہا' جب حضرت عبدالرحمٰن کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو ہم نے اونٹنی ذبح کی' تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نہیں مسنون تو یہ ہے' لڑکے کی طرف سے دو برابر بکریاں صدقہ کی جائیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری' اسے پکایا جائے لیکن ہڈیاں نہ توڑی جائیں۔ یہ کھانا اور صدقہ کرنا ساتویں دن ہو۔ اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودھویں دن ورنہ اکیسویں دن۔

ابن منذر اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ سنت واجبہ ہے' اور قربانی میں جن عیوب سے بچنا ضروری ہے' اس میں بھی ان سے بچنا ضروری ہے۔ نہ اس کا گوشت اور کھال بیچنا جائز ہے اور نہ اس کی ہڈیاں توڑنا۔ اہل خانہ اسے کھائیں اور صدقہ کریں' البتہ اس کا خون بچے کو نہ لگایا جائے۔

Marfat.com

ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے' ہاں وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس کی ہڈیوں کو توڑا جائے اور پڑوسیوں کو کھلایا جائے۔ اور جس طرح ولیمہ کی دعوت دی جاتی ہے' اس طرح اس میں لوگوں کو دعوت نہ دی جائے۔

ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہڈیاں توڑنے میں کوئی حرج نہیں۔

فرماتے ہیں کہ اس سے روکنے میں اور اس کی کراہت کے بارے میں کوئی صحیح حدیث نہیں کہ جس کی طرف رجوع کیا جائے۔ گوشت کی ہڈیاں توڑنا معمول ہے' اور کھانے کی مصلحت اور مکمل انتفاع اسی میں ہے۔ اور اس سے روکنے کی کوئی مصلحت نہیں۔ اور جو لوگ ہڈیاں توڑنے کو مکروہ خیال کرتے ہیں' ان کے دلائل وہ اقوال صحابہ اور تابعین ہیں جو پیچھے گزر چکے' اور ابوداؤد کی مرسل روایت ہے۔

اس کی حکمت کے بارے میں مختلف وجوہات ہیں:

① اس کھانے کی شرافت کا اظہار' اہم بات یہ ہے کہ جب یہ کھانا پیش کیا جائے اور پڑوسیوں کو ہدیہ کیا جائے تو مستحب یہ ہے کہ اس کے علیحدہ علیحدہ ٹکڑے ہوں اور ہر ٹکڑہ فی نفسہ کامل ہو۔ اس کی ہڈیوں کو توڑا نہ گیا ہو اور نہ ہی کوئی عضو کم ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں زیادہ سخاوت ہے' بنسبت چھوٹے چھوٹے ٹکڑے دینے کے۔

② جب تحفہ معزز ہو اور حقیر نہ ہو تو اسے جسے دیا جائے وہ اسے اچھی نگاہ سے دیکھتا ہے' اور اس سے ہدیہ دینے والے کی عظمت کا پتہ چلتا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے' اور اس سے اس بات کی نیک فالی لی جاسکتی ہے کہ اس سے بچے کے مرتبے اور بلند عزمی میں اضافہ ہو۔

③ جب فدیہ کا معمول یہی ہے تو مستحب یہی ہے کہ اس کی ہڈیوں کو نہ توڑا جائے' اس بات کی نیک فال لیتے ہوئے کہ اس سے مولود کے اعضاء صحیح سلامت اور قوی ہوں گے اور یہ کہ ہڈیاں ٹوٹنے سے بچ جائیں گی اور جنھوں نے ہڈیوں

Marfat.com

کے توڑنے کو مکروہ سمجھا ہے' وہ ایسے ہی جیسے عقیقہ نام رکھنا مکروہ ہے۔ چنانچہ یہ کراہت جو کہ ہڈیاں توڑنے میں ہے وہ ایسی ہے جیسی کراہت اس کا نام عقیقہ رکھنے میں ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل ۱۴:

## جانور کس عمر کا ہونا چاہئے

خلال اپنی جامع میں باب باندھتے ہوئے فرماتے ہیں: عقیقے میں کس عمر کا جانور مستحب ہے۔ اس کے ذیل میں مسائل ابو طالب کا ذکر فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابوعبداللہ سے عقیقے کے بارے میں دریافت کیا کہ چھوٹی بھیڑ کافی ہے یا بکری کا بڑا بچہ؟ فرمایا: نر بہتر ہے۔ جبکہ مذکر اور مؤنث دونوں مروی ہیں۔ اگر بھیڑ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ میں نے پوچھا: بکری کا بچہ؟ فرمایا عمر رسیدہ بہتر ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو بہتر ہے اور وہ قربانی کرنا چاہے تو کر لے۔ دلیل یہ ہے کہ جو جانور قربانی اور ہدی میں جائز ہے وہی اس میں بھی۔ اور یہ کہ یہ مسنون ہے۔ خواہ واجب مانیں یا مستحب' یہ صدقہ' ہدیہ' کھانے اور تقرب خداوندی حاصل کرنے میں ہدی اور قربانی کے قائم مقام ہے' جو عمر ان میں کافی ہے وہی اس میں بھی معتبر ہوگی۔

نیز یہ کہ یہ تام اور کامل مشروع ہے' اسی وجہ سے لڑکے کے حق میں دو بکریاں مشروع ہیں اور وہ بھی ایسی جو برابر سرابر ہوں' ایک میں دوسری کی نسبت نقص نہ ہو' اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ ان دونوں کی عمر وہی ہو جو قربانی کی ہے' اسی وجہ سے عمومی احکام میں یہ اس کے مثل ہے۔

ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ہے کہ آٹھ صنفوں میں سے جو کچھ قربانی میں جائز ہے وہی عقیقے میں بھی جائز ہے۔ جنھوں نے اس کے برعکس کیا ہے وہ بہت کم ہیں۔

Marfat.com

اور باقی رہی وہ روایت جسے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں نقل کیا ہے کہ محمد ابن ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا: عقیقہ مستحب ہے خواہ چڑیا کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ یہ کلام بطور مبالغہ اور تقلیل کے ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر سے گھوڑے کے بارے فرمایا' اگر وہ ایک درہم میں بھی دے تو نہ لینا۔ اور جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان لونڈی کے بارے میں: اگر وہ (لونڈی) زنا کرے تو اسے بیچ دو خواہ کجاوے کے ایک تنگ کے بدلے ہی کیوں نہ بیچنا پڑے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' عقیقہ قربانی کے قائم مقام ہے' اس میں اندھا' دبلا پتلا' عضو ٹوٹا اور بیمار جانور جائز نہیں۔ نہ تو اس کے گوشت کو بیچنا جائز ہے اور نہ کھال کو۔ البتہ ہڈیاں توڑی جاسکتی ہیں' اہل خانہ کھائیں اور صدقہ کریں۔

فصل ۱۵:

## عقیقے میں اشتراک جائز نہیں

عقیقے میں اشتراک جائز نہیں' یعنی سر کے بدلے سری ہی آئے گی' اس حکم میں عقیقہ قربانی اور ہدی کے مخالف ہے۔

خلال اپنی جامع میں فرماتے ہیں' سات افراد کی طرف سے اونٹ کا حکم۔

عبدالملک بن عبدالحمید کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا عقیقے میں اونٹ ذبح کیا جا سکتا ہے؟ فرمایا: لیث نے اونٹ کا عقیقہ کیا۔ میں نے پوچھا کہ کیا اونٹ سات افراد کی طرف سے ذبح کیا جائے گا؟ تو فرمایا کہ اس بارے میں میں نے کوئی حدیث نہیں سنی' اور میرا خیال ہے کہ عقیقے میں سات افراد کی طرف سے اونٹ کی قربانی درست نہیں۔

مصنف فرماتے ہیں' یہ قربانی چونکہ مولود کے فدیے کے قائم مقام ہے تو اس میں کامل دم کو ہی ذبح کرنا چاہیے' تاکہ نفس نفس کے بدلے فداء ہو۔ نیز یہ کہ اگر اس

Marfat.com

میں اشتراکیت درست قرار دی جائے تو بچے کی طرف سے ذبح کرنے میں جو مقصد ہے وہ حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ جانور ذبح کرنا ایک کی طرف سے ہوتا ہے' اور باقی اولاد کی طرف سے صرف گوشت کی تقسیم' اور مقصود بچے کی طرف سے جانور ذبح کرنا ہے اور یہی بات ہدی اور قربانی کے اندر اشتراکیت سے روکتی ہے۔ لیکن حضور ﷺ کی سنت اتباع کے زیادہ لائق ہے اور آپ ﷺ نے ہدی میں اشتراکیت کی اجازت دی ہے جبکہ عقیقے میں لڑکے کی طرف سے مستقل دو جانور ذبح کرنے کا حکم دیا تو ان دو بکریوں کے مقابلے میں اونٹ اور گائے نہیں آ سکتے۔[1] واللہ اعلم۔

فصل ۱۶:

## کیا بکریوں کے علاوہ اونٹ اور گائے کو ذبح کرنا بھی درست ہے یا نہیں؟

فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا عقیقے میں بکری کے علاوہ اونٹ اور گائے بھی جائز ہے یا نہیں۔

ابن منذر فرماتے ہیں: بکری کے علاوہ کے ساتھ عقیقہ کرنے میں اختلاف ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے بچے کا عقیقہ اونٹ سے کیا کرتے تھے۔ ابوبکرہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کی طرف سے اونٹ ذبح کیئے' اور اہل بصرہ کو کھلائے۔ حضرت حسن سے مروی ہے کہ حضرت انس بن مالک اپنے بچے کا عقیقہ اونٹ سے کیا کرتے تھے۔

پھر حدیث یحییٰ بن یحییٰ نقل کرتے ہیں کہ ابوبکرہ کا بیٹا عبدالرحمٰن جو کہ بصرہ میں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا' جب پیدا ہوا تو انہوں نے اونٹ ذبح کیئے اور اہل بصرہ کو کھلائے۔ اور کچھ نے اس کا انکار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے لڑکے

---

[1] مصنف کی یہ بات عجیب معلوم ہوتی ہے جبکہ احناف کے نزدیک اونٹ کو سات افراد کے عقیقے کے طور پر ذبح کرنا درست ہے۔ اسی طرح گائے کو بھی۔ اگر کوئی آدمی قربانی کرے اور اس میں ایک حصہ عقیقے کا ڈال دے تو یہ بھی جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

Marfat.com

کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا ہے' اور اس کے علاوہ کو ذبح کرنا جائز نہیں۔

یوسف بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ابن ابی ملیکہ حضرت حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ کے ہاں تشریف لے گئے' جبکہ منذر بن زبیر کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ فرماتے ہیں میں نے پوچھا' کیا تم نے اونٹ ذبح نہ کیئے۔ وہ کہنے لگے' جائے پناہ! میرے چچا کہا کرتے تھے' لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ میں دنبہ میرے نزدیک اونٹ اور گائے سے زیادہ پسندیدہ ہے' اور ہدی میں اونٹ بکری سے زیادہ بہتر ہے۔ اور ہدی میں اونٹ گائے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

ابن منذر فرماتے ہیں شاید کہ جنہوں نے عقیقے میں اونٹ اور گائے کو بھی جائز سمجھا ہے' ان کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہو' بچے کی پیدائش پر عقیقہ لازم ہے' اس کی طرف سے جانور ذبح کرو۔ کسی خاص جانور کا ذکر نہیں فرمایا۔ اس حدیث کے ظاہر کے بموجب جس جانور کو بھی ذبح کیا جائے گا وہ درست ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ یوں کہنا درست ہے کہ یہ حدیث مجمل ہے۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری اس کی تفسیر ہے۔ اور تفسیر مجمل سے بہتر ہے۔

فصل ۱۷:

## عقیقے کے گوشت کے مصرف کا بیان

خلال اپنی جامع میں فرماتے ہیں کہ' کس کس کو صدقہ کرنا اور ہدیہ کرنا جائز ہے۔

عبداللہ بن احمد اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا' عقیقے کے گوشت کو کھانا اور ہدیہ کرنا جائز ہے۔ حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ کو سنا کہ کسی نے ان سے عقیقے کے گوشت کے بارے پوچھا تو فرمایا جیسے چاہو کرو۔ فرمایا کہ ابن

Marfat.com

سیرین فرماتے تھے جیسے چاہو کرو۔ کسی نے پوچھا' اہل خانہ کھالیں؟ فرمایا: ہاں! لیکن سارا نہ کھائیں' لیکن کھائیں اور کھلائیں۔ اثرم کی روایت میں بھی یونہی ہے۔

ابن حارث اور ان کے بیٹے صالح کی روایت میں ہے کہ کھایا جائے اور پڑوسیوں کو کھلایا جائے۔ ان کے بیٹے عبداللہ نے ان سے پوچھا کہ عقیقے کے گوشت کی کتنی مقدار تقسیم کی جائے؟ فرمایا: جتنی چاہو۔

میمونی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا' کیا عقیقے کا گوشت کھایا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! کھایا جائے گا۔ پوچھا: کتنا؟ فرمایا' معلوم نہیں۔ قربانی کے بارے میں تو حدیث ابن مسعود اور ابن عمر ہے۔ پھر فرمایا کہ عقیقے کا گوشت کھانا درست ہے۔ میں نے پوچھا: یہ قربانی کے گوشت کے کھانے میں اس کے مشابہ ہے؟ فرمایا: ہاں! کھانا درست ہے۔ میمونی ہی فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ نے فرمایا: قربانی کا تیسرا حصہ پڑوسیوں کو ہدیہ کیا جائے گا۔ میں نے پوچھا' فقیر اور نادار پڑوسی؟ فرمایا: ہاں۔ پوچھا' کیا عقیقہ اس کے مشابہ ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اس کو اس کے مشابہ قرار دینا بعید من الصواب نہیں۔

خلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اثرم سے مروی ہے کہ ابوعبداللہ سے عقیقے کے بارے پوچھا گیا کہ کیا قربانی کی طرح اس کا گوشت ذخیرہ کیا جا سکتا ہے؟ فرمایا معلوم نہیں۔

جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ کو سنا کہ ان سے عقیقے کے بارے پوچھا گیا کہ کیا اس کا کچھ حصہ دایہ کو بھیجنا چاہیے؟ فرمایا: ہاں۔

عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ کو یہ فرماتے سنا' اس کا کچھ حصہ دایہ کو تحفہ میں دیا جائے۔ مروی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ کیا تو دایہ کو ہدیہ بھیجا۔

خلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی

Marfat.com

کریم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ دایہ کی طرف ایک ٹانگ بھیجیں۔

بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو حکم دیا کہ حضرت حسین کے بالوں کا وزن کر کے اس کے بقدر چاندی صدقہ کرو اور عقیقے کے جانور کی ٹانگ دایہ کو دو۔

عن حمید عن حسین عن جعفر بن محمد عن ابیہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عقیقے کے جانور کی ٹانگ دایہ کو دی۔

آیا ولیمے کی دعوت دینے کی طرح عقیقے کی دعوت بھی لوگوں کو دی جائے گی یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے یا ہدیہ بھیجا جائے گا اور لوگوں کو بلایا نہیں جائے گا؟

ابوعمرو بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس کی ہڈیوں کو توڑا جائے گا اور پڑوسیوں کو کھلایا جائے گا۔ اور جس طرح ولیمے میں دعوت دی جاتی ہے' اسی طرح اس میں دعوت نہیں دی جائے گی۔ فرماتے ہیں کہ ان کے علاوہ میں کسی کو نہیں جانتا کہ جس نے دعوت کو مکروہ سمجھا ہو۔ واللہ اعلم۔

فصل ۱۸:

## عقیقے اور قربانی کو اکٹھا کرنے کا حکم

خلال فرماتے ہیں' اس بارے میں باب کہ جو مروی ہے کہ عقیقے سے قربانی کفایت کر جاتی ہے۔

عبدالملک میمونی نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا جائز ہے کہ بچے کی طرف سے عقیقے کی جگہ قربانی کی جائے؟ فرمایا: معلوم نہیں۔ اور فرمایا: کچھ کا کہنا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا وہ تابعین ہیں؟ فرمایا: ہاں۔

عبدالملک ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ نے فرمایا کہ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ قربانی کرنا عقیقے سے کفایت کر جاتا ہے۔

Marfat.com

حنبل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ قربانی عقیقے سے کفایت کر جائے گی۔ ان شاء اللہ۔ اس شخص کی طرف سے جس کا عقیقہ نہیں کیا گیا۔

حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور قول ہے کہ ابوعبداللہ نے فرمایا' اگر بچے کی طرف سے قربانی کی تو عقیقے سے کافی ہو جائے گی۔ فرمایا: میں نے ابوعبداللہ کو دیکھا کہ انہوں نے قربانی کا ایک جانور خریدا جسے اپنے اور اپنے اہل کی طرف سے ذبح کیا۔ ان کا بیٹا عبداللہ چھوٹا تھا' پس اس جانور کو ذبح کیا۔ میں نے دیکھا یعنی اس عقیقے اور قربانی کو انہوں نے تقسیم کیا اور کھایا۔

عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے عقیقے کے بارے عید قربان کے دن پوچھا کہ کیا ایک جانور اس بات سے کفایت کر جاتا ہے کہ عقیقہ بھی ہو اور قربانی بھی؟ فرمایا: یا تو عقیقہ ہوگا' اور یا قربانی جیسے نیت کر لے۔ یوں ابوعبداللہ سے تین روایات مروی ہوگئیں۔

① کہ ایک جانور قربانی اور عقیقہ دونوں سے کفایت کر جاتا ہے۔

② کسی ایک سے کفایت کرتا ہے۔

③ توقف۔

اور دونوں کی طرف سے واقع نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کو ذبح کیا جاتا ہے' دو مختلف سبب کی وجہ سے تو ایک ذبح دونوں کے قائم مقام نہ ہوگا۔ جیسے دم متعہ اور دم فدیہ۔

اور کفایت کر جانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک ذبح سے مقصود حاصل ہو جاتا ہے' کیونکہ جس طرح بچے کا عقیقہ جائز ہے' اسی طرح اس کی طرف سے قربانی بھی' جب اس نے جانور ذبح کیا اور عقیقہ اور قربانی دونوں کی نیت کر لی تو درست ہو جائے گا۔ جیسے کسی آدمی نے دو رکعت نماز پڑھی اور تحیۃ المسجد اور سنت مکتوبہ دونوں کی نیت کر لی یا طواف کے بعد فرض یا سنت مکتوبہ پڑھ لیں تو جائز ہے۔ اس سے بھی اور طواف کی دو

Marfat.com

رکعتوں کی طرف سے بھی۔ اسی طرح اگر حج تمتع کرنے والے اور حج قران کرنے والے نے یوم نحر کو ایک بکری ذبح کی تو دم متعہ اور قربانی دونوں کی طرف سے کافی ہو جائے گی۔ واللہ اعلم۔

فصل ۱۹:

## جس شخص کے والدین نے اس کا عقیقہ نہ کیا ہو کیا بلوغت کے بعد وہ اپنا عقیقہ خود کرے گا؟

خلال فرماتے ہیں' جس شخص کا بچپن میں عقیقہ نہیں کیا گیا اس کے لیئے مستحب ہے کہ وہ بڑا ہو کر اپنا عقیقہ کرے۔ اس کے بعد اسماعیل بن سعید الشالنجی کے کچھ مسائل ذکر کیئے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے ایسے شخص کے بارے پوچھا کہ جسے اس کا والد بتائے کہ اس نے اس کا عقیقہ نہیں کیا تو کیا وہ اپنا عقیقہ کرے؟ فرمایا: یہ تو باپ پر لازم تھا۔

مسائل میمونی میں ہے' میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا' اگر کسی آدمی کا عقیقہ نہیں کیا گیا تو کیا وہ بڑا ہو کر اپنا عقیقہ کرے؟ فرمایا: مستحسن ہے کہ اگر بچپن میں کسی کا عقیقہ نہیں کیا گیا تو وہ بڑا ہو کر اپنا عقیقہ کرلے۔ مزید فرمایا: اگر انسان ایسا کرے تو مکروہ نہیں۔

فرماتے ہیں کہ عبدالملک سے ایک اور جگہ مروی ہے کہ انہوں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا بڑے ہو کر اپنا عقیقہ کرے۔ فرمایا: بڑے کے بارے میں میں نے کوئی حدیث نہیں سنی' پھر مجھ سے کہنے لگے' جو کرے تو اچھا ہے۔ ہم میں سے کچھ لوگ اسے واجب ٹھہراتے ہیں۔

Marfat.com

خلال کہتے ہیں کہ ابوداؤد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو یہ فرماتے سنا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقیقہ کیا۔ (بخاری ۶/۲۳۶)

احمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے اور عبداللہ بن محرر کو ضعیف قرار دیا ہے۔ خلال کہتے ہیں کہ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔

مصنف عبدالرزاق میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔ عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ انہوں نے ابن محرر کو اس حدیث کی وجہ سے ترک کیا ہے۔

## فصل ۲۰:

# عقیقے کے جانور کی کھال وغیرہ کا حکم

خلال کہتے ہیں کہ عبدالملک میمونی فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ سے کسی نے عقیقہ کے بارے دریافت کیا کہ کھال' سری اور اوجڑی' آنتیں وغیرہ۔ انہیں بیچا جا سکتا ہے یا صدقہ کیا جائے؟ فرمایا' صدقہ کیا جائے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عقیقے کے جانور کی کھال اور قربانی کی کھال کو عمل کی اجرت میں دینا مکروہ ہے۔ یعنی معنی یہ ہے کہ قصاب اور طباخ کو اجرت میں دینا مکروہ ہے۔ امام حنبل کی روایت میں یہ بات پہلے گزر چکی کہ جو چاہو کرو۔

عبداللہ کی روایت میں ہے کہ جسے چاہو تقسیم کرو۔

ابوعبداللہ بن حمدان کہتے ہیں کہ کھال' سری اور اوجڑی اور آنتوں کا بیچنا جائز ہے اور ان کی قیمت کو صدقہ کیا جائے۔ ایک قول یہ ہے کہ بیع حرام ہے اور درست نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ قربانی کا حکم عقیقے پر لگے گا اور نہیں بھی لگے گا۔ یعنی نفل اور

Marfat.com

تخریج کے اعتبار سے اس میں دو روایتیں ہیں اور فرق کرنا مشہور اور ظاہر روایت ہے۔

مصنف فرماتے ہیں' یہی وہ نص ہے جسے ہم نے مسائل میمونی میں ذکر کیا ہے' یہ ذکر کردہ کا بھی احتمال رکھتی ہے اور اس کے الٹ کا بھی' کہ انہیں چیزوں کو صدقہ کیا جائے نہ کہ ان کی قیمت کو۔ تو غور کیجیے' ہاں! مگر جب بیع کے بارے میں کوئی اور نص بھی آن موجود ہو۔

جعفر بن محمد کی روایت میں ہے کہ قربانی میں گائے کی کھال کے بارے دریافت کیا گیا' فرمایا: ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' فرماتے ہیں اس کو بیچا جائے گا' اور صدقہ کیا جائے گا۔ اور یہ مخالف ہے بکری کی کھال کے کہ جس کا مصلّی بنایا جائے۔ اور اس سے گھر میں نفع نہیں اٹھایا جا سکتا۔ فرمایا کہ گائے کی کھال کے بارے میں اسی طرح مروی ہے۔

خلال کہتے ہیں' عبدالملک بن عبدالحمید کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے گائے کی کھال بیچی اور اس کی قیمت صدقہ کر دی۔ فرمایا: اسے بیچا نہیں جا سکتا۔ کیونکہ اونٹ اور گائے کی کھال ۔سے کوئی بھی اس طرح فائدہ نہیں اٹھاتا کہ گھر میں اس پر بیٹھے۔ اس سے کوئی کام نہیں لیا جا سکتا' اسے بیچا جائے گا اور قیمت صدقہ کر دی جائے گی۔ جبکہ بکری کی کھال مختلف کاموں میں آ سکتی ہے۔

اثرم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ابوعبداللہ رضی اللہ عنہما کو سنا' اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کے قول کا ذکر کیا ہے کہ وہ گائے کی کھال کے بارے میں فرماتے تھے' اسے بیچا جائے گا اور صدقہ کر دیا جائے گا کہ مراد یہ ہے کہ اس کی قیمت بہت زیادہ ہو۔

ابو حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ سے اس گائے کی کھال کے بارے پوچھا گیا کہ جسے قربانی کے طور پر ذبح کیا گیا ہو۔ فرمایا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اسے بیچ کر قیمت صدقہ کر دیتے تھے۔

اسحاق بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ

Marfat.com

قربانی کی کھالوں کا کیا کیا جائے' فرمایا کیا ان سے نفع اٹھایا جائے اور قیمت صدقہ کر دی جائے؟ فرمایا: ہاں! حدیث ابن عمر یوں ہی ہے۔

مروزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ کا مذہب یہ ہے کہ قربانی کی کھالوں کو بیچا نہ جائے اور انہیں صدقہ کر دیا جائے۔ اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی کھالوں اور آنتوں اور اوجڑی وغیرہ کے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔

حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ قربانی کی کھالوں کا فرش بنا لینے میں کوئی حرج نہیں کہ جس پر بیٹھا جائے۔ اور اگر بیچا جائے تو قیمت صدقہ کر دی جائے۔ فرماتے ہیں: جو اس پر واجب ہو یا جس کی نذر مانی ہوئی ہو اور اس جیسی دیگر چیزیں انہیں بیچ کر قیمت صدقہ کی جائے گی' اور جو نفلی ہو اس سے اگر چاہے تو گھر میں فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔

فرماتے ہیں: جعفر بن محمد کی روایت میں ہے کہ قربانی کی کھال کو صدقہ کیا جا سکتا ہے' اور گھر میں اس سے چمڑا بھی بنایا جا سکتا ہے' بیچا نہیں جا سکتا۔

ابوالحارث کی روایت میں ہے' اسے صدقہ کیا جا سکتا ہے اور چمڑا بنایا جا سکتا ہے یا گھر میں مصلّی بنایا جا سکتا ہے۔

میمونی کی روایت میں ہے کہ بیچا نہیں جا سکتا صدقہ کیا جائے گا۔

پوچھا گیا: کیا بیچ کر قیمت کو صدقہ کیا جا سکتا ہے؟ فرمایا: نہیں اسے بھی صدقہ کیا جائے گا۔

احمد بن قاسم فرماتے ہیں کہ قربانی کی کھال کے بارے ابوعبداللہ نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ اس کے ثمن کے ذریعے چھلنی یا گھر میں استعمال کی کوئی چیز خریدی جائے۔ اور قصاب کو اُجرت میں نہ دیا جائے۔

ابوطالب کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے قربانی کی کھالوں کے بارے پوچھا۔ فرمایا' شعبی اور ابراہیم کہتے ہیں: اس سے چھلنی وغیرہ نہیں خریدی جا سکتی۔ فرمایا:

Marfat.com

دیگر کہتے ہیں: کہ کھال کے بدلے چھلنی وغیرہ خریدی جا سکتی ہے' اسے بیچ کر کوئی چیز نہیں خریدی جا سکتی۔ میں نے پوچھا: اس کے ساتھ عوض دیا جا سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: آپ کو کیا پسند ہے؟ فرمایا: اسے اللہ کی راہ میں دے دے اور بیچے نہ۔ کیونکہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کھال اور دیگر اشیاء صدقہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ میں نے پوچھا: قصاب کو دے سکتا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ میں نے پوچھا: میں اسے بیچ کر قیمت صدقہ کر دوں؟ فرمایا: نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں کو دے دیتے تھے' پھر وہ خود اپنے لیئے انہیں بیچتے تھے۔ میں نے پوچھا: میں اسے تین درہم میں بیچ دوں اور تین مساکین کو دے دوں؟ فرمایا: انہیں جمع کرو اور انہیں دے دو۔ فرمایا کہ مسروق اور علقمہ مصلی یا گھر کی کوئی چیز بنا لیتے تھے۔ سب سے زیادہ رخصت اس میں ہی ہے' گھر میں اس کا کچھ بنا لیا جائے۔

حرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں' میں نے احمد سے پوچھا: ایک شخص قربانی کی کھال لے کر اس کی اصلاح کر کے اس کی قیمت کو صدقہ کر دے اور کھال اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟ فرمایا: قربانی کی کھال بیچنے میں کوئی حرج نہیں۔

خلال فرماتے ہیں: گائے کی کھال بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کرنے کا بیان۔

ابو عبداللہ سے پوچھا گیا: گائے کی کھال کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اسے بیچ کر قیمت صدقہ کر دی جائے۔ اور یہ مخالف ہے بکری کی کھال کے کہ جس کا مصلی بنایا جائے' اور اس سے گھر میں فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ فرمایا: گائے کی کھال کا یہی حکم ہے۔

ابو الحارث فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ سے قربانی کی گائے کی کھال کے بارے پوچھا گیا۔ فرمایا: کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' وہ فرماتے ہیں کہ اسے بیچ کر صدقہ کر دیا جائے۔

مھنا کہتے ہیں کہ میں نے احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایسے شخص کے بارے پوچھا کہ جو

Marfat.com

قربانی کے لیئے گائے خریدے' اس کی کھال کو ۲۰ درہم میں بیچ دے یا ۲۰ سے زائد' اور کھال کی قیمت سے ایک اور قربانی کا جانور خرید کر اس کی قربانی کرے۔ اس شخص کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایا: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس بارے میں ایسا ہی مروی ہے۔

اسحٰق بن منصور فرماتے ہیں' میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ قربانی کی کھالوں کا کیا کیا جائے؟ فرمایا: ان سے نفع اٹھایا جائے اور قیمت صدقہ کر دی جائے۔ میں نے پوچھا: بیچ کر قیمت صدقہ کی جائے؟ فرمایا: ہاں! ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث وارد ہے' یہ رہیں وہ نصوص جو کہ عقیقے' قربانی' واجب اور مستحب طور پر ذبح کیے ہوئے جانوروں کی کھالوں کے بارے میں ہمارے خیال میں ہیں۔ واللہ اعلم۔

## فصل ۲۱:

# ذبح کے وقت کیا کہا جائے؟

ابن منذر کہتے ہیں: ''جس کا عقیقہ کیا جائے اس کا نام لینا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس کے نام پر ذبح کرو اور یوں کہو:

بِسْمِ اللّٰهِ ، اَللّٰهُمَّ لَكَ وَ اِلَيْكَ هَذِهِ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ.

ابن منذر کہتے ہیں: یہ بہتر ہے۔ اگر عقیقے کی نیت کرے اور زبان سے نہ کہے تو ان شاءاللہ جائز ہو جائے گا۔

خلال کہتے ہیں: ''عقیقے کے وقت کیا کہا جائے؟''

ابو طالب نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ جب آدمی عقیقہ کرنے لگے تو کیا کہے؟ فرمایا: یوں کہے' بِسْمِ اللّٰه اور جس طرح قربانی کی نیت کرتا ہے' اسی طرح نیت کر کے ذبح کرے۔ یوں کہے: هَذِهِ عَقِيْقَةُ فُلَانِ بْنِ فُلَان.

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ وہ نیت اور لفظ دونوں کا اعتبار کرتے ہیں' جیسے غیر کی طرف سے احرام اور تلبیہ میں نیت اور لفظ دونوں کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور یوں کہتے ہیں:

لبیك اللهم عن فلان ... یا ... اِحرامی عن فلان.

اس سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جب کسی کو کسی عمل کا ثواب ہدیہ کرے تو یوں نیت کرے۔ اللّٰهم هذا عن فلان. یا اس کا ثواب فلاں کے لیئے لکھ دے۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ اسے شرط کے ساتھ معلق کر دے اور یوں کہے: اے اللہ اگر تو نے مجھ سے میرا یہ عمل قبول کر لیا تو اس کا ثواب فلاں کو پہنچا دے۔ کیونکہ معلوم نہیں کہ اس کا یہ عمل قبول ہوتا بھی ہے یا نہیں۔

اس کی کوئی ضرورت نہیں' کیونکہ حدیث اس کا رد کرتی ہے' کیونکہ حضور ﷺ نے اس شخص سے یوں نہ کہا کہ جسے شبرمہ کی طرف سے تلبیہ پڑھتے ہوئے سنا کہ یوں کہو: اے اللہ اگر تو نے میرے احرام کو قبول کر لیا ہے تو اسے شبرمہ کی طرف سے قبول کر لے۔ اور نہ ہی کسی ایسے شخص کو کہا کہ جسے کسی قریبی کی طرف سے حج کرتے ہوئے سنا۔ کسی ایک حدیث میں بھی ایسا مروی نہیں اور آپ کی رہنمائی کی اتباع سب سے افضل ہے۔

اور نہ ہی یہ بات سلف صالحین میں سے کسی سے مروی ہے کہ انہوں نے غیر کی طرف سے دی جانے والی قربانی' عقیقہ اور ہدیہ کو شرط کے ساتھ معلق کیا ہو۔ بلکہ ان سے تو یوں منقول ہے کہ اے اللہ یہ فلاں بن فلاں کی طرف سے ہے اور یہی کافی ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بندے تک وہی عمل پہنچائیں گے کہ جسے قبول کریں گے' چاہے کرنے والا شرط لگائے یا نہ لگائے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

فصل ۲۲:

## ساتویں دن کے ساتھ مخصوص ہونے کا بیان

کچھ چیزیں ہیں جن کا تعلق ساتویں دن کے ساتھ ہے۔

عقیقہ' سر مونڈنا' نام رکھنا' ختنے کرنا۔ عقیقہ اور سر مونڈنا تو بالاتفاق ساتویں دن مستحب ہے' اور نام رکھنا اور ختنے کرنا' ان میں اختلاف ہے۔ اسے ہم ان شاء اللہ آئندہ چل کر بیان کر دیں گے۔ اور ساتویں دن عقیقہ کرنے کے بارے دلائل گزر چکے۔

اور اس کی حکمت یہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو صحت اور بیماری کے بارے میں اس کا معاملہ متردد ہوتا ہے' معلوم نہیں ہوتا کہ وہ زندہ رہے یا نہ رہے۔ حتیٰ کہ جب اتنی مدت گزر جاتی ہے کہ جس میں پیش آنے والے حالات اس کی جسمانی صحت کا علم دیتے ہیں' اور اس بات کا کہ وہ زندگی کے قابل ہے اور اس کے لیئے جو مدت مقرر ہے وہ ہفتے کے ایام ہیں' کیونکہ یہ یومیہ دور ہے جس طرح سال' ماہانہ دور ہے۔

یہی وہ زمانہ ہے کہ جسے اللہ نے آسمان اور زمین کی تخلیق کے دن کے لیئے مقرر کیا' اللہ تعالیٰ نے اس عالم کی تخلیق کو چھ دن کے ساتھ خاص کیا اور ہر دن کا ایک نام رکھا جو کہ اسی کے ساتھ خاص ہے۔ اور ہر دن میں ایک خاص خلقتی صنف کو رکھا جو کہ اس میں پائی جاتی ہے' اور تخلیق کے تمام اور کامل ہونے کا دن مقرر کیا۔ اور وہ تمام مخلوق کے اکٹھے ہونے اور مسلمانوں کی عید کا دن ہے' کہ جس میں وہ رب کی عبادت' ذکر و ثناء' تحمید و تمجید اور دنیاوی مشاغل سے فارغ ہو کر اس کے شکر اور اس کی خدمت بجالانے کے لیئے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور اس دن کے مبدأ اور معاد کا بھی ذکر کیا۔ اور یہی وہ دن ہے کہ جس دن رب جل جلالہ عرش پر مستوی ہوا۔ اور یہی وہ دن ہے جس دن اللہ نے ہمارے جد امجد آدم علیہ السلام کو پیدا کیا' اور اسی دن انہیں جنت میں ٹھہرایا' اور اسی دن جنت سے انہیں نکالا' اور اسی دن دنیا کی مدت ختم ہوگی اور قیامت آئے گی۔ اور اسی دن اللہ تعالیٰ مخلوق کا

Marfat.com

حساب کتاب لیں گے' اور اہل جنت کو ان کے ٹھکانوں پر جلوہ افروز کریں گے اور اہل جہنم کو ان کی جگہوں پر پہنچائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ ایام عمر کے سب سے پہلے مرتبے کے ہیں' جب مولود انہیں مکمل کر لیتا ہے تو وہ دوسرے مرتبے میں منتقل ہو جاتا ہے' جو کہ مہینوں کا مرتبہ ہے۔ جب انہیں مکمل کر لیتا ہے تو ایک تیسرے مرتبے میں منتقل ہو جاتا ہے جو کہ سالوں کا ہے۔ جو یہ مکمل نہ کر سکا تو اس کی تخلیق تمام نہ ہوئی اور جوان ایام سے بڑھ گیا تو وہ مکرر ہے اس کی تعداد میں سے جو گزر گیا اسے دوبارہ دہرایا جائے گا۔ یہ چھ تخلیق کی تکمیل کی انتہا ہیں اور چھٹے آخری دن میں تکمیل ہوتی ہے۔ پس مولود کا نام رکھنا اور اس سے تکلیف کو دور کرنا اور اس کا فدیہ ادا کرنا اور رہن سے اسے چھٹکارا دینا ساتویں دن میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے ساتویں دن کو عید قرار دیا ہے۔ اس میں وہ اکٹھے ہو کر رب کا شکر ادا کرتے ہیں:

﴿ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ﴾ (آل عمران : ۱۷۰)

''وہ خوش ہیں اس چیز سے جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے''۔

یعنی جو اللہ نے اس سے پہلے زمانے میں مخلوق پیدا کی ان سب پر انہیں فضیلت دی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کو ہر سات دنوں میں بندے کی حالت کے بدلنے کے ساتھ خاص کیا' یہ سات اس کی زندگی کے طبقات میں سے ایک طبق اور ایک طور ہیں۔ اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ ساتویں دن مریض کی حالت بدل جاتی ہے یا تو قوت کی طرف بڑھتی ہے یا پستی کی جانب۔

جب اللہ تعالیٰ کی حکمت اس بات کا تقاضا کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیئے ہر سات دنوں میں سے ایک دن مقرر کیا کہ جس دن وہ اس کی جناب کی طرف تضرع اور عاجزی کریں اور دعا کریں یہ چیز ان کی اصلاح معاش اور معاد میں اہم سبب ہے اور بہت سی برائیوں کو دور کرنے کا ذریعہ ہے۔ پس کیا ہی کہنے اس ذات کے کہ جس کی حکمت انسانی عقلوں پر غالب ہے' اس کی تشریع میں اور تخلیق میں۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

# سر مونڈنا اور بالوں کے وزن کے بقدر صدقہ کرنا

ابو عمر ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ عقیقے کے وقت بچے کا سر مونڈنے کو علماء مستحب سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ سے حدیث عقیقہ کے اندر مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا سر مونڈا جائے اور نام رکھا جائے۔ (ترمذی ۱۵۲۲' ابوداؤد ۲۸۳۸' نسائی ۴۲۲۵' ابن ماجہ ۳۱۶۵' بخاری ۶/ ۲۱۷' مسلم ۲۱۴۷)

خلال جامع میں فرماتے ہیں: ''بچے کا سر مونڈنے اور بالوں کے بقدر صدقہ کرنے کا بیان''۔

صالح کے والد فرماتے ہیں کہ ساتویں دن سر مونڈنا مستحب ہے۔ (ترمذی ۱۵۱۹)

سلیمان بن عامر حضور ﷺ کا ارشاد کہ ''بچے سے تکلیف دور کرو'' کا مطلب بیان کرتے ہیں کہ اس کا سر مونڈ واؤ۔

حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ کو یہ فرماتے سنا: بچے کا سر مونڈا جائے۔

فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ کیا بچے کا سر مونڈا جائے گا؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے پوچھا: کیا سر پر خون ملا جائے؟ کہا: نہیں' یہ جاہلیت کا کام ہے۔

صالح بن احمد اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کے سر منڈوائے اور ان کے بالوں کے بقدر چاندی صدقہ کی۔

حنبل کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ کو یہ فرماتے سنا کہ بچے کے بالوں کے بقدر صدقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

مؤطا امام مالک میں جعفر بن محمد اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن اور حضرت حسین' حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم کے بالوں کا وزن کیا اور وزن کے بقدر چاندی صدقہ کی۔

مؤطا ہی میں محمد بن علی بن حسین سے مروی ہے کہ فاطمہؓ بنت رسول اللہ نے حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کے بالوں کا وزن کر کے اتنی مقدار چاندی صدقہ کی۔

Marfat.com

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ساتویں دن حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے سر مونڈنے کا حکم دیا' چنانچہ ان دونوں کا سر مونڈا گیا اور بالوں کے وزن کے بقدر چاندی صدقہ کی گئی۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی کو یہ فرماتے سنا کہ حضرت فاطمہ بنت رسول اللہؐ کے ہاں جس بچے کی بھی ولادت ہوتی اس کا سر مونڈنے کا حکم ارشاد فرماتیں اور بالوں کے وزن کے بقدر چاندی صدقہ کرتیں۔

عطاء فرماتے ہیں کہ ذبح سے پہلے حلق کیا جائے گا۔

ابوعمرو کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عقیقے کو مناسک حج سے جدا کیا جا سکے اور مشابہت کو ختم کیا جائے کیونکہ اس میں مسنون یہ ہے کہ حلق سے پہلے قربانی کی جائے' اور عطاء کے علاوہ سے یہ بات منقول نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا عقیقہ ایک بکری سے کیا۔ اور فرمایا: اے فاطمہؓ! اس کا سر منڈواؤ اور بالوں کے وزن کے بقدر چاندی صدقہ کرو۔ اور ان بالوں کا وزن ایک درہم یا ایک درہم کا کچھ حصہ تھا۔

بیہقی نے حضرت ابورافع سے نقل کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی والدہؓ نے ان کی ولادت کے وقت ایک بڑے دنبے سے عقیقہ کرنا چاہا' چنانچہ وہ حضور ﷺ کے پاس تشریف لائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا عقیقہ نہ کرو' ہاں پہلے اس کا سر منڈواؤ اور بالوں کے وزن کے بقدر اللہ کی راہ میں چاندی صدقہ کرو۔ جب اگلے سال حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی تو پھر یہی کیا۔ بیہقی فرماتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے عقیقہ کرنے کی ذمہ داری اپنے آپ کو سونپ دی' جیسا کہ مروی ہے۔

مسئلہ قزع:

قزع کے مسئلے کا تعلق بھی سر مونڈنے کے ساتھ ہے۔ قزع سے مراد یہ ہے

Marfat.com

کہ سر کا کچھ حصہ مونڈا جائے اور باقی چھوڑ دیا جائے۔

صحیحین میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قزع سے منع فرمایا۔ (بخاری باب ۷۳' القزع: ۷/۶۰) اور قزع سے مراد ہے کہ بچے کے سر کا کچھ حصہ مونڈا جائے اور باقی چھوڑ دیا جائے۔

ہمارے شیخ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عدل سے کمال محبت کا نتیجہ ہے کہ انسان کی اپنی ذات کے بارے میں بھی اس کا حکم دیا ہے۔ اور سر کے کچھ حصے کو مونڈنے اور باقی کو چھوڑنے سے منع فرمایا ہے' کیونکہ یہ سر کے ساتھ ظلم ہوگا کہ کچھ حصے کو ڈھانپے رکھا جائے اور کچھ کو برہنہ چھوڑ دیا جائے۔

اسی کی مثال ہے کہ سورج کی روشنی اور سایہ کے درمیان بیٹھنے سے روکا۔ کیونکہ اس میں بدن کے کچھ حصے پر ظلم ہوگا' اس کی ایک اور مثال: کہ انسان کو ایک پاؤں میں جوتا پہن کر چلنے سے منع فرمایا گیا ہے' یا تو دونوں پاؤں میں جوتا پہنے یا دونوں پاؤں ننگے رکھے۔

قزع کی چار صورتیں ہیں:

① سر کی چیدہ چیدہ جگہوں کو مونڈا جائے۔ یہ ماخوذ ہے تقزع السحاب یعنی بادلوں کا ٹوٹ کر بکھرنا۔

② سر کے درمیان کو مونڈ دیا جائے اور اردگرد کا حصہ بغیر مونڈے چھوڑ دیا جائے' جیسا کہ عیسائیوں کے رؤساء کرتے ہیں۔

③ سر کا درمیانی حصہ بغیر مونڈے چھوڑ دیا جائے اور اطراف سے مونڈ دیا جائے۔ جیسا کہ اوباش اور جہلاء بیوقوف کرتے ہیں۔

④ سر کے اگلے حصے کو مونڈ دیا جائے اور پچھلا حصہ چھوڑ دیا جائے۔ یہ سب قزع کی صورتیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

# نام رکھنے کے وقت اور احکام کا بیان

فصل ۱ ☆ نام رکھنے کا وقت
فصل ۲ ☆ کون سے نام مستحب ہیں اور کون سے مکروہ
فصل ۳ ☆ کسی مصلحت کی وجہ سے نام بدلنا
فصل ۴ ☆ بچے کی کنیت رکھنا جائز ہے
فصل ۵ ☆ نام رکھنے کا حق باپ کو ہے نہ کہ ماں کو
فصل ۶ ☆ نام' کنیت اور لقب کے درمیان فرق
فصل ۷ ☆ آپ ﷺ کے نام پر نام رکھنے کا بیان اور مفرد اور جملے کنیت رکھنے کا بیان اور اس میں وارد احادیث کا بیان۔
فصل ۸ ☆ ایک سے زائد نام رکھنا جائز ہے۔
فصل ۹ ☆ اسم اور مسمی کے درمیان تعلق کا بیان۔
فصل ۱۰ ☆ قیامت کے دن مخلوق کو ان کے آباء کے نام سے پکارا جائے گا نہ کہ امہات کے نام سے۔

## فصل ۱:

## نام رکھنے کا وقت

خلال اپنی جامع میں فرماتے ہیں: بچے کا نام رکھنے کا بیان۔

عبدالملک بن عبدالحمید نے پوچھا کہ ہمیں بتایئے کہ بچے کا نام کب رکھا جائے؟ تو ابوعبداللہ نے فرمایا: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے تو یہ مروی ہے کہ تیسرے دن

Marfat.com

نام رکھا جائے اور سمرہ کی روایت میں ہے کہ ساتویں دن نام رکھا جائے۔

یعقوب بن بختان فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ نے کہا: حضرت انس فرماتے ہیں کہ تیسرے دن نام رکھا جائے گا اور حدیث سمرۃ میں ہے کہ ساتویں دن نام رکھا جائے گا۔

صالح سے مروی ہے کہ ان کے والد فرماتے ہیں کہ ساتویں دن نام رکھنا مستحب ہے۔

ابن منذر فرماتے ہیں اپنی کتاب ''الاوسط'' میں: ''ساتویں دن بچے کے نام رکھنے کا بیان'' آپؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے ساتویں دن بچے کے نام رکھنے کا حکم دیا۔ اور اس روایت کی سند عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ اس سے مراد عمرو بن شعیب کی اپنے باپ اور دادا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ساتویں دن بچے کے نام رکھنے' عقیقہ کرنے اور اس سے تکلیف دور کرنے کا حکم دیا۔ جس کا ذکر ہو چکا۔ پھر حدیث سمرۃ کو بیان کیا ہے۔

جبکہ امام بیہقی فرماتے ہیں مولود کے نام رکھنے کے بیان میں کہ سات والی روایت سے اصح ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب عبداللہ بن ابی طلحہ کی پیدائش ہوئی تو میں انہیں حضورؐ کے پاس لے گیا جبکہ رسول اللہ ﷺ اونٹ کو تارکول مَل رہے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کھجور ہے؟ میں نے حضورؐ کو کچھ کھجوریں پکڑائیں۔ آپؐ نے انہیں اپنے منہ میں ڈالا انہیں نرم کر کے بچے کے منہ میں ڈال دیا۔

پھر آپؐ نے فرمایا: ''انصار کا پسندیدہ میوہ کھجور ہے''۔ (بخاری ۲۱۶/۶)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا میں اسے لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے اس کا نام ابراہیم رکھا

Marfat.com

اور اس کے تالو پر کھجور مل کر لگائی۔

مصنف فرماتے ہیں: صحیحین میں حضرت سہل بن سعد الساعدی سے مروی ہے کہ جب منذر بن ابواُسید پیدا ہوئے تو انہیں حضورؐ کی خدمت میں لایا گیا حضورؐ نے انہیں اپنی ران مبارک پر رکھا جب کہ ابواسید بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

ابواسید نے اپنے بیٹے کو حکم دیا اور حضورؐ کی ران سے انہیں اٹھالیا گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا: بچہ کہاں ہے؟ ابواسید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہم نے اسے اٹھالیا ہے۔

فرمایا: اس کا نام کیا ہے؟ وہ کہنے لگے فلاں نام ہے۔ فرمایا: نہیں اس کا نام منذر ہے۔ (بخاری ۷/ ۱۱۷)

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رات میرے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی میں نے اس کا نام اپنے والد ابراہیم کے نام پر رکھا۔ باقی حدیث میں ان کی موت کا تذکرہ ہے۔

ابوعمر بن عبداللہ ''الاستیعاب'' میں فرماتے ہیں: حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا نے ذی الحجہ ۸ھ میں حضرت ابراہیم کو جنم دیا۔ جبکہ زبیر اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو عالیہ مقام پر جنم دیا تھا۔ ساتویں دن ان کے عقیقے میں دنبہ ذبح کیا' ان کا سر مونڈا گیا' ابو ہند نے ان کا سر مونڈا' اور بالوں کے وزن کے بقدر چاندی مساکین پر صدقہ کر دی گئی۔ ان کے بالوں کو زمین میں دفن کر دیا گیا اور اسی دن نام رکھا گیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قول یونہی ہے۔ اور ساتویں دن نام رکھا۔ جبکہ حدیث مرفوع ان کے قول سے اصح اور اولیٰ ہے۔

پھر حدیث انس رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے: کہ ان کی دایہ سلمیٰ جو حضور ﷺ کی آزاد کردہ تھیں اپنے خاوند ابورافع کے ہاں گئیں اور انہیں بتایا کہ حضرت ماریہؓ کے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی ہے تو ابورافع حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خوشخبری دی تو

Marfat.com

آپؐ نے انہیں غلام ہبہ کیا۔

مصنف فرماتے ہیں: حضرت ماریہ اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما کے واقعے میں کئی سنتیں ہیں:

۱۔ ہدیہ قبول کرنا مستحب ہے۔
۲۔ اہل کتاب کا ہدیہ قبول کرنا۔
۳۔ غلام کا ہدیہ قبول کرنا۔
۴۔ لونڈی کے ساتھ ہم خوابی کرنا۔
۵۔ جس کے ہاں بچے کی پیدائش ہو اس کے خوشخبری دینا۔
۶۔ خوشخبری سنانے والے کو کچھ دینا مستحب ہے۔
۷۔ مولود کا عقیقہ کرنا۔
۸۔ عقیقہ ساتویں دن کرنا۔
۹۔ سر مونڈنا
۱۰۔ بالوں کے وزن کے بقدر چاندی صدقہ کرنا۔
۱۱۔ بالوں کو زمین میں دفن کرنا پاؤں تلے نہ روندنا۔
۱۲۔ ولادت کے دن بچے کا نام رکھنا۔
۱۳۔ بچے کو ماں کے علاوہ کسی اور عورت کو دودھ پلانے اور پرورش کے لیئے دینا جائز ہے۔
۱۴۔ والد کا اپنے بچے کی عیادت کرنا۔

کیونکہ جب حضورؐ کو ان کی بیماری کا علم ہوا تو ان کی طرف چل پڑے اور ابوسیف جو کہ لوہار تھے ان کے گھر میں ان کی عیادت کی۔ ان کے لیئے دعا کی سینے سے لگایا جبکہ آپؐ رنجیدہ خاطر تھے' آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور دل غمگین ہے لیکن ہم وہی بات کہیں گے جس سے رب راضی ہو اور

Marfat.com

اے ابراہیمؑ! ہم تیری جدائی میں غمگین ہیں۔ (بخاری ۲/۸۵)

۱۵۔ میت پر آنسو بہانا جائز ہے۔

فضیل بن عیاض کے مناقب میں مذکور ہے کہ وہ اپنے بیٹے علی کی موت پر ہنسنے لگے تو کسی نے ان سے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا اللہ نے جو فیصلہ کرنا تھا کر دیا مجھے پسند ہے کہ میں اس کے فیصلے پر راضی رہوں۔ اور آپ کی ہدایت کامل اور افضل ہے۔

آپؐ نے رب کی قضا پر رضامندگی کے ساتھ ساتھ بچے پر رحمدلی کا بھی مظاہرہ کیا۔ کیونکہ جب آپ سے سعد بن عبدہؓ نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ رحمت ہے اور اللہ اپنے رحیم بندوں پر رحم کرتا ہے۔ (بخاری ۷/۷۵)

جبکہ فضیل ان دونوں چیزوں کو جمع نہ کر سکے ان کے لیئے رب کی قضا پر رضامندگی کے ساتھ ساتھ بچے پر شفقت کرتے ہوئے رونے کی گنجائش نہ ہو سکی۔ یہ جواب ہم نے اپنے شیخ سے سنا ہے۔

۱۶۔ میت پر غمگین ہونا اور اس سے اجر میں کمی نہ ہوگی۔ جبکہ ایسا فعل یا قول نہ کرے کہ جو رب کی رضا کے خلاف ہو یا اس کی رضا کے قول یا فعل کو نہ چھوڑے۔

۱۷۔ بچے کو غسل دینا۔ مروی ہے کہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی حضرت ام بردۃ جو کہ براء بن اوس کی زوجہ تھیں انہوں نے انہیں غسل دیا اور اپنے گھر سے ایک چھوٹے سے تخت پر اٹھا کر قبر تک لے گئیں۔ (بخاری ۲☆/۸۵)

۱۸۔ بچے کی نماز جنازہ پڑھنا۔

ابن عبداللہ فرماتے ہیں حضورؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

یہ جمہور اہل علم کا قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ شعبی بھی یونہی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا جبکہ وہ ۱۶ ماہ کے تھے چنانچہ حضورؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔

Marfat.com

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضورؐ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو دفن تو کیا لیکن نماز جنازہ نہ پڑھائی۔ فرماتے ہیں: یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ جمہور علماء کا کہنا ہے کہ جب بچہ پیدائش کے بعد آواز نکالے تو اس کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔ یہ بات سلف اور خلف سے عملاً ثابت ہے۔

اس روایت کے علاوہ صرف سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اور کوئی نہیں۔

فرماتے ہیں کہ ممکن ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا مطلب یہ ہو کہ جماعت کے ساتھ نماز نہ پڑھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دے دیا ہو اور انہوں نے نماز پڑھی ہو اور حضورؐ تشریف نہ لائے ہوں تو یہ علماء کے عمل کے مخالف نہ ہوگا اور اس بات پر محمول کرنا بہتر ہے۔

کسی اور کا قول ہے کہ حضورؐ صلاۃ کسوف کی وجہ سے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھ سکے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم کی وفات کے دن سورج کو گرہن لگ گیا تھا۔ حضورؐ صلاۃ کسوف میں مشغول ہو گئے کیونکہ لوگ کہنے لگ پڑے تھے کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے سورج کو گرہن لگ گیا ہے۔

تو حضورؐ نے خطبہ کسوف ارشاد فرمایا اور فرمایا: یہ سورج اور چاند خدا تعالیٰ کی نشانیاں ہیں نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے انہیں گرہن لگتا ہے اور نہ کسی کی زندگی سے۔ اور اللہ ان کے ذریعے اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ (بخاری ۲/۲۴ تا ۲۵)

سنن ابوداؤد میں بچے کی نماز جنازہ کا باب ہے جس کے ذیل میں حدیث عائشہؓ مروی ہے کہ حضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا جبکہ وہ ۱۸ ماہ کے تھے تو حضورؐ نے ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ پھر بیہقی کی روایت نقل کرتے ہیں کہ جب حضورؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضورؐ نے مقاعد کے مقام پر ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ یہ روایت مرسل ہے۔ اور بیہقی ابوعبداللہ بن یسار ہیں جو کہ مصعب بن زبیر کے آزاد کردہ ہیں اور تابعی ہیں۔

Marfat.com

حضرت عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جبکہ وہ ستر دن کے تھے۔ یہ روایت بھی مرسل ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں عمر کے بارے وہم ہوا ہے۔

بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ روایات اگرچہ مرسل ہیں لیکن باہم مربوط ہیں۔

آپ کا اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہے اور یہ بات اولیٰ ہے اس روایت سے جس میں نماز جنازہ نہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ اور جو حدیث موصول ہے وہ حدیث براء بن عازب رضی اللہ عنہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی نماز جنازہ پڑھائی۔ جن کی وفات سولہ ماہ کی عمر میں ہوگئی تھی۔ اور فرمایا: یہ اپنی مدت رضاعت جنت میں پوری کرے گا اور یہ صدیق ہے۔ (بخاری ۲/ ۱۱۸)

یہ حدیث ثابت نہیں کیونکہ یہ جابر جعفی سے مروی ہے اور اس کی حدیث قابل حجت نہیں۔ لیکن یہ حدیث بھی' عطاء اور شعبی کی مرسل کے ساتھ ایک دوسرے کی تائید کرتی ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں ان کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی اس وجہ سے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے والد تھے۔ جس طرح شہادت کی وجہ سے شہداء کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی' یہ سب سے فاسد قول ہے اور جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور صدیقین کی نماز جنازہ کو تو مشروع قرار دیا اور صحابہؓ نے حضورؐ کی نماز جنازہ بھی پڑھی۔

البتہ شہید کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی کیونکہ نماز جنازہ غسل کے بعد ہوتی ہے اور شہید کو غسل ہی نہیں دیا جاتا۔

۱۹۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کے روز سورج گرہن ہوا۔ لوگ کہنے لگے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات کی وجہ سے سورج گرہن ہوا ہے۔ حضورؐ نے خطبہ کسوف ارشاد فرمایا' اور فرمایا: سورج اور چاند نہ تو کسی کی موت کی وجہ سے انہیں گرہن لگتا ہے اور نہ ہی کسی کی زندگی کی وجہ سے۔

Marfat.com

اس میں رد ہے ان لوگوں کا جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ نے دس محرم کو وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ کے حکیمانہ فیصلے کے بموجب یہ عادت الٰہیہ ہے کہ سورج کو قمری مہینے کی آخری راتوں میں گرہن لگتا ہے جبکہ چاند کو گرہن ماہ کامل میں لگتا ہے۔ جیسا کہ عادت ہے کہ چاند مہینے کی ابتدائی رات کو طلوع ہوتا ہے اور درمیان ماہ میں کامل اور آخر ماہ میں دکھائی نہیں دیتا۔

۲۰۔ آپؐ نے خبر دی کہ ان کی مدت رضاعت جنت میں پوری ہوگی۔ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ کے جن بندوں کی دنیا میں کوئی کمی رہ جاتی ہے اللہ تعالیٰ اسے موت کے بعد پورا کر دیتے ہیں۔ اس بارے میں کئی احادیث ہیں یہاں ان کے ذکر کا مقام نہیں۔ یہاں تک کہ یہ کہا گیا ہے' کہ جو شخص طالب علم ہونے کی حالت میں وفات پا گیا تو موت کے بعد وہ حصول علم کی تکمیل کرے گا' اور اسی طرح جو قرآن سیکھتے ہوئے وفات پا گیا۔ واللہ اعلم

۲۱۔ آپؐ نے قبطیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔ فرمایا: ان کے لیئے ذمہ اور رحم ہے۔ وضاحت اس کی یوں ہے کہ دو کریم اور خلیل ہستیاں یعنی حضرت ابراہیمؑ اور حضورؐ دونوں کی لونڈیاں ان سے تھیں اور وہ دونوں یہ ہیں: حضرت ہاجرہ اور حضرت ماریہ۔

حضرت ہاجرہ تو حضرت اسماعیل ابوالعرب کی والدہ ہیں تو یہ رحم ہے۔

اور ذمہ وہ آپ کا حضرت ماریہؓ سے ہمخوابی کرنا اور حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کا حضرت ابراہیم صاحبزادہ نبی کو جنم دینا ہے۔ تو جب تک قبطی اس حق کو ضائع نہ کریں مسلمانوں پر ان کی حفاظت لازمی ہے۔ واللہ اعلم

بخاری میں سدی سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ عنہ کی کتنی عمر تھی؟ فرمایا: وہ اتنے بڑے ہو چکے تھے کہ پنگوڑے میں پورے آ جاتے تھے۔ اگر وہ زندہ رہتے تو

Marfat.com

نبی ہوتے لیکن انہیں زندہ نہ رہنا تھا کیونکہ تمہارے نبی خاتم النبیین ہیں۔ (بخاری ۷/۱۱۸)

ابن ابی خالد سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی سے پوچھا کیا آپ نے حضور ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کو دیکھا؟ فرمایا: وہ بچپن میں وفات پا گئے تھے۔ اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ زندہ رہتے' لیکن حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں' ان روایات کا کیا مطلب ہے' مجھے معلوم نہیں۔ البتہ حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد نبی نہ ہوئی جس طرح غیر انبیاء کے ہاں انبیاء کی پیدائش ہوئی اسی طرح یہ بھی ممکن تھا کہ حضورؐ کے ہاں غیر نبی کی پیدائش ہوتی اگر نبی کے ہاں صرف نبی ہی کی پیدائش ہوتی تو ہر کوئی نبی ہوتا کیونکہ سب نوح علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور آدم علیہ السلام بھی نبی ہیں جبکہ ان کی اولاد میں سے حضرت شیث علیہ السلام کے علاوہ کوئی نبی نہیں۔ واللہ اعلم

یہ فصل جو درمیان میں آ گئی اس کا تعلق بچے کے نام کے ساتھ ہے۔ لیکن ہم نے اسے سابقہ کلام کے لازم ہونے کے طور پر ذکر کر دیا ہے آیئے اب ہم اصل مقصد کی طرف پلٹتے ہیں۔

اور ہم کہتے ہیں کہ نام رکھنے کی حقیقت مسمی کی تعریف ہے اسی وجہ سے مجہول الاسم کی تعریف ممکن نہیں تو جس دن اس کا وجود ہوا اسی دن تعریف جائز ہے اور تین دن تک تعریف کو مؤخر کرنا بھی جائز اور عقیقے کے دن بھی تک بھی جائز۔ اس سے پہلے بھی جائز ہے اور بعد بھی' اس معاملے میں وسعت ہے۔

فصل ۲:

## کون سے نام پسندیدہ اور کون سے ناپسندیدہ ہیں

حضرت ابوداؤد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ قیامت کے دن تمہیں تمہارے ناموں اور تمہارے آباء کے ناموں سے پکارا جائے گا لہٰذا تم اپنے

Marfat.com

نام اچھے رکھو۔ (ابوداؤد/ ۴۹۴۸)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے نزدیک سب سے محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا اس نے اس کا نام قاسم رکھا تو ہم نے کہا ہم تیری کنیت ابوالقاسم نہ رکھیں گے اور نہ ہی کوئی عزت ہوگی۔ چنانچہ جب حضور ﷺ کو بتایا گیا تو آپؐ نے فرمایا: اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھو۔ (متفق علیہ)

ابووھب جشمی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے نام انبیاء کے نام پر رکھو، اللہ کو سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔ اور سب سے زیادہ سچے نام: حارث اور ہمام ہیں اور سب سے برے نام حرب اور مرہ ہیں۔

ابومحمد بن حزم فرماتے ہیں کہ ایسے نام رکھنا بالاتفاق مستحب ہیں جن کی نسبت (اضافت) اللہ کی طرف ہو۔ جیسے عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔ اور اس کے مشابہ دیگر نام۔

اللہ کو سب سے زیادہ پسندیدہ نام کون سے ہیں اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جمہور کا کہنا ہے کہ سب سے محبوب الی اللہ نام عبدالرحمٰن اور عبداللہ ہیں۔

سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ پسندیدہ نام اللہ کو انبیاء کے نام ہیں۔

جبکہ صحیح حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں۔

## فصل:

## مکروہ اور حرام نام

باقی رہے مکروہ اور حرام نام تو ابومحمد ابن حزم فرماتے ہیں کہ علماء کا اتفاق ہے اس بات پر کہ ہر وہ نام جس میں غیر اللہ کی عبدیت کی طرف اشارہ ہو وہ حرام ہے۔

Marfat.com

جیسے عبدالعزیٰ' عبدہبل' عبدعمرو اور عبدالکعبہ اور دیگر سوائے عبدالمطلب کے۔ اسی طرح عبدعلی' عبدالحسین اور عبدالکعبہ نام رکھنا بھی درست نہیں۔

ابن ابی شیبہ ابن شریح سے نقل کرتے ہیں کہ ایک قوم کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپؐ نے انہیں کسی کا نام عبدالحجر لیتے سنا تو پوچھا کہ کیا نام ہے؟ اس نے کہا عبدالحجر' تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا: تم تو عبداللہ ہو۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق کیسے ہو گیا کہ وہ نام رکھنا حرام ہے جس میں عبدیت کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو۔ جبکہ حضورؐ کا ارشاد ہے' درہم اور دینار کا غلام اور منقش کپڑے کا غلام اور اعلی اور نفیس چادر کا غلام ہلاک ہو۔ آپ کا ارشاد ہے:

انا النبی لا کذب  انا ابن عبدالمطلب

''میں سچا نبی ہوں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں''۔

حضورؐ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا جبکہ آپؐ اپنے صحابہؓ میں بیٹھے تھے اور اس شخص نے پوچھا کہ تم میں سے عبدالمطلب کا بیٹا کون سا ہے؟ تو صحابہؓ نے آپ کی طرف اشارہ کیا۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو یہ کہا کہ عبدالدینار ہلاک ہو یہاں اسم مراد نہیں بلکہ وصف اور بددعاء مراد ہے اس شخص کے لیئے جو اپنے دل کو درہم اور دنانیر کا غلام بنا دے۔ اور رب کی عبودیت کی جگہ ان کی بندگی پر راضی ہو۔ اور جو کپڑوں اور رقم کا ذکر کیا ان سے مراد ظاہری اور باطنی جمال ہے۔

اور جو کہ یہ کہا کہ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں تو اس سے مراد یہ نہیں کہ یہ نام رکھا بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ مسمی صرف اسی نام سے مشہور ہے خبر دینے کے اندر' اور خبر دینے کے اندر اس طور پر مسمی کی تعریف کرنا حرام نہیں اور پیچھے جو ابومحمد ابن حزم نے عبدالمطلب نام کو خاص کیا تھا اس کی کوئی دلیل نہیں چند صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بنو عبدشمس اور

Marfat.com

بنو عبدالدار کے نام سے پکارتے تھے۔ اور حضورؐ نے بھی ان پر نکیر نہ فرمائی۔ تو کسی بات کی خبر دینا اس میں زیادہ وسعت ہے بنسبت اس چیز کو بطور نام رکھنے کے۔ اور اخبار کے اندر وہ کچھ جائز ہے جو کہ انشاء یعنی نام رکھنے کے اندر نہیں۔

فصل:

## سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور گھٹیا نام

ملک الملوک (بادشاہوں کا بادشاہ) سلطان السلاطین' شاہنشاہ یہ نام رکھنا حرام ہیں صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اللہ کے ہاں سب سے زیادہ گھٹیا نام یہ ہے کہ کوئی شخص ملک الملوک نام رکھے۔

مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ اللہ کے ہاں قیامت کے دن سب سے زیادہ مبغوض اور خبیث شخص وہ ہے جو ملک الاملاک نام رکھے۔ کیونکہ اللہ کے علاوہ کوئی بادشاہ نہیں۔

اور قاضی القضاۃ' حاکم الحکامؒ نام رکھنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے کیونکہ درحقیقت حاکموں کا حاکم صرف خدا ہی کی ذات ہے۔ دیندار لوگ قاضی القضاۃ اور حاکم الحکام نام رکھنے سے اس وجہ سے گریز کرتے تھے کہ ملک الاملاک نام رکھنے سے جو اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے وہ یہ نام رکھنے سے بھی کہیں نازل نہ ہو۔ یہ محض قیاسانہ رائے ہے۔

مصنف فرماتے ہیں سید الناس' سید الکل نام رکھنا بھی حرام ہے جس طرح سید ولد آدم نام رکھنا حرام ہے۔ کیونکہ یہ نام اللہ کے رسولؐ کے علاوہ کے لیئے روا نہیں کیونکہ اولاد آدم کے سردار آپؐ ہی ہیں تو کسی کے لیئے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو یہ نام دے۔

Marfat.com

فصل:

## ناپسندیدہ نام

مکروہ اسماء میں سے چندوہ ہیں جو کہ مسلم میں مروی ہیں:

حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
اپنے غلام کا نام یسار (بایاں) رباح (منافع) نجاح (کامیابی) اور افلح (کامیاب) نہ رکھو۔

یہ چار ہیں ان پر ہرگز اضافہ نہ کرو۔
یہ آخری جملہ حضورؐ کا نہیں یہ راوی کا قول ہے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے یعلیٰ' برکہ' افلح' یسار' نافع اور اسی طرح کے دیگر نام رکھنے سے روکنا چاہا پھر میں نے دیکھا کہ آپ رک گئے اور کچھ نہ کہا پھر اس نہی کو وارد کیئے بغیر ہی دنیا سے کوچ کر گئے پھر حضرت عمرؓ نے ان سے منع کرنا چاہا لیکن نہ کیا۔

ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں زندہ رہا تو میں اپنی امت کو نافع' افلح اور برکہ نام رکھنے سے روک دوں گا۔ اعمش کہتے ہیں معلوم نہیں کہ نافع کا ذکر بھی کیا یا نہیں۔

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: اگر میں زندہ رہا ان شاء اللہ تو اپنی امت کو رباح' نجیح' افلح اور یسار نام رکھنے سے روک دوں گا۔

مصنف فرماتے ہیں' مبارک' مفلح' خیر' سرور' نعمہ اور دیگر اسی زمرے میں آتے ہیں۔ کیونکہ ان چار ناموں کے رکھنے میں جو علت حضورؐ نے ذکر کی ہے وہ ان ناموں میں بھی ہے۔

Marfat.com

کیونکہ پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس خیر ہے؟ یا کیا تمہارے پاس سرور ہے؟ یا کیا تمہارے پاس نعمت ہے؟ آپ اگر کہیں گے نہیں تو دلوں میں نفرت پیدا ہوگی اور بدفالی لیں گے اور بری گفتگو شروع کر دیں گے۔

حدیث میں آیا ہے کہ یوں کہنا مکروہ ہے' میرے پاس سے برہ چلا گیا۔ حالانکہ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے جو کہ نہی کا مقتضی ہے اور وہ تزکیہ نفس ہے کہ وہ مبارک ہے مفلح ہے جبکہ درحقیقت وہ ایسا نہ ہو۔

جیسا کہ ابوداؤد کی روایت ۔ ہے کہ حضورؐ نے برۃ نام رکھنے سے منع کر دیا۔ اور فرمایا اپنے نفسوں کی پاکیزگی کا اظہار نہ کرو اللہ جانتا ہے کہ تم میں سے کون نیک ہے۔ (بخاری ۷/۱۱۷)

ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نام برہ تھا حضورؐ نے ان کا نام زینبؓ رکھ دیا۔

فصل:

## شیاطین کے نام پر نام رکھنا

اسی زمرے میں آتا ہے شیاطین کے نام رکھنا جیسے خنزب' ولھان' اعور' اجدع۔

شعبی کہتے ہیں کہ مسروق کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت عمر بن خطابؓ سے ہوئی پوچھا تو کون ہے۔ میں نے کہا: مسروق بن اجدع' حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ اجدع شیطان کا نام ہے۔

ابن ماجہ سے اور زیادات عبداللہ فی مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابی بن کعب حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا: وضو کے لیئے ایک شیطان مقرر ہے جس کا نام ولھان ہے چنانچہ پانی سے پیدا ہونے والے وسوسوں سے بچو۔

Marfat.com

حضرت عثمان بن ابی العاص نے حضوؐر سے نماز میں وسوسوں کے آنے کی شکایت کی تو فرمایا: وہ وسوسے شیطان ڈالتا ہے جس کا نام خنزب ہے۔

ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ہشام اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص کا نام حباب تھا حضوؐر نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا اور فرمایا کہ حباب شیطان کا نام ہے۔

فصل:

## کفار کے نام پر نام رکھنے کا بیان

اور اسی کے زمرے میں آتا ہے فرعون' قارون' ہامان اور ولید جیسے نام رکھنا۔

مسند عبدالرزاق میں ہے کہ زہری کہتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے بیٹے کا نام ولید رکھنا چاہا تو حضوؐر نے منع فرمایا اور فرمایا: ایک شخص ہوگا جس کے بارے کہا جائے گا کہ ولید میری امت میں ایسے عمل کرتا ہے جیسے فرعون اپنی قوم میں کرتا تھا۔

فصل:

## فرشتوں کے نام پر نام رکھنا

اسی طرح ملائکہ کے نام رکھنا' جیسے جبرائیل' میکائیل اور اسرافیل۔

کیونکہ انسانوں کے ایسے نام رکھنا مکروہ ہے۔

اشہب کہتے ہیں کہ امام مالک سے جبریل نام رکھنے کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا یہ مکروہ ہے اور اسے پسند نہ کیا۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے ملائکہ کے ناموں پر نام رکھنے سے احتیاط برتی ہے اور یہ حارث بن مسکین کا قول ہے۔ فرماتے ہیں کہ امام مالک نے

Marfat.com

جبریل اور یاسین نام رکھنے کو مکروہ خیال کیا ہے جبکہ دیگر نے جائز قرار دیا ہے۔

مسند عبدالرزاق میں معمر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حماد بن ابی سلیمان سے پوچھا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ جو جبریل اور میکائیل نام رکھے فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

بخاری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ احمد بن حارث کہتے ہیں کہ ابوقتادہ شامی نے ہم سے حدیث بیان کی جو کہ حرانی نہیں۔ ان کی وفات ۲۶۴ھ میں ہوئی۔ عبداللہ بن جراد نے ہم سے حدیث بیان کی فرماتے ہیں کہ قبیلہ مزینہ کا ایک شخص میرے ساتھ ہولیا' اور میرے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسولؐ! میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے سب سے بہترین نام کون سے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: بہترین نام یہ ہیں: حارث اور ہمام' اور عبداللہ اور عبدالرحمٰن کیا ہی خوب نام ہیں۔ انبیاء کے ناموں پر نام رکھو۔ اور فرشتوں کے ناموں پر نام نہ رکھو۔

اس نے کہا کہ آپؐ کے نام پر نام رکھنے کے بارے کیا حکم ہے؟ فرمایا' ہاں میرے نام پر نام رکھ لو لیکن میری کنیت اختیار نہ کرو۔ (بخاری ۷/۱۱۶)

بیہقی کہتے ہیں کہ امام بخاری کا اس کے علاوہ ایک روایت کے بارے میں ارشاد ہے کہ اس کی سند محل نظر ہے۔

## فصل:

○

اور اسی زمرے میں وہ نام آتے ہیں کہ جو دل کو ناپسند لگیں اور نامناسب معلوم نہ ہوں جیسے حرب (جنگ) مرۃ (کڑوا) کلب (کتا) حیہ (سانپ) اور دیگر....

پہلے بھی وہ حدیث گذری جو مؤطا امام مالک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اونٹنی کے بارے پوچھا کہ کون اس کا دودھ دوھوئے گا تو ایک شخص کھڑا ہوا کہنے لگا کہ

Marfat.com

میں دھوں گا پوچھا تمہارا نام کیا ہے کہنے لگا مرہ' فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر پوچھا کہ کون اس کا دودھ دھوئے گا؟ ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اس سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگا حرب فرمایا تم بھی بیٹھ جاؤ۔ پھر پوچھا کہ کون اس کا دودھ دھوئے گا ایک اور شخص کھڑا ہوا کہنے لگا کہ میں دھوں گا پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگا یعیش حضورؐ نے اس سے ارشاد فرمایا تم دودھ دھو۔ تو حضورؐ نے اس شخص کو اونٹنی کا دودھ نہ دھونے دیا جس کا نام مکروہ تھا۔

حضور ﷺ اشخاص' جگہوں' قبائل اور پہاڑوں کے مکروہ اور برے ناموں کو بہت ناپسند فرماتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ دو پہاڑوں کے درمیان سے گزر ہوا پوچھا کہ ان کے نام کیا ہیں۔ بتایا گیا فاضح اور مخز تو وہاں سے گذر نہ فرمایا۔ اس بات کا آپؐ بہت خیال رکھتے تھے۔

اگر آپ سنت میں تأمل کریں تو آپ دیکھیں گے کہ معانی اور ناموں میں ربط یوں محسوس ہوگا کہ معانی اسماء سے ماخوذ ہیں اور گویا اسماء معانی سے مشتق ہیں۔

حضورؐ کے اس ارشاد میں غور فرمایئے:

اسلم : اللہ تجھے سلامت رکھے۔

غفار : اللہ تیری مغفرت کرے۔

عصیة : تجھ سے اللہ کی نافرمانی ہو۔

جب صلح حدیبیہ کے دن حضرت سہیل بن عمرو آئے تو فرمایا کہ تمہارا معاملہ آسان ہوگیا۔

جب حضرت بریدہ سے ان کا نام پوچھا اور انہوں نے کہا کہ میرا نام بریدہ ہے تو فرمایا: اے ابوبکر! ہمارا معاملہ مانند پڑ گیا پھر پوچھا کہ تم کس قبیلے سے ہو؟ کہنے لگے: اسلم سے فرمایا: ابوبکرؓ سے ہم محفوظ ہو گئے۔ پھر پوچھا کس شاخ سے ہو؟ فرمانے لگے سھم سے آپؐ نے ارشاد فرمایا تمہارا قرعہ نکل آیا۔

Marfat.com

ابوعمرو نے اس کی اس کو بطور تاویل لیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہم دار عقبہ بن رافع میں تھے' ہمارے پاس رطب بن طاب کی کھجوریں لائی گئیں تو میں نے یوں تاویل کی کہ دنیا میں ہمارے لیئے حسن عاقبت اور رفعت ہے اور ہمارے دین کا معاملہ بہتر ہو گیا۔

اور اگر آپ مسمی میں نام کی تاثیر دیکھنا چاہتے ہیں تو حدیث سعید بن مسیّب میں غور کیجیئے جو کہ وہ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں حضوؐر کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا حزن۔

فرمایا: نہیں تم سہل ہو۔ وہ کہنے لگے کہ میں تو اس نام کو نہیں بدلوں گا جسے میرے والد نے رکھا۔ ابن مسیّب کہتے ہیں کہ یہ حزونت ہم میں ابھی تک باقی ہے۔ (بخاری ۷/ ۱۱۷)

حزونت یعنی سختی۔ اسی سے مشتق ہے ارض حزونۃ اور ارض سھلۃ' یعنی سخت اور نرم زمین۔

اس حدیث میں بھی غور کیجیئے جو کہ مؤطا امام مالک میں یحیٰی بن سعید سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے کسی آدمی سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا جمرۃ۔

پوچھا: کس کے بیٹے ہو۔ کہنے لگا۔ ابن شہاب۔ پوچھا کس قبیلے سے ہو کہنے لگا: حرقہ سے۔ پوچھا کہاں رہتے ہو؟ کہنے لگا حرۃ النار میں۔

کہا جاؤ اپنے اہل کی فکر کرو وہ جل کر ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

شعبی روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ جہینہ کا ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگا: شہاب' پوچھا

Marfat.com

کس کے بیٹے ہو' کہنے لگا ابن جمرۃ' پوچھا' دادا کا نام کیا ہے کہنے لگا ابن ضرام۔

پوچھا کس قبیلے سے ہو؟ کہنے لگا حرقہ سے۔ پوچھا کہاں رہتے ہو کہنے لگا' حرۃ النار میں۔ کہا تمہارا ناس ہو۔ اپنے گھر اور اہل خانہ کی فکر کرو۔ وہ جل گئے۔ تو ان تک پہنچا اور دیکھا کہ اکثر جل چکے تھے۔

جسے یہ بات سمجھ میں نہ آئے اسے اشکال وارد ہوگا جبکہ الحمدللہ اس میں کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ مسبب الاسباب ذات نے اس تاثیر کے مدنظر یہ مناسبات رکھی ہیں۔ اور ان اسباب کا اجتماع خاص طریقے اس کا موجب ٹھہرایا' اور ان کی تاثیر کی وجہ سے ہونے والے اثر کو اس شخص کی زبان کے نطق کرنے تک مؤخر کیا جو اپنی زبان سے حق بات ہی بیان کرے۔ اور جو بات اپنی زبان پر لائے تو اس وقت ان کی اجتماعیت مکمل ہو جائے اور اس پر اثر مرتب ہو جائے۔ اور جو اس میدان میں بصیرت قلبی رکھتا ہو تو اسے مکمل نفع حاصل ہوگا۔ کیونکہ مصیبت کا تعلق نطق کے ساتھ ہوتا ہے۔

ابو عمرو کہتے ہیں (کہ حضورؐ کا ارشاد ہے) کہ مصیبت نطق کے ساتھ سچی ثابت ہو جاتی ہے۔

اور بولنے کی وجہ سے آنے والی مصیبت میں سے اس مایوس بوڑھے کا قول ہے کہ جس کی عیادت کے لیئے حضورؐ تشریف لے گئے تو اسے جب بخار میں مبتلا پایا تو فرمایا کوئی بات نہیں ان شاء اللہ اس سے گناہوں سے پاکی حاصل ہوگی۔ وہ کہنے لگا کہ بخار جب بوڑھے پر آئے تو پھر اسے قبروں کی زیارت کراتا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا پھر اسی طرح ہی ہوگا۔

اس واقعے میں ہمارے لیئے اور دوسروں کے لیئے سامان عبرت ہے۔

جو ہم نے دیکھا وہ تو سمندر کے قطرے کی حیثیت رکھتا ہے۔

مؤمل شاعر کہتا ہے:

شَفَّ الْمُؤَمَّل يَوْمَ النُّقْلَةِ النَّظَرُ     لَيْتَ الْمُؤَمَّلُ لَمْ يُخْلَقْ لَهُ بَصَرُ

Marfat.com

تو وہ فوراً ہی اندھا ہو گیا۔

جامع ابن وہب میں ہے کہ حضورؐ کے پاس ایک لڑکا لایا گیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم نے اس کا کیا نام رکھا ہے؟ کہنے لگے السائب فرمایا سائب نام نہ رکھو۔ ہاں عبداللہ رکھو۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ اسے سائب نام ہی سے پکارتے رہے تو جب وہ مرا اس کی عقل مفقود ہو چکی تھی۔

تو گویائی کی حفاظت اور اچھے ناموں کا انتخاب اللہ کی توفیق سے ہی ہوتا ہے۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی چاہتا ہے کہ اسے مطلوب حاصل ہو۔

اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کی آرزو کا کیا بنے گا۔ یعنی اسے معلوم نہیں کہ اس نے جو آرزو کر رکھی ہے کہ اسے وہ حاصل بھی ہو گی یا نہیں۔ آپ نے بہت سے لوگوں کے بارے سنا ہو گا کہ جن کی آرزوئیں پوری ہوئی ہوں یا آرزو کا کچھ حصہ پورا ہوا ہو۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس شعر سے مثال دیا کرتے تھے۔

احذر لسانك ان تقول فتبتلی ان البلاء موکل بالمنطق

اپنی زبان محفوظ رکھو اس بات سے کہ تم کوئی بات کہہ بیٹھو کہ جس میں مبتلا ہو جاؤ کیونکہ آزمائش کا تعلق نطق کے ساتھ ہوتا ہے۔

جب حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں پر کربلا کے میدان میں مصیبت آئی تو آپ نے اس کا نام پوچھا تو بتایا گیا: کربلا۔ فرمایا کرب اور بلا۔

جب حضرت حلیمہ سعدیہ حضرت عبدالمطلب کے پاس آپ کی رضاعت طلب کرنے کے لیئے کھڑی تھیں تو عبدالمطلب نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ تو وہ کہنے لگیں کہ میرا تعلق بنو سعد سے ہے۔ پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ کہنے لگیں۔ حلیمہ۔ کہا واہ واہ سعد اور حلم دونوں۔ زمانے کی قیمتی ترین خصلتیں یہی دو تو ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ روم کے بادشاہ نے حضورؐ کی طرف ایک قاصد بھیجا تو اس سے کہا دیکھنا کہ وہ کہاں بیٹھے ہیں؟ اور ان کے پہلو میں کون بیٹھا ہے اور ان کے کندھوں کے درمیان دیکھنا؟ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب قاصد آیا تو اس نے حضورؐ کو دیکھا کہ آپ ایک بلند جگہ پانی میں پاؤں رکھے بیٹھے ہیں جبکہ آپ کے دائیں جانب حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ جب اس نے حضورؐ کو دیکھا تو کہنے لگا کہ مڑیئے تا کہ میں وہ چیز دیکھ لوں جس کے دیکھنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ تو اس نے مہر نبوت دیکھی جب وہ واپس بادشاہ کی طرف پلٹا تو اسے بتایا تو وہ کہنے لگا۔ ان کا دین بلندیوں کو چھوئے گا اور میرے قدموں تلے جو کچھ ہے اس کے مالک بن جائیں گے تو اس نے بلند جگہ بیٹھنے سے عزت و رفعت اور پانی سے زندگی مراد لی۔

عوانہ بن حکم کہتے ہیں کہ جب ابن زبیر نے بیعت خلافت لی تو عبداللہ بن مطیع بیعت کرنے کے لیئے کھڑے ہوئے تو عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور عبیداللہ بن علی بن ابی طالبؓ سے کہا کہ اٹھو بیعت کرو۔ عبیداللہ نے کہا اے مصعب کھڑے ہو جاؤ اور بیعت کرو تو مصعب کھڑے ہوئے اور بیعت کی۔ تو لوگ کہنے لگے کہ ابن مطیع نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا اور مصعب نے بیعت کر لی تا کہ ان کا معاملہ کٹھن ہو جائے۔

سلمہ بن محارب کہتے ہیں کہ حجاج مقام قرہ کے راہب خانے میں ٹھہرا جبکہ عبدالرحمٰن بن اشعث جماجم کے راہب خانے میں۔ حجاج نے کہا میرا معاملہ مضبوط ہو گیا۔ اور ان کا معاملہ پیچھے ہٹ گیا یعنی رک گیا۔ بخدا! میں اسے ضرور قتل کروں گا۔

یہ بہت طویل اور عظیم بحث ہے ہم نے بطور تنبیہ مختصراً ذکر کر دیا' جبکہ اصل مقصود تو مکروہ اور یہ پسندیدہ ناموں کو ذکر کرنا ہے۔

Marfat.com

فصل:

# اسمائے حسنیٰ بطور نام رکھنا

اللہ تعالیٰ کے ناموں سے بھی بندے کو روکا گیا ہے کہ ان میں سے نام نہ رکھے۔ احد' صمد' خالق' رازق نام رکھنا اور اسی طرح تمام وہ نام جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں رکھنا جائز نہیں۔ بادشاہوں کا نام قاھر اور ظاہر رکھنا درست نہیں۔ جیسا کہ انہیں جبار' متکبر' اول' آخر' باطن' علام الغیوب کہنا درست نہیں۔

سنن ابوداؤد میں ہے حضرت ہانی سے مروی ہے کہ جب وہ اپنی قوم کا وفد لے کر مدینے میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے انہیں سنا کہ لوگ انہیں ابوالحکم کنیت سے پکارتے ہیں۔ تو حضور نے بلایا اور فرمایا: کہ حَکم اور حُکم اللہ ہی کی ذات ہے تو تم نے ابوالحکم کنیت کیوں رکھی؟ تو وہ کہنے لگے کہ میری قوم میں جب کسی بات میں اختلاف ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں اور میں ان کا فیصلہ کرتا ہوں تو دونوں فریق میرے فیصلے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ تو حضورؐ نے پوچھا کہ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے' لیکن یہ بتاؤ کہ تمہاری اولاد ہے؟ وہ کہنے لگے ہاں میرے بیٹے شریح' مسلمہ اور عبداللہ ہیں۔ پوچھا ان میں سے بڑا کون ہے؟ کہنے لگے شریح' آپؐ نے فرمایا بس آپ پھر ابوشریح ہیں۔

اور پیچھے جو حدیث گزر چکی کہ اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند شخص وہ ہے کہ جس کا نام ملک الاملاک ہو۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ مطرف بن عبداللہ بن شخیر سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میرے والد نے بتایا کہ میں بنو عامر کے وفد میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم نے کہا: کہ آپ ہمارے سردار ہیں آپؐ نے فرمایا سردار تو اللہ ہے۔ تو ہم نے کہا

Marfat.com

کہ فضیلت اور عظمت میں ہم سب پر فائق ہیں آپؐ نے فرمایا:

''اپنی بات کرو اور شیطان کو اپنے آپ پر حاوی نہ ہونے دو''۔

یہ بات حضورؐ کے اس قول کہ ''میں اولاد آدم کا سردار ہوں'' کے منافی نہیں۔ کیونکہ یہ تو اس بات کو بتلانا ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی سرداری اور ان پر فضیلت عطاء کی ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کی صفت السید تو یہ مطلقاً اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ کیونکہ مخلوق کا سردار وہی ذات ہے جو ان کا مالک ہے اور جس کی طرف وہ اپنے معاملات لے جاتے ہیں اور اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں اور اس کے حکم ہی سے ان کے اعمال صادر ہوتے ہیں جب فرشتے' انس اور جن سب کے سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کی ملکیت میں ہیں تو لمحہ بھر کے لیئے بھی وہ اس سے بے نیاز نہیں' سب ضروریات میں ان کا مرجع اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔ اور درحقیقت سید ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے ''الصمد'' کی تفسیر میں منقول ہے فرماتے ہیں کہ صمد سے مراد کامل بادشاہ اور سردار ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں وہ رکھنا جائز نہیں۔

باقی وہ نام جن کا اطلاق اللہ کے علاوہ اور پر بھی ہوسکتا ہے جیسے سمیع' بصیر' رؤف' رحیم تو مخلوق کے نام رکھنا درست ہیں۔ یعنی بطور صفت ہاں مطلق طور پر مخلوق کے نام رکھ دینا جیسے اللہ تعالیٰ کے نام ہیں تو یہ بھی جائز نہیں۔

فصل

## قرآن کی سورتوں کے ناموں پر نام رکھنا

اسی طرح یہ نام رکھنے بھی ممنوع ہیں۔ یعنی قرآن کے نام اور اس کی سورتوں کے نام جیسے' طٰہٰ' یٰسین' حٰمٓ' سہیلی کے بقول امام مالک نے یٰسین نام رکھنے کو مکروہ قرار دیا

Marfat.com

ہے۔ اور عوام کا جو یہ کہنا ہے کہ یسٓ اور طٰہٰ حضورؐ کے نام ہیں یہ درست نہیں۔ اس بارے میں نہ تو کوئی صحیح حدیث ہے نہ حسن نہ مرسل اور نہ ہی کسی صحابی کا قول یہ الٓمٓ، حٰمٓ اور الٓرٰ کی طرح حروف ہیں۔

فصل:

## انبیاء کے ناموں پر نام رکھنا

انبیاء کے نام پہ نام رکھنے کے بارے میں دو قول ہیں:

① کہ ایسے نام رکھنا مکروہ نہیں ہے۔ اور یہ جمہور کا قول ہے جو کہ درست بھی ہے۔

② مکروہ ہے۔

ابوبکر بن ابی شیبہ باب باندھتے ہیں: ''مکروہ ناموں کا بیان''۔

ابوالعالیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ تم لوگ برا کام کرتے ہو اپنی اولاد کے نام انبیاء کے نام پر رکھتے ہو پھر انہیں برا بھلا کہتے ہو۔

اور سب سے واضح بات یہ ہے جسے سہیلی نے الروض الأنف میں ذکر کیا ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ انبیاء کے نام پر نام رکھنے کو مکروہ خیال کرتے تھے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے یہ قول اختیار کیا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ ان ناموں کی تحقیر اور غصے کے وقت سوء خطاب سے ان مقدس ناموں کی حفاظت کی جائے۔

سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ اللہ کے ہاں سب سے محبوب نام انبیاء کے نام ہیں۔

تاریخ ابن ابی خیثمہ میں ہے کہ حضرت طلحہ کے دس بچے تھے۔ ہر ایک کا نام انبیاء کے نام پر تھا۔ حضرت زبیرؓ کے دس بچے تھے۔ ہر ایک کا نام شہداء کے نام پر تھا۔

Marfat.com

حضرت طلحہؓ نے ان سے کہا کہ میں نے اپنے بچوں کے نام انبیاء کے نام پر رکھے اور آپ نے شہداء کے نام پر رکھ دیئے۔ تو حضرت زبیرؓ نے ان سے کہا میں چاہتا ہوں کہ میرے بچے شہید ہوں آپ یہ خواہش مت کرنا کہ آپ کے بچے انبیاء بنیں۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو موسیٰ ﷺ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے حضورؐ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا آپؐ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور اس کے تالو پر کھجور ملی۔ (بخاری ۶/ ۲۱۶)

بخاری شریف میں باب ہے: ''انبیاء کے ناموں پر نام رکھنے کا بیان''۔

اس کے تحت اسماعیل کی روایت ہے کہ انہوں نے ابن ابی اوفی سے کہا: کہ میں نے حضورؐ کے صاحبزادے ابراہیم کو دیکھا جن کا بچپن میں انتقال ہو گیا تھا اگر حضورؐ کے بعد کسی کا نبی ہونا فیصلہ خداوندی ہوتا تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

پھر حدیث براء کا ذکر ہے۔ کہ جب ابراہیم کا انتقال ہوا تو حضورؐ نے فرمایا: کہ وہ جنت میں مدت رضاعت پوری کریں گے۔

صحیح مسلم میں باب یوں ہے ''انبیاء اور صلحاء کے ناموں پر نام رکھنے کا بیان''۔ پھر حدیث مغیرہ بن شعبہ کا ذکر ہے فرماتے ہیں کہ جب میں نجران کے علاقے میں گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرے سے پہلے اخت ہارون اور موسیٰ کا تذکرہ پڑھتے ہو۔ جب میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپؐ سے اس بارے پوچھا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ان سے پہلے انبیاء اور صلحاء کے ناموں پر نام رکھتے تھے۔ (مسلم ۲۱۴۷' ترمذی ۱۵۲۲' ابوداؤد ۲۸۳۸' نسائی ۳۲۲۵)

Marfat.com

فصل ۳:

# کسی مصلحت کی وجہ سے نام بدلنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضورؐ نے عاصیہ کا نام تبدیل کر کے جمیلہ رکھ دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زینبؓ کا نام برہ تھا کہا جانے لگا کہ آپ اپنی پاکی ظاہر کرتی ہیں۔ تو حضورؐ نے ان کا نام زینب رکھا۔ (بخاری ۷/ ۱۱۷)

سنن ابوداؤد میں حضرت سعید بن مسیب اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ کہا: حزن' فرمایا: نہیں تم سہل ہو۔ کہنے لگے نہیں سہل کو روندا جاتا ہے اور امتحان میں ڈالا جاتا ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ اس کے بعد ہمیں شدت ملے گی۔

صحیحین میں ہے کہ جب منذر بن ابی اسید پیدا ہوئے تو حضورؐ کے پاس انہیں لایا گیا تو حضورؐ نے انہیں ران پر رکھا تو بچے کو اٹھا لیا گیا۔ آپؐ نے پوچھا؟ بچہ کہاں ہے؟ ابوسعید کہنے لگے کہ ہم نے اس کو بھیج دیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اس کا نام کیا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ فلاں نام رکھا ہے فرمایا نہیں اس کا نام منذر رکھو۔ (بخاری ۷/ ۱۱۷)

سنن ابی داؤد میں حضرت اسامہ بن اخدری سے مروی ہے کہ ایک شخص جس کا نام اصرم تھا وہ ان لوگوں میں سے تھا جو کہ حضورؐ کے پاس آتے آپؐ نے پوچھا' تمہارا نام کیا ہے انہوں نے کہا اصرم فرمایا نہیں بلکہ تمہارا نام زرعہ ہے۔

سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضورؐ نے عاص' عزیز' عقلہ' شیطان' حکم' غراب' حباب' شہاب کا نام بدل کر ہشام رکھا' اور حرب کا نام سلم' اور مضطجع کا نام منبعث اور عفرہ جگہ کا نام خضرہ اور شعب الضلالہ کا نام شعب الھدی اور بنوالزنیہ کا نام بنوالرشدہ

Marfat.com

اور بنو مغویہ کا نام بنی رشدہ رکھ دیا۔ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ان کی اسانید کو میں نے اختصار کی خاطر چھوڑ دیا ہے۔

سنن بیہقی میں ہے کہ عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی فرماتے ہیں کہ میرے ایک ساتھی کا سفر کی حالت میں انتقال ہوگیا' ہم اس کی قبر پر تھے یعنی میں اور عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہیں کہ میرا نام' ابن عمر اور ابن عمرو یعنی ہم تینوں کا نام عاص تھا۔ حضور ﷺ نے ہم سے کہا' اترو اور اسے قبر میں رکھو اور تم سب عبداللہ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم اترے اور ہم نے اپنے بھائی کو قبر میں اتارا اور جب ہم قبر سے باہر نکلے تو ہمارے نام بدلے جا چکے تھے۔

ابن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مطیع اپنے والد سے روایت کرتے ہیں' مطیع کے علاوہ قریش میں سے کسی نے اسلام قبول نہ کیا اور ان کا نام عاصی تھا۔ حضور ﷺ نے ان کا نام مطیع رکھا۔

ابوبکر بن منذر فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حسن پیدا ہوئے تو میں نے حرب نام رکھا۔ فرمایا: نہیں' بلکہ اس کا نام حسن ہے۔ تو جب حضرت حسین پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام بھی حرب رکھا۔ حضور ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: مجھے اپنا بیٹا دکھاؤ' تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ ہم نے کہا: حرب۔ فرمایا: نہیں بلکہ اس کا نام حسین ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو میں نے اس کا نام حرب رکھا' حضور ﷺ تشریف لائے اور پوچھا کہ تم مجھے میرا بیٹا دکھاؤ' تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ ہم نے کہا' حرب۔ کہا' نہیں بلکہ اس کا نام محسن ہے۔ پھر فرمایا: میں نے ان کے نام حضرت ہارون کے بچوں کے ناموں پر رکھے ہیں (شبر' شبیر اور مشبر)۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ حضرت خیثمہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میرے والد کا نام زمانہ جاہلیت میں عزیز تھا' حضور ﷺ نے اس کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا۔

Marfat.com

بخاری کتاب الادب میں ہے کہ ابن عبدالرحمٰن بن سعید المخزومی کا نام صرم تھا' حضور ﷺ نے ان کا نام سعید رکھ دیا۔

رائطہ بنت مسلم اپنے والد سے روایت کرتی ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ حنین میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک تھا' حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے' میں نے کہا' غراب۔ فرمایا: نہیں بلکہ تم مسلم ہو۔

فصل:

## کسی وجہ سے نام بدلنا

جس طرح نام کی تبدیلی کی وجہ نام کی قباحت اور کراہت ہوتی ہے' اسی طرح نام کو کبھی کسی اور مصلحت کی وجہ سے بھی تبدیل کیا جاتا ہے' جیسے برۃ کا نام زینب اس وجہ سے کہ پاکی کے اظہار کو مکروہ خیال کیا۔ اور یہ کہ یوں کیا جائے کہ وہ برۃ (نیکی) سے نکل گیا یا پوچھا جائے کہ تمہارے پاس برہ ہے اور جواب دیا جائے نہیں۔ جیسا کہ پیچھے حدیث میں گزرا۔

فصل:

## مدینے کا نام بدلا.....!

حضور ﷺ نے مدینے کے نام کو تبدیل کیا' اس کا نام یثرب تھا' حضور ﷺ نے اس کا نام طیبہ رکھ دیا۔ جیسا کہ صحیحین میں ابوحمید فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک سے واپس پلٹے' جب ہمیں مدینے کی آبادی دکھائی دینے لگی تو فرمایا' یہ طیبہ ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ اللہ نے مدینے کا نام طیبہ' طابہ رکھا ہے اور اس کا

Marfat.com

نام یثرب رکھنے کو بہت زیادہ مکروہ سمجھا ہے' اور منافقین کے واقع میں ان کی زبان سے یثرب کے لفظ کو بیان کیا ہے:

﴿ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَا وَعَدَنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ○ وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوا ﴾

(سورة الأحزاب: ١٢، ١٣)

''اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا ہے اور جبکہ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا اے یثرب کے لوگو! تمہارے لیئے ٹھہرنے کا موقع نہیں سو لوٹ چلو''۔

سنن نسائی میں حضرت یحییٰ بن سعید سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میں نے ابو الحباب سعید بن یسار کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا' فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: مجھے ایسی بستی کا حکم دیا گیا ہے جو کہ بستیوں کو کھا جاتی ہے' اسے لوگ یثرب کہتے ہیں' اور وہ مدینہ ہے۔ جس طرح بھٹی خام لوہے کو باہر نکال پھینکتی ہے اسی طرح یہ خبیث لوگوں کو باہر نکال پھینکتی ہے۔ (بخاری ۲/ ۲۲۱)

فصل ۴:

## مولود کی کنیت ''ابو فلاں'' رکھنا درست ہے؟

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اخلاق کے اعتبار سے سب سے زیادہ خوش خلق تھے' میرے ایک بھائی تھے جن کا نام ابو عمیر تھا' جب وہ آتے تو حضور ﷺ پوچھتے' اے ابو عمیر تمہارے چڑیا کے بچے کا کیا حال ہے۔ وہ اس کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ وہ بہت چھوٹے تھے' بچے کی پیدائش سے پہلے حضرت انس کی کنیت ابو حمزہ تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی کنیت

Marfat.com

بھی اسی وجہ سے تھی کہ اس وقت ان کی کوئی اولاد نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ام عبداللہ کنیت رکھنے کی اجازت دی تھی۔ عبداللہ سے مراد عبداللہ بن زبیر ہے جو کہ ان کی بہن حضرت اسماء بنت ابی بکر کے صاحبزادے تھے۔ یہی صحیح قول ہے۔ وہ مروی حدیث درست نہیں کہ جس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نا تمام بچے کو جنم دیا تھا اور اس کا نام عبداللہ رکھا' اور اس کی وجہ سے ان کی کنیت ام عبداللہ رکھی گئی' یہ حدیث درست نہیں۔

جس شخص کے ہاں اولاد نہ ہو کسی غیر کی اولاد کی نسبت اس کی کنیت رکھنا درست ہے۔ حضرت ابوبکر کی کنیت اس وجہ سے نہ تھی کہ ان کا کوئی بیٹا بکر تھا اور نہ ہی حضرت عمر کے کسی بیٹے کا نام حفص تھا۔ اور نہ ہی ابوذر کے بیٹے کا نام ذر تھا اور نہ حضرت خالد کے بیٹے کا نام سلیمان تھا جبکہ ان کی کنیت ابوسلیمان تھی' اسی طرح ابوسلمہ ان کی تعداد شمار سے باہر ہے تو کنیت رکھنے کے جواز سے یہ لازم نہیں کہ بیٹا ہو یا نہ ہو یا اس بیٹے کی مناسبت سے کنیت رکھی جائے۔ واللہ اعلم۔

کنیت سے مقصود مکنی (جس کی کنیت رکھی جائے) کی تفخیم شان اور عظیم المرتبت ہونے کی طرف اشارہ ہوتا ہے' جیسا کہ کسی شاعر کا شعر ہے۔

اکنیہ حین انادیہ لاکرمہ ولا اُلقبہ والسوءۃ اللقب

**فصل ۵:**

## نام رکھنا باپ کا حق ہے نہ کہ ماں کا

لوگوں میں اس مسئلے میں تو کوئی جھگڑا نہیں ہوتا اور اگر والدین میں نام رکھنے میں اختلاف ہو جائے تو یہ باپ کا اختیار اور حق ہے۔ پیچھے گزری تمام احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں' اسی وجہ سے بچے کو باپ کی نسبت سے پکارا جاتا ہے نہ کہ ماں کی نسبت سے۔ یوں کہا جاتا ہے: فلاں بن فلاں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

﴿ اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ (احزاب : ٥)

''تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے''۔

آزادی اور غلامی میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے اور نسبت میں باپ کے اور نام رکھنے سے تو نسب' منسوب ہی کی پہچان ہوتی ہے' اور اسی طرح دین کے معاملے میں والدین میں سے جس کا دین بہتر ہوگا اس کے تابع ہوگا۔ تو تعریف جیسے تعلیم دینا اور عقیقہ ہے' یہ باپ پر ہے نہ کہ ماں پر۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے: رات میرے ہاں بچے کی پیدائش ہوئی' میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر ابراہیم رکھا۔ آدمی کو اپنے بیٹے کا نام رکھنے کا حق ایسے ہی ہے جیسے غلام کے نام رکھنے کا حق ہے۔

فصل ٦:

## اسم، کنیت اور لقب کے درمیان فرق

یہ تین چیزیں اگرچہ اس کے ساتھ جس کو پکارا جاتا ہے' اس کی تعریف میں یہ مشترک ہیں' لیکن ایک دوسرے اعتبار سے فرق ہے۔ اور فرق یہ ہے کہ اسم سے مراد ہے کہ جو بطور مدح یا بطور ذم سمجھ میں آئے یا دونوں اعتبار سے سمجھ نہ آئے۔ اگر بطور مدح مفہوم ہو تو وہ لقب ہے' اور اس کا عمومی استعمال مذمت میں ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ﴾ (حجرات : ١١)

''اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو''۔

کسی انسان کو برا لقب دینا بالاتفاق حرام ہے' خواہ اس شخص میں وہ برائی ہو یا نہ ہو۔ اور جب کسی نام سے انسان کی شہرت ہو جائے اور اسی سے اس کی پہچان ہو جیسے اعمش' اشتر' اصم' اعرج تو پہلے بھی اور اب بھی اہل علم کے ہاں یہ رائج ہے۔

Marfat.com

امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کسی کو اس شخص کے بارے سوال کرتے سنا جس کا کوئی لقب ہو' اس کی پہچان اس لقب سے ہوتی ہے اور وہ اسے ناپسند بھی نہ کرتا ہو؟ تو فرمایا: کیا یوں نہیں کہا جاتا: سلیمان اعمش' حمید طویل گویا اس میں کوئی حرج خیال نہیں کیا۔

مصنف فرماتے ہیں کہ ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ پھر امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا تو انہوں نے کچھ رخصت دی تو میں نے کہا کہ امام احمد اعمش کہنے کو ناپسند فرماتے تھے' فضیل کہتے ہیں کہ علماء کا کہنا ہے کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے سلیمان کہا جائے۔

اور اگر کسی اسم سے نہ تو مدح مقصود ہو اور نہ ذم تو اگر اس کے شروع میں ''اب'' یا ''ام'' آئے تو وہ کنیت ہے۔ جیسے ابو فلان اور ام فلاں۔ اور اگر اس کے شروع میں اس طرح کے الفاظ نہ آئیں تو وہ اسم ہے۔ جیسے زید اور عمرو۔ اور اہل عرب کے ہاں طریقہ پہچان یہی تھا اور اسی پر باہم گفتگو کا مدار تھا۔ اور یہ نام فلان الدین' عز الدین' عز الدولہ اور بہاؤ الدولہ' تو اہل عرب اس طریقے پر نام نہ رکھتے تھے' یہ تو اہل عجم کی طرف سے آیا ہے۔

فصل ۷:

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر نام رکھنا اور آپ کی کنیت اختیار کرنے کا حکم

صحیحین میں آتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام پر نام تو رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔ (بخاری ۷/ ۱۱۶)

بخاری میں ہے کہ حضرت انس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے نام پر نام تو رکھو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھو۔

حضرت جابر سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں

Marfat.com

لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام قاسم رکھا تو لوگوں نے کہا کہ یہ کنیت رکھنے سے پہلے حضور ﷺ سے پوچھ لینا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے نام پر نام تو رکھو لیکن میری کنیت کے مطابق کنیت نہ رکھو۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک شخص کے ہاں لڑکا پیدا ہوا' تو اس کا نام قاسم رکھا' تو ہم نے کہا تو ہم تجھے ابوالقاسم کنیت سے نہ پکاریں گے۔ تو وہ حضور ﷺ کے پاس حاضر خدمت ہوئے اور واقعہ بیان کیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھ دو۔ (بخاری ۷/ ۱۱۶' ۷/ ۱۱۷)

صحیح مسلم میں حضرت جابر سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک صاحب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو اس نے اس کا نام محمد رکھا' تو لوگوں نے اس سے کہا' ہم تجھے حضور ﷺ کے نام پر نام نہ رکھنے دیں گے' تو وہ اپنے بیٹے کو پشت پر اٹھا کر حضور ﷺ کی طرف چل دیا اور کہنے لگا' اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے' اور میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے' اور لوگ مجھے کہہ رہے ہیں کہ ہم تجھے حضور ﷺ کے نام پر نام نہ رکھنے دیں گے' تو حضور ﷺ نے فرمایا: میرے نام پر نام رکھو لیکن میری کنیت نہ اپناؤ' کیونکہ میں قاسم ہوں' جو کہ تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔ (بخاری ۷/ ۱۱۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی دوسرے کو جنت البقیع میں یوں پکارا' اے ابوالقاسم! تو حضور ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ کہنے لگا' اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کو نہیں فلاں کو بلایا ہے' تو حضور ﷺ نے فرمایا: میرے نام پر نام تو رکھو لیکن میری کنیت نہ اپناؤ۔

آپ ﷺ کے نام پر نام رکھنے پر علماء کے اجماع کے بعد اس بارے میں علماء کا اختلاف بھی ہے' امام احمد سے دو روایتیں موصول ہیں۔

① نام اور کنیت کو جمع کرنا مکروہ ہے' اگر کسی ایک کو اپنائے تو مکروہ نہیں۔

② حضور ﷺ کی کنیت رکھنا مکروہ ہے چاہے اسے اسم کے ساتھ ملائے یا نہ ملائے۔

Marfat.com

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کے لیئے جائز نہیں کہ وہ ابوالقاسم کنیت رکھے' خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو۔ اس معنی کی ایک روایت طاؤس سے بھی مروی ہے۔

سہیلی فرماتے ہیں کہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ ابوالقاسم کنیت رکھنے کو مکروہ خیال کرتے تھے' چاہے اس شخص کا نام محمد ہو یا نہ ہو۔

علماء کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اس نہی کا تعلق کراہت کے ساتھ ہے نہ کہ تحریم کے ساتھ۔ وکیع ابن عون سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے محمد سے پوچھا کہ ابوالقاسم کنیت رکھنا مکروہ ہے' اگر چہ اس کا نام محمد نہ ہو؟ تو فرمایا: ہاں۔

ابن عون ابن سیرین سے نقل کرتے ہیں کہ ابوالقاسم کنیت رکھنا مکروہ ہے' اگر چہ اس شخص کا نام محمد نہ ہو؟ فرمایا: ہاں۔ تو اس نہی کو کراہت پر محمول کرنا متعین ہو جائے گا جب ہم ان میں اور ان احادیث میں مطابقت پیدا کریں گے کہ جن میں اجازت دی گئی ہے۔

علماء کے ایک اور گروہ کا کہنا ہے کہ یہ مباح ہے' اور نہی والی احادیث منسوخ ہیں۔

دلائل:

سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک خاتون حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے اور میں نے اس کا نام محمد رکھا ہے۔ اور کنیت ابو القاسم۔ مجھے کسی نے بتایا ہے کہ آپ اس بات کو ناپسند فرماتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: کس نے میرا نام رکھنے کو جائز اور کنیت رکھنے کو ناجائز قرار دیا۔ یا یہ کہا کہ کس نے میری کنیت کو ناجائز اور نام رکھنے کو جائز قرار دیا۔

مسند ابن ابی شیبہ میں ہے کہ راشد بن حفص زہری سے مروی ہے' فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ میں حضور ﷺ کے صحابہ میں سے چار کے صاحبزادوں سے ملا' سب کے نام محمد اور کنیت ابوالقاسم تھی۔ محمد بن طلحہ بن عبداللہ' محمد بن ابی بکر' محمد بن علی بن ابی طالب' محمد بن سعد بن ابی وقاص۔

ابراہیم سے مروی ہے کہ محمد ابن علی کی کنیت ابوالقاسم تھی اور محمد بن اشعث کی کنیت بھی یہی تھی۔ اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس پر نکیر نہ فرمائی۔

سہیلی کہتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا' اس شخص کے بارے کہ جس کا نام محمد ہو اور کنیت ابوالقاسم۔ تو فرمایا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔

علماء کے ایک تیسرے گروہ کا کہنا ہے کہ کنیت اور نام کو اکٹھے رکھنا جائز نہیں' اور علیحدہ علیحدہ رکھنا دونوں کا جائز ہے۔

دلائل:

سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو میرے نام پر نام رکھے تو وہ میری کنیت نہ اپنائے' اور جو میری کنیت اپنائے تو وہ میرے نام پر نام نہ رکھے۔

مسند ابن ابی شیبہ میں ہے کہ محمد بن طلحہ جب پیدا ہوئے تو حضرت طلحہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پوچھا کہ اس کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھ لوں؟ فرمایا: ان دونوں کو جمع نہ کرو بلکہ اس کی کنیت ابوسلیمان رکھو۔

علماء کے ایک اور گروہ کا کہنا ہے کہ اس نہی کا تعلق آپ کی زندگی کے ساتھ ہے' کیونکہ اس نہی کی علت یہ ہے کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو اس نام سے پکارا جائے اور گمان یہ ہو کہ آپ ﷺ کو بلایا جا رہا ہے۔

دلائل:

سنن ابی داؤد میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا' اے اللہ کے رسول ﷺ!

Marfat.com

اگر اس کے بعد میرے ہاں بچہ پیدا ہو تو کیا میں اس کا نام آپ کے نام پر رکھ دوں اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت رکھ دوں تو آپ ﷺ نے فرمایا' ٹھیک ہے۔

حمید بن زنجویہ اپنی کتاب ''کتاب الادب'' میں فرماتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوس سے پوچھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے تھے کہ جو حضور ﷺ کا نام اور کنیت دونوں اپنا لے؟ تو انہوں نے ہمارے ساتھ بیٹھے ایک شیخ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ رہے محمد بن مالک' ان کا نام محمد اور کنیت ابو القاسم ہے۔ اور فرماتے تھے کہ اس بارے میں جو نہی وارد ہوئی تھی وہ آپ کی زندگی تک محدود تھی' وجہ یہ تھی کہ کہیں کسی اور کو آپ کے نام سے پکارا جائے۔ اور حضور ﷺ متوجہ ہو جائیں۔ اب اس میں کوئی حرج نہیں۔

حمید بن زنجویہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی کنیت سے کسی کو پکارنا آپ ﷺ کی زندگی میں تو مکروہ تھا لیکن آپ ﷺ کے نام سے پکارنا مکروہ نہ تھا۔ کیونکہ آپ ﷺ کے نام کے ساتھ کوئی نہیں پکار سکتا تھا' جب آپ ﷺ وفات پا گئے تو یہ حکم ختم ہو گیا۔ آپ دیکھتے نہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت علی کو اجازت دی کہ اگر ان کے ہاں اور کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کا نام اور کنیت حضور ﷺ کے نام اور کنیت پر رکھ لیں۔ اور صحابہ کی اولاد میں سے ایک جماعت نے ان دونوں کو اپنایا' جن میں محمد بن ابی بکر' محمد بن جعفر بن ابی طالب' محمد بن سعد بن ابی وقاص' محمد بن حاطب' اور محمد بن منذر رضی اللہ عنہم ہیں۔

ابن ابی خیثمہ ''تاریخ'' میں لکھتے ہیں کہ ابن حنفیہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تیرے ہاں عنقریب میرے بعد ایک لڑکا پیدا ہو گا' اس کا نام میرے نام پر اور اس کی کنیت میری کنیت پر رکھنا۔ یہ خصت حضور ﷺ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیئے تھی۔ اور اس کے مکروہ ہونے کی تین دلیلیں ہیں۔

① اس نام کے معنی کسی ایسے شخص کو دینا جو کہ اس کے قابل نہیں' اور حضور ﷺ

Marfat.com

نے بھی اس علت کی طرف اشارہ فرمایا ہے' کہ قاسم تو میں ہوں جو لوگوں کے درمیان تقسیم کرتا ہوں۔

کیونکہ آپ ﷺ لوگوں میں اللہ کے احکام تقسیم فرماتے تھے' آپ کی تقسیم بادشاہوں کی تقسیم کی طرح نہ تھی کہ جسے چاہا دیا اور جسے چاہا نہ دیا۔

② گفتگو اور بلاتے وقت التباس کے ڈر سے' اور اس علت کی طرف حدیث انس میں اشارہ ہے کہ جب پکارنے والے نے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں بلایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے نام پر نام تو رکھو لیکن میری کنیت نہ اپناؤ۔

③ کنیت اور نام دونوں کو اکٹھے اپنا لینے سے وہ مصلحت ختم ہو جائے گی جو اسم اور کنیت کے درمیان تمیز اور اختصاص پیدا کرنے والی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے منع فرمایا کہ کوئی شخص آپ کی مہر نبوت کی طرح اپنی انگوٹھی پر نقش بنوائے' تو پہلی دلیل کی بنیاد پر آپ کی زندگی اور وفات کے بعد دونوں صورتوں میں آپ کی کنیت کو اپنانا جائز نہیں۔

اور دوسری دلیل کی بنیاد پر اس ممانعت کا تعلق صرف زندگی کے ساتھ ہے۔ جبکہ تیسری دلیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کا تعلق اس وقت ہے جب اسم اور کنیت دونوں کو جمع کیا جائے اور علیحدہ علیحدہ اپنا لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اس بارے میں جتنی احادیث مروی ہیں ان سب کا دارومدار انہی تین باتوں پر ہے۔ واللہ اعلم۔

## فصل ۸:

## ایک سے زائد نام رکھنا جائز ہے

جب نام سے مقصود تعریف اور تمیز ہے تو ایک نام کافی ہے اور اسی پر اکتفاء کرنا بہتر ہے۔ جبکہ ایک سے زائد نام رکھنا بھی جائز ہے۔ جیسے نام' کنیت اور لقب تینوں رکھے جائیں۔ اور باقی اللہ تعالیٰ کے اسماء' قرآن کے نام اور حضور ﷺ کے نام

Marfat.com

تو اگر ہم انہیں صفات مانیں جو کہ مسمی کی مدح اور ثناء کریں تو ان کا تعلق اس سے نہیں بلکہ ناموں کی کثرت سے مقصود مسمی کی عظمت اور رفعت کو بیان کرنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ (الاعراف : ۱۸۰)

''اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیئے ہیں' سوان ناموں سے اللہ ہی کو موسوم کیا کرو''۔

صحیحین میں حضرت جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پانچ نام ہیں'' محمد' احمد' حامی یعنی اللہ نے میرے ذریعے کفر کو مٹایا' حاشر' میں لوگوں کو اپنے قدموں پر اکٹھا کروں گا' اور عاقب یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں''۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''میں محمد' احمد' نبی رحمت' نبی توبہ' حاشر' مقفی' اور نبی ملاحم ہوں''۔ (بخاری ۴/۱۶۲)

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جو اپنی ذات کے نام رکھے ان میں سے کچھ ہمیں یاد ہیں اور کچھ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا نام محمد' احمد' مقفی' حاشر' نبی توبہ اور نبی ملاحم ہے''۔ (مسلم شریف)

ابوالحسن بن فارسی نے حضور ﷺ کے ۲۳ نام ذکر کیئے ہیں: محمد' احمد' حامی' عاقبت' مقفی' نبی رحمت' نبی توبہ' نبی ملاحم' شاہد' مبشر' نذیر' ضحوک' قتال' متوکل' الفاتح' الامین' الخاتم' المصطفیٰ' الرسول' النبی' الامی' القاسم' الحاشر۔

## فصل ۹:

## اسم اور مسمی کے درمیان تعلق کا بیان

پیچھے جو کلام گزرا وہ اس پر چند اعتبار سے دلالت کرتا ہے۔
سعید بن مسیب کا قول کہ ہم میں یہ شدت ابھی تک ہے' اور شدت ان میں

Marfat.com

ان کے دادا حزن کے نام کی وجہ سے تھی۔

اور جمرۃ بن شہاب کے لیئے جو حضرت عمر کا ارشاد گزرا کہ اپنے اہل و عیال کی فکر کرو وہ جل گئے۔

اور حضور ﷺ کا ان لوگوں کو بکری کا دودھ دوہنے سے روکنا جن کا نام حرب یا مرۃ تھا۔ اور اس کے شواہد بہت زیادہ ہیں' ایسا بہت کم ہوگا کہ قبیح اسم کا اطلاق ایسے شخص پر ہو رہا ہو جو قبیح نہ ہو۔ جیسے کسی شاعر کا قول ہے۔

**و قلّما ابصرت عيناك ذالقبٍ الاو معنـاه ان فكـرت فـى لقبـه**

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت جلیلہ کے بموجب انسانوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ وہ مسمی کی مناسبت سے اس کا نام رکھیں۔ تاکہ لفظ اور معنی کے درمیان حکمت خداوندی مناسب رہے۔ جیسا کہ اللہ نے اسباب اور مسببات کے درمیان مناسبت رکھی ہے۔

ابوالفتح ابن جنی فرماتے ہیں' ایک زمانہ مجھ پر ایسا گزرا کہ میں نام سنتا تھا لیکن میں اس کا معنی نہ جانتا تھا' تو اس کے معنی کو اخذ کرتا اس کے لفظ سے پھر میں کھوج لگاتا تو اس کو ایسا ہی پاتا یا قریب قریب پاتا تھا۔

تو میں نے اس بات کا تذکرہ امام ابن تیمیہ سے کیا تو فرمانے لگے' میرے ساتھ بھی اکثر یونہی ہوتا ہے۔ پیچھے حضور ﷺ کا قول گزرا:

اسلم : اللہ اسے سلامت رکھے۔

غفار: اللہ اس کی مغفرت کرے۔ اور

عصیہ: اللہ کی نافرمانی ہو۔

اور جب وحشی قاتل حمزہ اسلام لائے تو حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے' آپ ﷺ نے ان کے نام اور فعل کو ناپسند کیا اور فرمایا: اپنے چہرے کو مجھ سے چھپا لو۔

Marfat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اخلاق قبیحہ' اعمال قبیحہ' افعال قبیحہ یہ سب اپنے مناسب اسماء کو چاہتے ہیں جیسا کہ مناسب اوصاف ناموں میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح علمی ناموں کے اندر بھی۔

اور حضور ﷺ کا نام محمد اور احمد' آپ کے اندر حمد کی خصلتوں کی کثرت کی وجہ سے ہے۔ اسی وجہ سے بھی کہ حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہوگا اور آپ کی امت حمادون ہوگی۔ اور آپ ﷺ مخلوق میں سے اپنے رب کی سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہیں۔ اسی وجہ سے حضور ﷺ نے اچھے نام رکھنے کا حکم دیا۔ اور فرمایا: اپنے نام اچھے رکھو۔ کیونکہ اچھے نام والا اپنے نام کی لاج رکھتا ہے' اور بسا اوقات اس کا نام اچھے کام پر ابھارتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے' اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ اکثر گھٹیا لوگوں کے نام ان کے مناسب ہوں گے اور اعلی لوگوں کے نام ان کے مناسب۔ وباللہ التوفیق۔

فصل ۱۰:

## قیامت کے دن مخلوق کو اس کے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا نہ کہ ماؤں کے ناموں سے

یہی بات صحیح ہے کہ جو سنت صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے' اور بخاری جیسے دیگر ائمہ نے اس کی وضاحت کی ہے۔ بخاری میں باب ہے ''قیامت کے دن لوگوں کو ان کے آباء کے نام سے پکارا جائے گا''۔

پھر حدیث ابن عمر ذکر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین اور آخری کو جمع فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ ہر نہر والے کے لئے ایک جھنڈا بلند کریں گے اور کہا جائے گا یہ فلاں کی نہر ہے اور یہ فلاں کی۔

Marfat.com

سنن ابی داؤد میں حضرت ابوداؤد سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، کہ قیامت کے دن تم اپنے ناموں سے اور اپنے آباء کے ناموں سے پکار جاؤ گے۔ چنانچہ اپنے نام اچھے رکھو۔

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ماؤں کے ناموں سے پکارا جائے گا۔

اور اس سلسلے میں ان کی دلیل جو حدیث ہے وہ غیر صحیح ہے۔ جو کہ معجم طبرانی میں حضرت ابوامامہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تمہارا کوئی بھائی مرتا ہے اور تم اسے دفنا کر اس کی قبر پر مٹی برابر کر دیتے ہو' تو تم میں سے کوئی بھی اس کی قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر یوں کہے اے فلاں بن فلاں' تو وہ اس کی بات کو تو سنتا ہے لیکن جواب نہیں دیتا' پھر وہ کہے: اے فلاں بن فلانہ۔ تو وہ کہتا ہے: ہماری رہنمائی کر اللہ تجھ پر رحم کرے۔

اسی میں ہے کہ ایک شخص نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر اس کی ماں کو وہ نہ جانتا ہو؟ تو فرمایا: تو اس کی نسبت ام حواء کی طرف کر دے۔ یوں کہے: اے فلاں بن حواء۔

علماء فرماتے ہیں کہ اسی طرح وہ شخص کہ جس کا نسب اس کے باپ سے ثابت نہ ہو' جیسے لعان میں نفی شدہ یا ولد الزناء تو اسے باپ کی طرف سے کیسے پکارا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے' باتفاق محدثین کے۔ اور باقی رہا وہ شخص کہ جس کا نسب اپنے باپ سے منقطع ہو گیا تو اسے یونہی پکارا جائے گا جیسا دنیا میں پکارا جاتا تھا تو بندے کو قیامت کے دن اسی نام سے پکارا جائے گا جس نام سے دنیا میں پکارا جاتا تھا خواہ باپ کا نام ہو یا ماں کا نام۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

# ختنے کے احکام


فصل ۱ ☆ ختان کا معنیٰ' اس کا اشتقاق اور مسمی

فصل ۲ ☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بعد دیگر انبیاء کے ختنوں کا بیان

فصل ۳ ☆ ختنوں کی مشروعیت اور یہ کہ یہ فطرت میں سے ہیں

فصل ۴ ☆ اس کے واجب ہونے کے بارے میں علماء کے اختلاف کا بیان

فصل ۵ ☆ " اس کے وجوب کے وقت کا بیان

فصل ۶ ☆ ولادت کے ساتویں دن ختنے کروانے کے بارے اختلاف کا بیان کہ آیا مکروہ ہے یا نہیں اور فریقین کے دلائل

فصل ۷ ☆ ختنوں کے احکام اور فوائد

فصل ۸ ☆ ختنوں میں کتنی مقدار کاٹی جائے گی

فصل ۹ ☆ اس بات کا بیان کہ ختنوں کا حکم مذکر اور مؤنث دونوں کو شامل ہے

فصل ۱۰ ☆ ختنے کرنے والے سے اگر غلطی ہو جائے تو....؟

فصل ۱۱ ☆ غیر مختون کی طہارت' نماز' امامت' شہادت وغیرہ کے احکام

فصل ۱۲ ☆ وہ چیزیں جو اسے ساقط کر دیتی ہیں

فصل ۱۳ ☆ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے تھے؟

فصل ۱۴ ☆ کیا حکمت ہے کہ قیامت کے دن لوگ غیر مختون اٹھیں گے؟


Marfat.com

فصل ۱:

## ختان کے معنی اور اشتقاق کا بیان

ختان مصدر ہے' نزال اور قتال کی طرح۔ موضع ختن کو بھی ختان کہتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے' جب ختنے کی جگہوں کا ملاپ ہوتا ہے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ مؤنث کے ختنوں کو خفض کہتے ہیں۔

یوں کہتے ہیں: **ختنت الغلام ختنا** اور **خفضت الجارية خفضاً**.

مذکر میں اعذار کہتے ہیں۔

اور غیر معذور کو اقلف (غیر مختون) اور اغلف (قلفے والا) بھی کہتے ہیں۔

کبھی مذکر اور مؤنث دونوں کو اعذار کہا جاتا ہے۔

صحاح میں ہے کہ ابوعبید فرماتے ہیں: **عذرت الجاريه والغلام اعذرهما عذرا**. لڑکا اور لڑکی کے ختنے کرنا۔ اسی طرح **اعذرتهما**. فرماتے ہیں کہ عموماً یوں کہا جاتا ہے: **خفضت الجاريه**. **قلفه** اور **غرله** کہتے ہیں اس کھال کو جسے کاٹا جاتا ہے۔

اہل عرب کا خیال ہے کہ بچے کی ولادت جب قمر (تین رات کے بعد آخر تک کا چاند) میں ہو تو اس کا قلفہ مسخ ہو جاتا ہے اور وہ مختون کی طرح ہو جاتا ہے۔

تو مرد کا ختان وہ گول کنارہ ہے جو حشفہ کے نچلے حصے میں ہوتا ہے' اور یہی وہ جگہ ہے جس کے فرج (عورت کے اندام نہانی) میں چھپ جانے پر احکام کا دارومدار ہوتا ہے۔ اس میں تین سو سے زائد احکام مرتب ہوتے ہیں۔ کسی نے انہیں جمع کیا ہے' جن کی تعداد ۳۹۲ ہے۔

جبکہ عورت کے ختان سے مراد مرغ کی کلغی کی طرح کی وہ کھال ہے جو فرج کے بالائی حصے پر ہوتی ہے۔ جب حشفہ مرد فرج میں چھپ جاتا ہے تو دونوں کے ختان

Marfat.com

مساوی ہو جاتے ہیں' اور جب مساوی ہو گئے تو گویا مل گئے' جیسے کہا جاتا ہے' التقی الفارسان. کہ دونوں گھوڑے برابر ہو گئے۔ اگر چہ وہ باہم ملے نہ ہوں۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ ختان خاص جگہ کا نام ہے اور وہ' وہ کھال ہے جو کٹنے کے بعد بچ جاتی ہے۔ اور ختان کے فعل کا اسم ہے۔ اس کی نظیر السواک ہے کہ وہ اس آلے کا نام ہے ہے جس سے مسواک کی جاتی ہے' کبھی ختان دعوت ولیمہ کو بھی کہتے ہیں جیسا کہ اس پر عقیقے کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔

فصل ۲:

## حضرت ابراہیمؑ اور ان کے بعد کے دیگر انبیاء کے ختنوں کا بیان

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ قدوم کے مقام پر حضرت ابراہیم نے ۸۰ سال کی عمر میں ختنے کیے۔ (بخاری ۳۱۷۸، مسلم ۲۳۷۰)

امام بخاری فرماتے ہیں کہ قدوم ایک جگہ کا نام ہے۔

مروزی کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ سے پوچھا گیا' کیا حضرت ابراہیم نے قدوم کے مقام پر اپنے ختنے کیے۔ فرمایا: قدوم کے ایک کنارے پر۔

ابوداؤد، عبداللہ بن احمد اور حرب کہتے ہیں کہ انہوں نے احمد سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ انہوں نے قدوم میں ختنے کیے؟ فرمایا کہ قدوم ایک جگہ کا نام ہے۔

جبکہ ایک قول یہ ہے کہ قدوم آلہ ختان ہے اور دلیل شاعر کا یہ قول ہے۔

فقلت :اعیرونی القدوم لعلّنی اخط بہ قبرًا لأبیض ماجد

علماء کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جس نے اسے تخفیف کے ساتھ قدوم پڑھا ہے تو اس کا مطلب ہے یہ ایک جگہ کا نام ہے۔ اور جس نے شد کے ساتھ یوں پڑھا ہے قُدُّوم تو وہ آلہ ختان کا نام ہے۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ختنوں کا جو واقعہ ہے' اسے میں نے ایسے الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے' لیکن درحقیقت کوئی تعارض نہیں' ہم اس کی تفصیل ابھی کرتے ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ۸۰ سال کی عمر میں قدوم کے مقام پر ختنے کیئے۔ جبکہ ایک روایت یوں ہے ۸۰ سال کے بعد قدوم کے مقام پر ختنے کیئے۔

جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے بارے یحییٰ کا کہنا ہے کہ قدوم سے مراد ہے لکڑی وغیرہ چھیلنے کا آلہ۔

نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ قدوم سے کاتا۔ تو ان سے کہا گیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قدوم شام میں ایک علاقہ ہے۔ تو انہوں نے اس کی تصدیق نہ کی اور اپنے قول پر ڈٹے رہے۔

جوھری کہتے ہیں کہ قدوم بغیر تشدید کے وہ آلہ ہے جس سے لکڑی چھیلتے ہیں۔ یہی ابن سکیت کا قول ہے' اور قدوم شد کے ساتھ نہیں۔ اور قدوم بغیر تشدید ایک جگہ کا نام بھی ہے۔ جبکہ صحیح قول یہ ہے کہ حدیث میں قدوم سے مراد وہ آلہ ہے جیسا کہ بیہقی کی روایت ہے کہ موسیٰ بن علی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے سنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ختنہ کروانے کا حکم ہوا جبکہ وہ ۸۰ سال کے تھے۔ انہوں نے فوراً قدوم کے مقام پر ختنے کیے تو انہیں بہت تکلیف ہوئی' تو اللہ سے دُعا کی تو وحی آئی کہ تم نے ہمارے آلے کے بارے حکم دینے سے پہلے ہی جلدی کی۔ تو فرمانے لگے:

اے اللہ! مجھے اچھا نہ لگا کہ میں آپ کے حکم میں تاخیر کروں۔

فرماتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ختنے ۱۳ سال کی عمر میں ہوئے۔ اور حضرت اسحاق کے ختنے ساتویں دن ہوئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

حضرت ابراہیم پہلے شخص تھے جنھوں نے ختنے کیئے اورانہوں نے قدوم کے مقام پر ۱۲۰ سال کی عمر میں ختنے کیئے۔ پھراس کے بعد ۸۰ سال زندہ رہے۔

یہ حدیث معلول ہے۔ یحیٰی بن سعید نے سعید بن مسیّب سے' انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ ابواویس عبداللہ بن عبداللہ مدنی کی بھی روایت سے ہے۔ اورامام مسلم نے اپنی صحیح میں انہیں قابل حجت قرار دیا ہے۔ اصحاب سنن اربع نے ان سے روایت کی ہے اورامام ابوداؤد نے اسے صالح کہا ہے۔ اور ابن معین سے روایت میں اختلاف ہے۔ دارمی نے ان سے روایت کی ہے' جبکہ ان کی حدیث ضعیف ہے' اوران سے اس کی توثیق بھی مروی ہے۔

لیکن مغیرہ بن عبدالرحمٰن اور شعیب بن ابوحمزہ نے ابوالزناد سے جو روایت نقل کی ہے' ابواویس کی روایت کے خلاف ہے۔ اور وہ روایت ہے کہ جسے اصحاب صحیح نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم کے ختنے ۸۰ سال کی عمر میں ہوئے۔ اور یہی اولیٰ ہے۔ اور یہ موقوف اور مرفوع کے ضعف پر دلالت کرتی ہے۔

بعض نے یوں. جواب دیا ہے کہ دونوں روایتیں صحیح ہیں۔ اور دونوں روایتوں میں تطبیق کی وجہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مدت عمر کا معلوم ہونا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام دو سو سال زندہ رہے۔ ۸۰ سال غیر مختون اور ۱۲۰ سال مختون۔ اور مطلب یہ ہے کہ عمر کے ۸۰ سال گزرنے کے بعد ختنے کروائے اور دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب ختنے کروائے تو زندگی کے ۱۲۰ سال باقی تھے۔ یہ تطبیق محل نظر ہے' اس لیئے کہ یوں کہا کہ سب سے پہلے جس شخص نے ختنے کروائے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اوراس وقت ان کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ اور یوں نہ کہا کہ ۱۲۰ سال کے لیئے ختنے کروائے یعنی ختنے کروانے کے بعد ۱۲۰ سال زندہ رہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی جو روایت ہم نے ذکر کی وہ اس کے مخالف ہے' جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور مرفوع روایت ہے کہ حضرت

Marfat.com

ابراہیم نے ۱۲۰ سال کی عمر میں ختنے کروائے' پھر اس کے بعد ۸۰ سال زندہ رہے۔ اور یہ حدیث معلول ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول جعفر بن عون اور عکرمہ بن ابراہیم نے یحییٰ بن سعید سے روایت کیا ہے۔ اور مرفوع اور صحیح روایت اس سے اولیٰ ہے۔ اور ولید بن مسلم تدلیس میں معروف ہے۔

ہیثم بن خارجہ کہتے ہیں کہ میں نے ولید بن مسلم سے کہا کہ تم نے اوزاعی کی حدیث کو فاسد کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ کیسے؟ میں نے کہا کہ آپ یوں روایت کرتے ہیں: عن الاوزاعی عن نافع اور عن الاوزاعی عن الزہری اور عن الاوزاعی عن یحییٰ بن سعید اور آپ کے علاوہ بھی اوزاعی اور نافع کے درمیان ہیں: عبداللہ بن عامر اسلمی اور ان کے اور زہری کے درمیان ابراہیم بن میسرہ اور قرہ وغیرہ ہیں۔ آپ کو اس پر کس نے ابھارا؟ کہنے لگے کہ میں اوزاعی کو شرافت دیتا ہوں کہ وہ ان جیسوں سے روایت کرے' تو میں نے کہا کہ اوزاعی ان سے روایت کرے جبکہ یہ ضعیف ہیں۔ اصحاب حدیث انہیں منکر قرار دیتے ہیں' آپ نے انہیں ساقط کر دیا اور جب کہ دونوں اوزاعی کی روایت ثقات سے ہیں' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوزاعی کی روایت کو ضعیف قرار دیا۔ تو انہوں نے میرے قول کی پرواہ نہ کی۔

ابو مسہر کہتے ہیں کہ ولید بن مسلم اوزاعی کی احادیث کو کذابین سے نقل کرتا تھا' پھر تدلیس کرتا تھا۔ اور دار قطنی فرماتے ہیں کہ ولید بن مسلم اوزاعی سے احادیث روایت کرتا ہے جو کہ اوزاعی کے ہاں ضعیف شیوخ سے مروی ہوتی ہیں' ایسے شیوخ سے کہ اوزاعی نے ان سے ملاقات کی ہوتی' جیسے نافع' عطاء' زہری تو وہ ان ضعفاء کے ناموں کو ساقط کر کے یوں کہہ دیتا' عن الاوزاعی عن عطاء۔

امام احمد رحمہ اللہ اپنے بیٹے عبداللہ کی روایت میں کہتے ہیں کہ ولید اور مروزی کی روایت میں ہے کہ ولید کثرت سے غلطی کرنے والا ہے۔

اور یہ حدیث اس طریق کے علاوہ سے غیط بن شریط کے نسخے میں حضور

Marfat.com

ﷺ سے منقول ہے کہ سب سے پہلے جس نے مہمان نوازی کی وہ حضرت ابراہیم تھے اور سب سے پہلے شلوار پہننے والے بھی حضرت ابراہیم تھے اور سب سے پہلے حضرت ابراہیم ہی نے قدوم کے مقام پر ختنے کروائے' جبکہ آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ اس نسخے کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور معلول ہے اور صحیح حدیث کے مقابل نہیں ہوسکتی اور ان وجوہ کی بناء پر اس کی تاویل درست نہیں۔

① اس کے الفاظ اس تاویل کی صلاحیت نہیں رکھتے' کیونکہ اس میں ہے کہ ۱۲۰ سال کی عمر میں ختنے کروائے۔

② پھر یہ کہا کہ اس کے بعد ۸۰ سال زندہ رہے۔

③ جس کا نا چاہتے ہوئے احتمال ہے اور وہ یہ قول ہے کہ ۱۲۰ سال کی عمر کے لیئے ختنے کیئے اور مراد یہ ہو کہ جو عمر ان کی باقی تھی' نہ کہ وہ جو گزر چکی۔ اور اس طرح کے استعمال میں جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ یہ اس وقت مراد ہو جبکہ باقی ماندہ عمر گزری ہوئی عمر سے کم ہو۔ کیونکہ عربوں کا گزر جانے اور باقی رہ جانے کے معنی کے اندر جو مستعمل ہے وہ یہ ہے کہ جو مہینے کی ابتداء سے لے کر نصف ماہ تک ہو۔ اسے خلت اور خلون کہتے ہیں اور جو نصف سے لے کر آخر ماہ تک ہو' اسے بقیت اور بقین کہتے ہیں۔ تو یہ کہنا کہ **لمائة و عشرين بقيت من عمره** یہ یونہی ہے کہ یوں کہا جائے **لاثنتين و عشرين ليلة بقيت من الشهر.**

اور یہ جائز نہیں۔

ختان ایسی خصلت ہے کہ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا۔ اور انہیں کامل اور مکمل کر کے لوگوں کا پیشوا بنا دیا' اور جیسا کہ مروی ہے کہ سب سے پہلے آپ کے ختنے ہوئے' اور جو روایت صحیحین میں ہے کہ آپ کے ختنے ۸۰ سال کی عمر میں ہوئے اور آپ کے رسولوں اور ان کے پیروکاروں میں یہ سلسلہ چلتا رہا

Marfat.com

حتیٰ کہ مسیح علیہ السلام میں بھی کہ انہوں نے بھی ختنے کروائے اور نصاری بھی اس کا اقرار کرتے ہیں۔ اور انکار نہیں کرتے جیسا کہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام نے خنزیر کے گوشت کو حرام اور ہفتے کے دن روزی کمانے کو حرام کیا اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی اور پچاس دن کے روزے نہ رکھے اور یہی وہ روزے ہیں جنہیں وہ الصوم الکبیر سے تعبیر کرتے ہیں۔

جامع ترمذی اور مسند امام احمد میں حضرت ابی ایوب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چار چیزیں رسولوں کی سنت ہیں۔ ① حیاء ② خوشبو لگانا ③ مسواک کرنا۔ ④ نکاح کرنا۔ (مسلم ۲۵۷' ابوداؤد ۴۱۹۸' بخاری ۵۵۵۰' ترمذی ۲۷۵۷۔ وقال الترمذی' هذا حديث حسن غريب)

اس کے ضبط اعراب میں اختلاف ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ حیاء' یاء اور مدہ کے ساتھ ہے اور کچھ کہتے ہیں کہ نون کے ساتھ حناء ہے۔

مصنف کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ ابوالحجاج حافظ مزی کو فرماتے سنا کہ یہ دونوں غلط ہیں بلکہ یہ ختان ہے۔ نون حاشیے میں لکھی ہے' میں نے بھی اسی کو اختیار کیا۔

الفاظ میں اختلاف ہے' فرماتے ہیں کہ اسی طرح محاملی نے اپنے شیخ سے روایت کیا ہے کہ جن سے بعینہٖ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے' وہ ختان کہتے ہیں۔ اور یہ حیاء اور حناء سے بہتر ہے۔ کیونکہ حیاء تو ایک اچھا اخلاق ہے اور حناء سنت نہیں۔ اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فطرت کی خصلتوں میں شمار کیا ہے' اور نہ ہی یہ مستحب ہیں بخلاف ختان کے۔

فصل:

## آدمی کا اپنے ختنے خود کرنا

مروزی فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ سے ایسے شخص کے بارے پوچھا گیا کہ جو اپنے ختنے خود کرے؟ فرمایا: اگر اس پر قادر ہو تو کرے۔ خلال کہتے ہیں کہ عبدالکریم

Marfat.com

بن ہیثم نے مجھے بتایا کہ میں نے ابوعبداللہ کو یہ فرماتے سنا جبکہ ان سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا جو ختنے خود کرے۔ فرمایا: اگر اس پر قادر ہو تو کرے۔

اسحاق کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ سے اس عورت کے بارے پوچھا گیا کہ جس کے ساتھ اس کا خاوند مباشرت کرے اور اس کے ختنے نہ ہوئے ہوں' کیا اس عورت پر ختنے کرنا واجب ہے؟ فرمایا: ختنے کرنا سنت حسنہ ہے اور جو مسئلہ مروزی نے عورت کے اپنے ختنے خود کرنے کے بارے ذکر کیا ویسا ہی ذکر کیا۔ پوچھا گیا کہ اگر وہ اس پر قادر ہو؟ فرمایا: تو کیا ہی خوب ہے۔

اور پوچھا گیا ایسے شخص کے بارے میں جو اپنے ختنے خود کرے؟ فرمایا: کہ اگر اس پر قادر ہو تو بہتر ہے کیونکہ یہ سنت حسنہ ہے۔

فصل ۳:

## ختنوں کی مشروعیت کا بیان

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' فطرتی چیزیں پانچ ہیں: ختنے کرنا' زیرناف بال کاٹنا' مونچھیں تراشنا' ناخن کاٹنا' بغلوں کے بال چونٹنا۔

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ختنوں کو فطرتی خصلتوں پر سرفہرست رکھا کہ یہ چیزیں فطرتی خصلتیں ہیں۔ اس لیئے کہ فطرت نام ہے حنیفیت کا جو کہ ملت ابراہیمی ہے اور ان خصلتوں کا حکم بھی حضرت ابراہیم ہی کو ہوا اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کے ساتھ ان کے رب نے ان کو آزمایا۔

جیسا کہ مسند عبدالرزاق میں حضرت ابن عباس سے اس آیت کے بارے مروی ہے: ﴿ وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ ﴾ فرمایا کہ یہ آزمائش نظافت کے ساتھ خاص تھی۔ پانچ سر میں' پانچ جسم میں۔ جو چیزیں سر میں تھیں وہ یہ ہیں: ① مونچھیں کاٹنا ② کلی کرنا ③ ناک میں پانی ڈال کر جھڑکنا ④ مسواک کرنا

Marfat.com

⑤ سر کے بالوں کی مانگ نکالنا۔ اور جو چیزیں جسم میں تھیں وہ یہ ہیں: ① ناخن تراشنا ② زیر ناف بال کاٹنا ③ ختنے کرنا ④ بغلوں کے بال چوننا ⑤ پیشاب پاخانہ کرنے کے بعد پانی سے دھونا۔

فطرت دو طرح کی ہے ایک تو وہ ہے کہ جس کا تعلق دل کے ساتھ ہے اور وہ معرفت خداوندی اور اس کی محبت اور اس کی ذات کو ماسوا پر ترجیح دینا ہے۔ اور ایک فطرت عملی ہے اور وہ یہ خصلتیں ہیں:

① روح اور دل کو پاکیزہ بنانا۔

② جسم کو پاک صاف رکھنا' ان دونوں میں ہر ایک دوسرے کے لیئے مدومعاون ہے۔ اور جسمانی فطرت کی بنیاد اور اساس ختنے کرنا ہے۔

مسند امام احمد میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ چیزیں فطرت میں سے ہیں۔ کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' مونچھیں کاٹنا' مسواک کرنا' ناخن تراشنا' انگلیوں کے پورے دھونا' بغلوں کے بال چوننا' زیر ناف بال کاٹنا' ختنے کرنا' اور پیشاب کے بعد پیشاب کی جگہ کو پانی سے دھونا۔

فطرتی خصلتیں طہارت اور نظافت اور گندے فضلات کو لینے میں مشترک ہیں کہ جن سے شیطان مانوس ہوتا ہے اور انہی کے ذریعے بنو آدم کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے۔

اسلاف کا کہنا ہے کہ جو نماز پڑھے' حج کرے اور ختنے کرائے وہ حنیف ہے۔ حج اور ختنے ملت حنیفیت کے شعار ہیں' اور یہی وہ فطرت خداوندی ہے جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا۔

ایک شاعر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے ۔

اخلیفۃ الرحمن انا معشر   حنفاء نسجد بکرۃ و اصیلا

عرب ری للہ فی اموالنا   حق الزکاۃ منزلاً تنزیلا

Marfat.com

فصل ۴:

## ختنے واجب ہیں یا مستحب....؟

فقہاء کا اس بارے میں اختلاف ہے' شعبی' ربیعہ' اوزاعی' یحییٰ بن سعید انصاری' امام مالک' امام شافعی اور امام احمد کہتے ہیں کہ یہ واجب ہے۔ اور امام مالک' امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ یہ واجب ہے' اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس قدر شدت اختیار کی کہ فرمایا کہ غیر مختون کی نہ امامت معتبر ہے اور نہ گواہی۔

بہت سے فقہاء نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ سنت ہے۔

حتیٰ کہ قاضی عیاض بھی فرماتے ہیں کہ ختنے کرانا' امام مالک اور جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے۔

لیکن ان کے ہاں سنت کے ترک سے گناہ ہوتا ہے' وہ سنت کو فرض اور مستحب کے درمیان ایک درجہ مانتے ہیں۔ ورنہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی واضح تصریح موجود ہے کہ غیر مختون کی گواہی قبول نہیں اور نہ ہی اس کی امامت جائز ہے۔

حسن بصری اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ یہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے' اور امام احمد کے اصحاب میں سے ابن ابی موسیٰ کہتے ہیں کہ یہ سنت مؤکدہ ہے۔

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ عورتوں پر واجب نہیں۔

اور جنھوں نے واجب کہا ہے ان کے دلائل یہ رہے:

① ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا ﴾ (النحل: ۱۲۳)

''ہم نے آپ کے پاس وحی بھیج کہ آپ ابراہیم کے طریقے پر جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے چلیئے''۔

Marfat.com

اور ختنے کرانا ملت ابراہیمی میں سے ہیں:

② مسند امام احمد میں ہیثم بن کلیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں اسلام لے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے سے کفر کے بال اتار دو۔

ان کے ایک اور ساتھی بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کسی اور سے یوں کہا کہ کفر کے بال اتار دو اور ختنے کراؤ۔ (ابوداؤد)

اور بالوں کا اتارنا یا منڈوانے کے مستحب ہونے سے لازم نہیں آتا دوسرے کا مستحب ہونا۔

③ زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا' جو اسلام لائے تو وہ ختنے کرائے اگرچہ بڑا ہی کیوں نہ ہو۔ یہ روایت اگرچہ مرسل ہے لیکن قابل استدلال ہے۔

④ سنن بیہقی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کی تلوار کی نیام میں ایک کاغذ دیکھا تھا جس پر لکھا ہے' غیر مختون کو اسلام میں بغیر ختنے کرائے نہ چھوڑا جائے۔ اگرچہ اس کی عمر ۸۰ سال ہی کیوں نہ ہو۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس اسناد کے ساتھ اہل بیت منفرد ہیں۔

⑤ حضرت ابو برزہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر مختون کے بارے میں ارشاد فرمایا: جب تک ختنے نہ کرائے بیت اللہ کا حج نہ کرے۔ ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ سے غیر مختون کے بارے پوچھا کہ کیا وہ حج کر سکتا ہے؟ فرمایا: نہیں جب تک ختنے نہ کروالے۔

ابن منذر کہتے ہیں کہ یہ حدیث ثابت نہیں' اس کی اسناد مجہول ہے۔

⑥ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ غیر مختون کی نہ تو نماز

Marfat.com

قبول ہوتی ہے اور نہ اس کا ذبیحہ حلال ہوگا۔

مسند امام احمد میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ غیر مختون کا ذبیحہ حلال نہیں۔ جبکہ مسائل احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ غیر مختون کا ذبیحہ حلال نہیں۔

حضرت حسن عکرمہ کے اس قول کے مطابق مذہب نہ رکھتے تھے۔

عکرمہ سے پوچھا گیا کہ اس کے حج کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: حج درست نہ ہوگا۔

ابوعبداللہ کہتے ہیں' غیر مختون ذبح نہ کرے' اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور نہ نماز قبول ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا' غیر مختون کی نہ تو نماز قبول ہوتی ہے نہ اس کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ اس کی گواہی قبول ہوگی۔ قتادہ کہتے ہیں کہ حسن ایسا مذہب نہ رکھتے تھے۔

⑦ ختنے اسلام کے ان شعائر میں سے ہیں جن سے مسلمان اور عیسائی کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ اس کی وجوبیت ایسی ہی ہے جیسے وتر کی وجوبیت اور گھوڑوں کی زکوٰۃ کی وجوبیت۔ اور نماز کے قہقہہ لگانے والے پر وضو کی وجوبیت' اور جس کی نکسیر پھوٹ جائے اور پچھنے لگوانے والے پر وضو کی وجوبیت اور کہنیوں تک تیمم کا لازم ہونا اور زمین پر تیمم میں دو ضربیں لگانا وغیرہ۔

باقی رہا ختان کا واجب ہونا تو اس کا وجوب اسی قدر کافی ہے کہ مسلمانوں میں سے غیر مختون کا شمار مشکل ہے۔ اسی وجہ سے علماء کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ بڑی عمر کے شخص پر بھی ختنے کرانا واجب ہے۔ اگرچہ اس سے تلف لازم آئے۔

⑧ شریعت نے اس کے کاٹنے کا حکم دیا ہے تو زخم کے سرایت کر جانے اور گہرے

Marfat.com

ہو جانے سے انسان محفوظ نہیں' اس کا جواب ایسے ہی ہے جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا۔

⑨ انسان کے لیئے کسی مجبوری یا علاج کے لیئے ستر کھولنا جائز ہے' اگر یہ ختنے کرانا واجب نہ ہوتا تو جائز نہ ہوتا' کیونکہ مسنون کام کی پابندی کے لیئے حرام کام لازم نہیں ہوتا۔

⑩ انسان اس میں دو واجبوں کے ترک کرنے اور دو ممنوع کاموں کے ارتکاب سے محفوظ نہیں۔ ایک تو ختنے کرانے والے کا ستر کھولنا اور ختنے کرنے والے کا اجنبی کے ستر کو دیکھنا۔ اگر یہ واجب نہ ہوتا تو دو واجبوں کا ترک کرنا اور دو ممنوع کاموں کا ارتکاب نہ ہوتا۔

⑪ خطابی کی دلیل یہ ہے کہ ختان اگرچہ اس کا ذکر سنتوں میں ہے لیکن اکثر علماء کے نزدیک یہ واجب ہے' کیونکہ یہ شعائر دینی میں سے ہے۔ اسی کی وجہ سے مسلمان اور کافر کے درمیان فرق ہے۔ کیونکہ اگر غیر مختون مقتدیوں کی جماعت میں مختون پایا جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور مسلمانوں کے قبرستان میں اسے دفنایا جائے گا۔

⑫ ولی اس کے اندر بچے کو تکلیف دیتا ہے اور زخم کے سرایت کر جانے سے تلف بھی ممکن ہے۔ اور ختنے کرنے والے کو اجرت اور دواء کی قیمت بچے کے مال سے ادا کرتا ہے' اور تلف کی صورت میں اس پر ضمان بھی نہیں' اگر یہ واجب نہ ہوتا تو ان مذکورہ چیزوں میں سے کچھ بھی جائز نہ ہوتا۔ کیونکہ ولی کے لیئے جائز نہیں بچے کے مال کو ضائع کرنا' اسے تکلیف پہنچانا اور کسی ایسے فعل سے تلف کہ جس فعل پر ضمان بھی لازم نہ ہو' بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کا استحباب ہوگا' اور یہ بات ظاہر ہی ہے۔

⑬ اگر یہ واجب نہ ہوتا تو ختنے کرنے والے کے لیئے عضو کاٹنا جائز نہ ہوتا' اگرچہ مختون یا ولی اجازت دیں۔ کیونکہ کسی انسان کے لیئے جائز نہیں کہ وہ کسی کا

Marfat.com

عضو کاٹے اور اللہ اور رسول ﷺ نے اس کے کاٹنے کا حکم نہ دیا ہو۔ اور نہ ہی اس پر کاٹنا لازم ہوتا' جیسا اگر اسے اجازت دی جائے کہ وہ بچے کا کان یا انگلی کاٹ دے تو اس کے لیئے ایسا کرنا جائز نہیں۔ اور اجازت دینے کی وجہ سے اس کا گناہ بھی ختم نہ ہوگا اور ضمان کے ساقط ہونے میں جھگڑا ہے۔

⑭ غیر مختون کی طہارت اور نماز فاسد ہوتی ہے' کیونکہ قلفہ اندام نہانی کو مکمل طور پر ڈھانپ دیتا ہے اور اس کو پیشاب لگے گا۔ تو معلوم ہوا کہ طہارت اور نماز کا صحیح ہونا ختنوں پر موقوف ہے۔ اسی وجہ سے سلف اور خلف نے اس کی امامت کو ناجائز قرار دیا۔ اگر چہ وہ خود معذور ہو' کیونکہ یہ اس کے قائم مقام ہے جسے سلس البول کا مرض ہو تو ختنوں سے مقصود قلفے میں پیشاب کے جذب ہونے سے بچنا ہے۔ تو نماز اور طہارت دونوں فاسد ہو جائیں گے۔ اسی وجہ سے ابن عباس نے فرمایا کہ غیر مختون کی نماز نہیں قبول' اسی وجہ سے موت کی وجہ سے ساقط ہے کیونکہ نماز اور طہارت کا مکلّف ہونا تھا وہ ختم ہو گیا۔

⑮ یہ صلیب کے پجاریوں اور آگ کے پجاریوں کا شعار ہے اور وہ ملت حنیفیہ کے پیروکاروں سے اسی وجہ سے ممتاز ہیں۔ اور ختان دراصل ملت حنیفیہ کے پیروکاروں کا شعار ہے۔ اسی وجہ سے ملت حنیفیہ کے امام نے سب سے پہلے ختنے کیے اور ختان ملت حنیفیت کا شعار بن گیا' اور اسی چیز کو بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل نے ابراہیم خلیل اللہ سے وراثت میں پایا ہے۔ تو صلیب کے پجاریوں کی موافقت جائز نہیں' ان کے کفریہ شعار میں اور تثلیث میں۔

فصل:

## وجوب کا سقوط اور مسنون ہونے کا ثبوت

جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ واجب نہیں' وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں اس کی وضاحت یہ

Marfat.com

ہے کہ یہ سنت ہے' جیسا حضرت شداد بن اوس کی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ختان مردوں کے لیئے سنت اور عورتوں کے لیئے باعث عزت ہے۔ (مسند امام احمد)

یہ لوگ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس کو مسنون چیزوں کے ساتھ جوڑا ہے' نہ کہ واجبات کے ساتھ' یعنی زیر ناف بال کاٹنا' مونچھیں کاٹنا' ناخن تراشنا' اور بغلوں کے بال چونٹنا۔

وہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضور ﷺ پر کالے' گورے' رومی' فارسی' حبشی سب لوگ اسلام لائے لیکن حضور ﷺ نے کسی کی تفتیش نہ کی۔

مسند امام احمد میں ہے کہ سالم بن ابی الدنیا سے مروی ہے' کہتے ہیں کہ میں نے حسن کو یہ کہتے سنا: اس شخص پر تعجب ہے یعنی امیر بصرہ پر کہ کیکر کے بزرگوں سے ملتا ہے' اور پوچھتا ہے کہ تمہارا دین کیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم مسلمان ہیں۔ تو اس نے ان کی تفتیش کا حکم دیا' اور وہ سب غیر مختون نکلے۔ اور اسی موسم سرما میں ان کے ختنے کر ڈالے۔ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ان میں سے کچھ مر گئے ہیں' حالانکہ حضور ﷺ کے ساتھ رومی' فارسی اور حبشی اسلام لائے' لیکن آپ ﷺ نے کسی کے بارے تفتیش نہ فرمائی۔

باقی رہا ان کا استدلال کرنا اس آیت قرآنی سے:

﴿ ثُمَّ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا ﴾ (النحل : ۱۲۳)

''پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقے پر جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے چلیئے''۔ تو ملت سے مراد حنیفیت یعنی توحید ہے۔

اسی وجہ سے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

﴿ حَنِيْفًا وَّ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ (النحل : ۱۲۳)

''اور وہ ایک طرف کے ہو رہے تھے اور شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے''۔

Marfat.com

حضرت یوسف علیہ السلام کی زبانی قرآن میں ہے:

﴿ اِنِّیْ تَرَکْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ﴾ (یوسف : ۳۷، ۳۸)

''میں نے تو ان لوگوں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں' اور میں نے اپنے باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے' ابراہیم کا اور اسحاق اور یعقوب کا ہم کو کسی طرح زیبا نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾

(آل عمران : ۹۵)

''آپ کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے سچ کہہ دیا سو تم ملت ابراہیم کا اتباع کرو جس میں ذرا بھی کجی نہیں اور وہ مشرک بھی نہ تھے''۔

ملت سے ان تمام آیات میں مراد اصول ایمان یعنی توحید' اللہ کی طرف رجوع اور اخلاص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو تعلیم دی کہ جب وہ صبح بیدار ہوں تو یوں کہیں:

اصبحنا علی فطرة الاسلام ، و کلمة الاخلاص ، و دین نبینا محمد و ملة ابینا ابراهیم حنیفاً مسلما و ما کان من المشرکین .

''ہم نے فطرت اسلام' کلمہ اخلاص' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین اور اپنے ابا ابراہیم کی ملت پر صبح کی جو کہ حنیفیت پر اور مسلمان تھے اور مشرک نہ تھے''۔

ان کا کہنا ہے کہ اگر افعال ملت میں داخل ہوں تو افعال میں ابراہیم علیہ السلام کی پیروی یوں ہوگی کہ انہیں اسی طرح ہی کیا جائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا' اگر ان کا یہ فعل وجوب کے طریقہ پر تھا تو اسے یوں ہی کیا جائے' اور اگر ان کا فعل مستحب

Marfat.com

طور پر تھا تو اسے یوں ہی کیا جائے' تم پر محض ابراہیم علیہ السلام کے فعل کی متابعت ہے' اور فعل آیا واجب ہے یا مستحب ہے' اس میں مشہور جھگڑا ہے' اور قوی اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ ندب یعنی استحباب پر دلالت کرتا ہے' اگر وجوب کا بیان نہ ہو' اگر ہم نے اسے بطور مستحب کیا تو ہم نے ان کی پیروی کی۔

وہ کہتے ہیں کہ جو حدیث عثیم بن کلیب اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ اپنے سے کفر کو علیحدہ کرو اور ختنے کراؤ' اس حدیث میں ضعف ہے جو کہ مخفی نہیں۔ اور زھری کی مرسل روایت کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اسلام لائے اور ختنے کرائے اگر چہ بڑا ہو تو زھری کی مراسیل ضعیف ترین مراسیل ہیں' قابل حجت نہیں۔

ابن ابی حاتم کہتے ہیں' احمد بن سنان سے مروی ہے کہ یحیٰ بن سعید قطان زھری اور قتادہ سے مرسل روایت کو جائز نہ سمجھتے تھے' اور فرماتے کہ یہ ہوا کی طرح ہے۔ یحیٰ بن معین سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ زھری کی مراسیل میں حقیقت کوئی نہیں۔

اور جو موسیٰ بن اسماعیل بن جعفر والی حدیث ہے' محدثین سے وہ روایت مروی نہیں اور اس کا مخرج بھی ایک ہے' موسیٰ بن اسماعیل اس سند میں متفرد ہیں۔

اور حدیث ابو برزہ کے بارے میں ابن منذر کہتے ہیں کہ یہ سند مجہول ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول والی دلیل کہ غیر مختون کا نہ تو ذبیحہ حلال ہے اور نہ ہی نماز قبول ہے تو یہ صحابی کا قول متفرد ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' جو کہ اس بارے میں متشدد تھے اور حسن بصری اور دیگر نے ان کی مخالفت کی کہ تمہارا یہ کہنا کہ یہ شعائر دین میں سے ہے یہ تو درست ہے اور اس میں کوئی نزاع نہیں۔ لیکن یہ بات درست نہیں کہ جو چیز بھی شعائر میں سے ہے وہ واجب ہے۔ شعائر کی مختلف اقسام ہیں:

**واجب** : جیسے صلوات خمسہ' حج' روزے اور وضو۔

**مستحب** : تلبیہ' ہدی لے جانا اور تقلید ہدی۔

Marfat.com

اور جن میں اختلاف ہے' جیسے اذان' عیدین' قربانی' ختنے' تو یہ کہاں سے ثابت ہے کہ یہ شعائر واجبہ میں سے ہے۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ یہ قطعی طور پر شریعت میں سے ہے اور اس کو کاٹا جائے گا' اگرچہ زخم سرایت ہی کیوں نہ کر جائے۔ یہ اس طرح ہے جیسے چور کا ہاتھ کاٹنا۔ کہتے ہیں کہ یہ بہت گھٹیا قیاس ہے' بھلا ختنوں کا چور کے ہاتھ کاٹنے سے کیا تعلق؟ ان دونوں میں تو بہت فرق ہے' جو ان میں سے ایک کو دوسرے پر قیاس کرے تو وہ منزل سے بہت دور رہا۔ ختنے تو مختون کی عزت افزائی ہیں اور ہاتھ کاٹنا چور کی سزا اور عقوبت کا تعلق بھلا طہارت اور تنظیف سے کیا؟

اور تمہارا یہ کہنا کہ بغیر مجبوری کے اس میں ستر کھولنا جائز ہے' تو معلوم ہوا کہ یہ واجب ہے' حالانکہ ستر کھولنے کے جائز ہونے سے اس کا واجب ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ واجب کے علاوہ کے لیئے بھی بالاتفاق ستر کھولنا جائز ہے' جیسا کہ ڈاکٹر کو دکھانے اور علاج معالجے کے لیئے ستر کھولا جاتا ہے۔ اگرچہ معالجہ نہ کرانا جائز ہے' اسی طرح عورت کے چہرے کو دیکھنا ستر کو دیکھنے کی طرح ہے اور عورت کے لیئے اپنے چہرے کو کھولنا غیر واجب معاملات میں جائز ہے۔ اور گواہی دینے کے لیئے بھی چہرہ کھولنا جائز ہے حالانکہ اس پر گواہی دینا واجب نہیں اسی طرح علماء نے میت کو غسل دینے والے کے لیئے میت کے زیر ناف بال کاٹنے کو جائز قرار دیا ہے اور اس لیئے ستر کھولنا اور ستر کو چھونا بغیر کسی واجب کے لازم آتا ہے۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ ولی بچے کو تکلیف دیتا ہے اور اسے زخم کے سرایت کر جانے کی وجہ سے تلف ہو جانے کے درپے کر دیتا ہے۔ اس کے مال سے ختنے کرنے والے کی اجرت اور دواء کی قیمت ادا کرتا ہے' ان سب سے وجوب ثابت نہیں ہوتا' جس طرح ولی بچے کو کسی مصلحت کی وجہ سے ادب سکھانے کے لیئے مارتا ہے تو اسے تکلیف دیتا ہے اور معلم کی اجرت بھی اس کے مال سے نکالتا ہے اور اسی طرح اس کی

Marfat.com

طرف سے اس کے مال سے قربانی کرتا ہے۔

خلال کہتے ہیں: ''یتیم کی طرف سے قربانی کرنا'' حرب بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے احمد سے پوچھا' کیا یتیم کی طرف سے قربانی کی جائے گی؟ فرمایا: ہاں کی جائے گی۔ اگر اس کا مال ہو۔ یہی قول سفیان ثوری کا ہے۔ جعفر بن محمد نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے ابوعبداللہ سے یتیم بچی کے وصی کے بارے پوچھا کہ کیا وہ اس کے لیئے قربانی کا جانور خرید سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں! خرید سکتا ہے۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ اگر یہ واجب نہ ہوتا تو ختنے کرنے والے کو اس بچے پر اقدام کی اجازت نہ ہوتی۔ یہ قول ٹوٹ جاتا ہے' اس بات سے کہ اسے اجازت ہے' ایسے گوشت کو کاٹنے کی جس سے ورم پیدا ہونے کا اندیشہ ہو' اور جلدی بیماری سے پیدا ہونے والے پھوڑے کو کھولنے کی اور گردن میں پیدا ہونے والے خاص پھوڑے کو اسی طرح تلف شدہ عضو کو' اور دانت اکھیڑنا' رگ کاٹنا' اور پچھنے وغیرہ کے لیئے جلد کوشش کرنا۔ غرض یہ کہ طبیب کے لیئے جائز ہیں وہ تمام امور کہ جن میں کاٹنا مباح ہے چہ جائیکہ مستحب کام میں کاٹنا اور اس میں ظاہری مصلحت بھی ہو۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ غیر مختون کی طہارت اور نماز میں فساد ہوتا ہے' تو یہ قابل ملامت اس کے لیئے تو اس وقت ہے جب اس کے اختیار میں ہو اور جو چیز اس کے اختیار اور قدرت میں ہو اس پر اسے ملامت نہ کیا جائے گا' اور نہ ہی اس کی وجہ سے اس کی طہارت میں فساد آئے گا۔ جیسے سلس البول' نکسیر پھوٹنا اور مذی کا جاری ہونا۔ تو جب اس نے وہ کام کر دیا جس پر وہ قادر تھا' جیسے استنجاء وغیرہ' تو جس سے وہ عاجز ہے' اس پر مؤاخذہ نہ ہوگا۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ آگ اور صلیب کے پجاریوں کا شعار ہے تو اس میں ان کی موافقت کرنا ایسا ہی ہے' جیسے ان کے شعائر میں ان کی موافقت کرنا' اس کا جواب یہ ہے کہ وہ محض ختنوں کو چھوڑنے کی وجہ سے ملت حنیفیت سے ممتاز نہیں' بلکہ وہ اپنے

Marfat.com

مکمل دین باطل کی وجہ سے ممتاز ہیں۔ اور مسلمان کا ختان کے چھوڑنے میں ان کی موافقت کرنا اس سے لازم نہیں آتا کہ ان کے شعائر دین میں بھی موافقت ہو کہ جس کی وجہ سے وہ ملت حنیفیت کے پیروکاروں سے ممتاز ہوں۔

اس کا جواب دینے والے کہتے ہیں کہ ختان حنیفیت کا شعار اور اسلام کا شعار ہے' بلکہ فطرت کی بنیاد اور ملت کا عنوان ہے۔

ارشاد نبی ﷺ ہے: جو اپنی مونچھیں نہ تراشے وہ ہم میں سے نہیں۔ تو اس کے بارے کیا خیال ہے کہ جو ختنے نہ کرائے اور صلیب کے پجاریوں کے شعار پر راضی ہو جائے؟

صلیب کے پجاریوں اور رحمان کے بندوں کے درمیان سب سے بڑی فرق کرنے والی چیز ختان ہے' اور اسی پر عمل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے حضور ﷺ کے زمانے تک جاری رہا ہے۔ اور حضور ﷺ نے حنیفیت کی تکمیل کا درس دیا نہ کہ اس کو بدلنے کا۔

جب اللہ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو اس کا حکم دیا اور اس کا حکم قابل اطاعت ہے' اور اسے معطل کرنا اور ضائع کرنا جائز نہیں تو حیی و قیوم ذات کے حکم کی تعمیل میں جلدی کی اور قدوم کے مقام پر اپنے ختنے خود کر کے رب کی اطاعت میں جلدی کرنے کا ثبوت دیا اور ان کے بعد آنے والے انسانوں پر بھی اس فطرت کو باقی رکھا' اسی وجہ سے تمام انبیاء جو ان کی اولاد میں سے تھے' انہوں نے اپنی امتوں کو اس کی طرف بلایا حتیٰ کہ اللہ کے بندے' اس کے رسول' کلمۃ اللہ' اور پاک دامن اور پاک نفس خاتون کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کی دعوت دی۔ انہوں نے حضرت ابراہیم کی پیروی میں ختنے کروائے اور نصاریٰ بھی اس کا اقرار کرتے ہیں اور اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ انجیل کے احکام میں سے ہے' لیکن انہوں نے اس قوم کی اتباع کی جو ان سے پہلے گمراہ ہو چکی تھی' اور بہت سوں کو انہوں نے گمراہ کیا اور راہ

Marfat.com

مستقیم سے بھٹک گئے۔

حتیٰ کہ اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے عالم ہستی عبداللہ بن عباس نے برسر عام اعلان کیا جسے خواص اور عوام سب نے سنا کہ غیر مختون کی نہ تو نماز قبول ہے اور اس کا ذبیحہ کھانا حلال ہے' تو گویا اسے جملہ اہل اسلام سے نکال دیا اور اس طرح کی بات اس شخص کے بارے میں نہیں کہی جاتی جو ایسے حکم کو چھوڑے جس کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار تھا۔ بلکہ یہ تو اس کے بارے میں کہی جاتی ہے جس کا وجوب معلوم ہو اور اس کے وجوب ہونے کے بارے اتنی ہی بات کافی ہے کہ یہ حنیفیت کی خصلتوں کی بنیاد ہے کہ جس حنیفیت پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا اور جس کی طرف تمام انبیاء نے لوگوں کو بلایا' تو اس کا تارک اس فطرت سے خارج ہے کہ جس کی تکمیل کے لیئے رسول مبعوث ہوئے اور جو اسے مؤخر کر کے اسے ضائع کرے' تو وہ ملت ابراہیمی سے اعراض کرنے والا ہے:

﴿ وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (البقرہ: ۱۳۰، ۱۳۱)

''اور ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو اور ہم نے ان (ابراہیم علیہ السلام) کو دنیا میں منتخب کیا اور اس کی بدولت وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کیئے جاتے ہیں جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو' انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی''۔

جب ان پر ایمان لانا ملت حنیفیت کی جڑ اور مضبوط ستون ہے' اسی طرح ان کے اوامر کو قبول کرنا حنیفیت کی تکمیل ہے۔

———○———

Marfat.com

فصل:

## جو مسنون کہتے ہیں ان کا رد

حدیث میں یہ فرمانا کہ ختنے مردوں کی سنت اور عورتوں کے لیئے باعث تکریم ہیں' یہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ضعیف اسناد کے ساتھ مروی ہے' اور موقوف ہے۔

اور یہ حجاج بن ارطاۃ سے بھی مروی ہے جو کہ قابل حجت نہیں' بواسطہ ابوالملیح بن اسامہ عن ابیہ۔

اور مکحول اور ابی ایوب کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے' ان سب کو بیہقی نے ذکر کیا ہے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ غیر مختون کا ذبیحہ حلال نہیں اور نہ اس کی نماز قبول ہے' اور نہ گواہی۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس سے وجوبیت ثابت ہوتی ہے' اور جو یہ کہا کہ ختان سنت ہے' اس کا مطلب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا تو واجب ہوا۔

سنت سے مراد طریقہ' شریعت ہے۔ تو یہ کہنا کہ ختان مردوں کی سنت ہے' یعنی ان کے لیئے شریعت میں یہ حکم ہے' نہ کہ یہ مراد ہے کہ یہ مستحب ہے' واجب نہیں تو سنت اس طریقے کا نام ہے جس کی پیروی کی جائے خواہ مستحب ہو یا واجب۔ ارشاد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: جس نے میری سنت سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (بخاری ۵۰۶۳، مسلم ۱۴۰۱)

اور آپ کا ارشاد کہ تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین جو میرے بعد آئیں کی سنت لازم ہے۔ (مسند احمد ۴/ ۱۲۶' ابوداؤد ۵/ ۱۴' ترمذی ۴/ ۱۵۰)

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو مخالف سنت کام کرے وہ کافر ہے۔ اور سنت کو جائز کاموں کے ساتھ خاص کرنا جدید اصطلاح ہے۔ ورنہ سنت وہ ہے جس کا

Marfat.com

حضور ﷺ نے اپنی امت کو حکم دیا ہے' خواہ واجب ہو یا مستحب ہو۔ تو گویا سنت' شریعت' منہاج اور راستے کا نام ہے۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے اسے مسنون کاموں کے ساتھ ذکر کیا' تو ساتھ ذکر کیئے جانا یہ وجوب کے دلائل کے معارض نہیں۔ پھر اس حدیث میں جو خصال ذکر کیئے ہیں کچھ تو واجب ہیں۔ جیسے کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' استنجاء کرنا۔ اور کچھ مستحب ہیں' جیسے مسواک کرنا' باقی ناخن تراشنا تو اگر ناخن اتنے بڑھ جائیں کہ ان کے نیچے میل جم جائے تو طہارت کی صحت کی غرض سے انہیں تراشنا واجب ہے' اور مونچھیں کاٹنا تو جب بڑھ جائیں تو کاٹنا واجب ہے۔ اور اس کی تعیین حضور ﷺ کے حکم دینے کی وجہ سے ہے۔ اور اس قول نبی ﷺ کی وجہ سے کہ ''جو اپنی مونچھیں نہ کاٹے وہ ہم میں سے نہیں''۔

باقی رہا حسن بصری کا قول کہ حضور ﷺ کے ساتھ یہ لوگ اسلام لائے لیکن آپ نے ان میں سے کسی کے بارے تفتیش نہ فرمائی' تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کے مختون ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ نے ان کی تفتیش نہ کی۔ کیونکہ عرب سارے کے سارے ختنے کراتے تھے اور یہود بھی سارے کے سارے مختون تھے۔ رہے نصاری تو ان کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ مختون اور دوسرا غیر مختون۔ اور ان میں سے جو بھی اسلام میں داخل ہوا سے معلوم تھا کہ ختان اسلام کا شعار ہے۔ تو اسلام لانے کے بعد فوراً اسے بجالاتے تھے' جیسا کہ غسل کو کرتے تھے۔ اور جو ان میں سے بڑا تھا تو اس پر شاق ہونے اور تلف کے خوف کی وجہ سے اس سے ساقط ہو گیا۔

امام احمد سے غیر مختون کے ذبیح کے بارے پوچھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہما والی حدیث کو ذکر کیا گیا کہ حلال نہیں' تو فرمایا: میرے نزدیک یہ اس وقت ہے کہ جب بچہ مسلمان والدین کے ہاں پیدا ہوا اور بڑا ہو جائے' جبکہ وہ غیر مختون ہو اور جب کوئی بڑا اسلام لائے اور ختنے کی وجہ سے جان کا خطرہ ہو تو اس کے لیئے میرے نزدیک

Marfat.com

رخصت ہے۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ ملت سے مراد توحید ہے اور ملت دین ہے جو کہ افعال' اقوال اور اعتقادات کے مجموعے کا نام ہے اور اعمال کا ملت میں دخول اسی طرح ہے جیسے ایمان کا۔ تو ملت فطرت اور دین ہے۔ اور یہ بات محال ہے کہ اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کی پیروی کا حکم محض کلمہ میں دیں' نہ کہ اعمال اور فطری خصلتوں میں۔ بلاشبہ توحید' اقوال اور افعال میں ان کی پیروی کا حکم ہے' اور انہوں نے جو ختنے کروائے تھے وہ رب کی اطاعت میں کرائے تھے' جس میں انہیں آزمایا گیا تھا' اور انہوں نے حکم کی تعمیل کی' اگر ہم ان کے عمل کی طرح نہ کریں تو ہم ان کے پیروکار شمار نہ ہوں گے۔

اور باقی عثیم بن کلیب والی روایت میں جرح کہ یہ ابراہیم بن ابی یحییٰ کی روایت ہے' تو امام شافعیؒ نے اس سے حسن ظن رکھا اور دیگر نے اسے ضعیف قرار دیا تو ان کی حدیث قابل حجت ہے' اگرچہ تفرد کی بناء پر نہیں۔ اسی طرح زہری کی مراسیل ہیں کہ اگر اسے قابل حجت نہ مانیں تو یہ مرفوعات' موقوفات اور مراسیل باہم جڑی ہوئی ہیں اور یہی بات موسیٰ بن اسماعیل والی روایت میں ہے۔

اور باقی یہ کہنا کہ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول کہ غیر مختون کا ذبیح حلال نہیں اور نماز قبول نہیں' یہ ان کا تفرد ہے اور یہ قول صحابی ہے۔ جبکہ ائمہ اربعہ اور دیگر اقوال صحابہ سے استدلال کیا ہے اور وضاحت کی ہے کہ وہ قابل حجت ہیں اور امام شافعی نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ان کی مخالفت بدعت ہے' اور کیوں نہیں جبکہ کسی صحابی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت ثابت نہیں۔ اور اس طرح کا سخت قول ابن عباس جیسا عالم اس چیز کے ترک میں اختیار نہیں کر سکتا جو کہ مندوب ہو اور اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہو۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ شعائر کی دو قسمیں ہیں۔ واجب اور مستحب۔ اگرچہ بات

Marfat.com

یونہی ہے لیکن اس جیسا شعار جو صلیب کے پجاریوں اور رحمان کے بندوں کے درمیان فرق کرنے والا ہو اور طہارت کی تکمیل اس کے ساتھ ممکن ہو۔ اور صلیب کے پجاریوں کے شعار کو چھوڑنا اہم اور عظیم واجب ہے۔

اور یہ کہنا کہ عقوبات کا ختان سے کیا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اسے ختان کے واجب میں اصل نہیں قرار دیتے بلکہ ہم نے تو ایک کے واجب ہونے سے دوسرے کے واجب ہونے کو قیاس کیا ہے' کیونکہ مسلمان کے اعضاء' پشت اور خون سوائے کسی حق یا حد کے جائز نہیں۔ اور یہی دونوں اس کی اقامت کی تعیین کرتے ہیں' اور ان کو معطل کرنا بھی جائز نہیں۔ باقی رہا ستر کھولنا تو اگر ستر کھولنے اور اسے دیکھنے اور چھونے کے فساد سے بڑھ کر کوئی مصلحت نہ ہوتی تو ان بڑے بڑے تین مفاسد کا ارتکاب جائز نہ ہوتا' اور وہ بھی کسی مستحب کی وجہ سے کہ جن کا کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں۔ باقی رہا علاج معالجہ تو وہ زندگی کی بقاء کے لیئے ضروری اسباب میں سے ہے' کہ جن کا کرنا ضروری ہے۔ اگر ختان مستحب ہوتا تو یہ ستر کھولنے کے قائم مقام ہوتا' جب اس کی ضرورت نہ رہی تو یہ جائز نہیں۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ ولی بچے کے مال سے معلم اور مؤدب کی اجرت ادا کرتا ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کی تربیت اور تعلیم ولی پر واجب ہے' تو وہ جو کچھ اس کے مال سے ادا کر رہا ہے اس میں اس کی دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے' تو اگر ختان محض مندوب ہوتا تو اس کے لیئے مال خرچ کرنا صدقہ اور نفل کے قائم مقام ہوتا اور اس کا کرنا یونہی ہوتا کہ جیسے کوئی اپنی طرف سے کسی کو نفلی حج کرائے' باقی رہا بچے کی طرف سے قربانی کرنا' تو اس کے وجوب میں اختلاف ہے۔ جس نے لازم قرار دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کے مال کو خرچ کرنا صرف واجب میں ہے۔ اور جس نے سنت کہا اس کا کہنا ہے کہ اس کی وجہ سے جو قلبی بہادری اور احسان حاصل ہوتا ہے اور اس کی تفریح اس کی ملکیت میں مال کے بقاء سے بہتر ہے۔

Marfat.com

فصل ۵:

## وجوبیت کا وقت کونسا ہے؟

اس کا وجوب بلوغت کے وقت ہوگا' کیونکہ عبادات اس سے قبل واجب نہیں ہوتیں۔

صحیح بخاری میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے مروی ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو آپ کس حالت میں تھے؟ فرمایا: اس وقت میں مختون تھا' اور اہل عرب بلوغت کے وقت ہی بچے کے ختنے کرتے تھے۔

حضور ﷺ کی وفات کے وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر میں اختلاف ہے' زبیر اور واقدی کا کہنا ہے کہ وہ شعب ابی طالب میں بنو ہاشم کے وہاں سے نکلنے سے پہلے ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے' اور حضور ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر ۱۳ سال تھی۔

سعید بن جبیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی تو اس وقت میری عمر ۱۲ سال تھی۔

ابوعمر کہتے ہیں کہ یہ روایت کئی طرق سے مروی ہے' ایک طریق یہ ہے: عن ابن اسحاق' عن سعید بن جبیر عن ابن عباس کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت میں مختون تھا' یہ صحیح نہیں۔ مصنف کہتے ہیں کہ یہ سب سے صحیح روایت ہے' کیونکہ جو بخاری میں مروی ہے وہ یہی ہے۔

عبداللہ بن امام احمد سے مروی ہے کہ ابواسحاق سے مروی ہے کہ انہوں نے سعید بن جبیر کو فرماتے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت میری عمر ۱۵ سال تھی۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے ابا کہتے ہیں کہ یہی درست ہے۔

Marfat.com

مصنف کہتے ہیں کہ صحیحین میں ان سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اونٹنی پر سوار ہو کر آیا اور اس وقت میں بالغ ہونے کے قریب تھا اور حضور ﷺ لوگوں کو منیٰ میں نماز پڑھا رہے تھے تو میں ایک صف کے آگے سے گزرا۔

اکثر اہل سیر اور تاریخ کا کہنا یہ ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے دن ان کی عمر ۱۳ سال تھی' کیونکہ ان کی ولادت شعب ابی طالب میں ہوئی اور وہاں قیام ہجرت سے تین سال قبل تھا۔ حضور ﷺ مدینے میں ۱۰ سال رہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اس دن مختون تھے۔ علماء فرماتے ہیں کہ بلوغت سے قبل ختان واجب نہیں۔ کیونکہ ان عبادات کا مکلّف نہیں جن کا تعلق جسم کے ساتھ ہے۔ تو اس زخم کے بارے کیا خیال ہے جو کہ عبادت سے منسلک ہے۔ اور اس کا نقض اس عدت سے ہوتا ہے جو کہ چھوٹی بچی پر لازم ہے۔ کیونکہ اس میں اس پر کوئی مشقت نہیں' کیونکہ یہ تو زمانے کا دور ہے۔ علماء کا کہنا ہے کہ جب بچہ غیر مختون حالت میں بالغ ہو یا عورت غیر مختون ہو اور انہیں کوئی عذر بھی نہ ہو تو حاکم ان پر ختان کو لازم کرے گا۔

مصنف کہتے ہیں کہ ولی پر واجب ہے کہ وہ بلوغت سے پہلے ختنے کر دے' تاکہ جب بالغ ہو تو مختون ہو۔ کیونکہ واجب کی تکمیل اسی کے ذریعے ہوتی ہے۔

اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ کہنا کہ اہل عرب بالغ ہونے کے قریب ہونے سے پہلے ختنے نہ کرتے تھے' جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ﴾ (الطلاق:۲)

''پھر جب وہ مطلقہ عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں تو تم کو دو اختیار ہیں یا تو ان کو قاعدے کے موافق نکاح میں رہنے دو' یا قاعدے کے موافق ان کو رہائی دو''۔

اور مدت کے پوری ہو جانے کے بعد ٹھہرانا نہیں۔ جبکہ ابن عباس کی تصریح یہ ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت وہ مختون تھے' اور حجۃ الوداع کے موقع پر وہ فرماتے

Marfat.com

ہیں کہ جس کے بعد حضور ﷺ ۸۰ سے کچھ زائد دن زندہ رہے کہ وہ قریب البلوغت تھے۔

حضور ﷺ نے والدین کو حکم دیا ہے کہ وہ سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دیں اور دس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر انہیں ماریں تو یہ ختان کا ترک کیسے جائز ہوگا' حتیٰ کہ وہ بالغ بھی ہو جائیں؟ واللہ اعلم۔

فصل ۶:

## کیا ساتویں دن ختنے کرنا مکروہ ہے؟

اس بارے میں اختلاف ہے۔ امام احمد سے دو روایتیں ہیں:

خلال کہتے ہیں: ''بچے کے ختنوں کا بیان''۔

عبدالملک بن عبدالحمید کہتے ہیں کہ انہوں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ بچے کے ختنے کس وقت کیئے جائیں؟ فرمایا: مجھے معلوم نہیں' میں نے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی۔

مصنف کہتے ہیں کہ دس سال کے بچے پر یہ شاق گزرے گا اور مجھے یاد آتا ہے کہ میرا بیٹا محمد جب پانچ سال کا تھا تو میری خواہش ہوئی کہ میں اس کے ختنے کر دوں اور میں نے دیکھا کہ وہ بھی یہی چاہتا تھا' اور میں نہیں سمجھتا کہ بچے کے لیئے مہینہ یا سال بھر کی مشقت میں ڈالا جائے۔ مجھ سے فرمایا: میرا خیال ہے کہ یہ بچے پر شاق گزرے گا۔

عبدالملک کہتے ہیں کہ میں نے انہیں یہ فرماتے سنا کہ حسن ساتویں دن بچے کے ختنوں کو مکروہ سمجھتے تھے۔

مھنا سے مروی ہے کہ ابوعبداللہ سے اس شخص کے بارے پوچھا گیا کہ جو ساتویں دن اپنے بچے کے ختنے کرے؟ تو انہوں نے اس بات کو ناپسند کیا' اور فرمایا: یہ

Marfat.com

یہود کا فعل ہے۔

احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ حسن اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ ساتویں دن آدمی اپنے بچے کے ختنے کرے۔

تو میں نے پوچھا کہ حسن سے کس نے روایت کیا' فرمایا' ایک بصری نے۔

احمد فرماتے ہیں کہ مجھے بتایا گیا کہ سفیان ثوری نے سفیان بن عینیہ سے پوچھا کہ بچے کے ختنے کب کیئے جائیں' تو انہوں نے فرمایا' اگر میں کہوں کہ جس عمر میں ابن عمر نے اپنے بچوں کے ختنے کیئے۔

احمد کہتے ہیں کہ سفیان بن عینیہ نے کتنی سمجھداری کی بات کی کہ میں اگر کہوں کہ جس عمر میں ابن عمر نے اپنے بچوں کے ختنے کیئے۔

ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ اگر ساتویں دن ختنے کرے تو کوئی حرج نہیں۔ حسن نے جو مکروہ خیال کیا ہے وہ یہود سے مشابہت کی وجہ سے ہے' اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔

صالح نے اپنے والد سے پوچھا کہ کیا ساتویں دن بچے کے ختنے کیئے جا سکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ حسن سے مروی ہے کہ یہ فعل یہود ہے۔

وہب بن منبہ سے اس بارے پوچھا گیا تو فرمایا کہ ساتویں دن کرنا مستحب ہے' کیونکہ بچے کو تکلیف کم ہوگی۔ کیونکہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا تمام جسم سن ہوتا ہے اور ساتویں دن اسے تکلیف نہ ہوگی۔ اگر اس وقت ختنے نہ کرو تو چھوڑ دو جب بڑا ہو جائے پھر کرو۔

ابن منذر کہتے ہیں کہ ختان کے وقت کے بارے اختلاف ہے۔ ایک گروہ ساتویں دن ختنے کرنے کو ناپسند سمجھتا ہے۔ حسن بصری بھی اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اور مالک بن انس بھی یہود کی مخالفت کرتے ہیں۔

ثوری کہتے ہیں کہ اس میں خطرہ ہے' امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ درست بات

Marfat.com

یہ ہے کہ یہود کی مخالفت کی جائے' اور ہمارے علاقے میں عام طور پر ختنے اس وقت ہوتے ہیں جب بچے کے دانت نکل آتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں کوئی حدیث نہیں سنی۔

لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ سات سال سے لے کر دس سال کی عمر کے درمیان ختنے کر سکتے ہیں۔

مروی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کے ساتویں دن ختنے کئے۔ اور اسماعیل علیہ السلام کے ختنے ۱۳ سال کی عمر میں کئے۔

ابو جعفر سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے بچوں کے ختنے ساتویں دن کراتی تھیں۔

ابن منذر کہتے ہیں کہ اس بارے میں کوئی نہی وارد نہیں اور نہ ہی اس بارے میں کوئی حدیث ہے کہ جس کی طرف رجوع کیا جائے۔ اور نہ ہی ہمیں معلوم ہے کہ جس نے ساتویں دن ختنے سے منع کیا اس کی کیا دلیل ہے۔

سنن بیہقی میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا عقیقہ ساتویں دن کیا اور ساتویں دن ہی ان کے ختنے کروائے۔

موسیٰ بن علی بن رباح اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسحاق علیہ السلام کے ختنے ساتویں دن کئے اور اسماعیل علیہ السلام کے ختنے بلوغت کے وقت۔ تو اسحاق علیہ السلام کے ختنے بھی ان کی اولاد میں سنت ٹھہرے اور اسماعیل علیہ السلام کے ختنے بھی ان کی اولاد میں۔ واللہ اعلم۔

فصل ۷:

## ختنوں کی حکمت اور فوائد

ختان محاسن شریعت میں سے ہے کہ جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیئے

Marfat.com

مشروع کیا ہے' اور ان کے ظاہری اور باطنی محاسن کی تکمیل اسی سے ہے۔ تو یہ اس فطرت کی تکمیل ہے کہ جس فطرت پر پیدائش بنو آدم ہے۔ اسی وجہ سے یہ ملت حنیفیت کی تکمیل بھی ہے۔ ختان کی اصل مشروعیت ملت حنیفیت کی تکمیل کی خاطر ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ اللہ انہیں لوگوں کا مقتدا بنائے گا' اور وعدہ کیا کہ وہ بہت سی نسلوں کے باپ ہوں گے' اور ان کی صلب سے کئی انبیاء اور بادشاہ ہوں گے۔ اور ان کی نسل بہت بڑھے گی۔ اور یہ کہ ان کی نسل میں اس عہد کی علامت یہ ہوگی کہ وہ اپنی اولادوں کے ختنے کریں گے۔ اور میرا یہ عہد ان کے جسموں میں بطور علامت ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ ختان ملت ابراہیمی میں داخل ہونے کی نشانی ہے۔ اور یہ موافق ہے اس قرآنی آیت کی تاویل کے:

﴿ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ﴾ (البقرہ : ۱۳۸)

''ہم دین کی اس حالت پر ہیں جس میں ہم کو اللہ نے رنگ دیا ہے' دوسرا کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو''۔

کہ اس سے مراد ختنے ہیں۔

تو ختنے کرانا حنیفیت کے پیروکاروں کے لیئے ایسے ہی ہے جیسے صلیب کے پجاریوں کے لیئے رنگ لگانا اور بپتسمہ۔ وہ اپنی اولادوں کو اپنے زعم باطل کے مطابق پاک صاف کرنے کے لیئے عمودیہ پانی میں غسل دیتے ہیں' اور کہتے ہیں کہ اب یہ نصرانی ہوگیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے حنیفیت کے پیروکاروں کے لیئے حنیفیت کا رنگ مقرر کر دیا۔ اور اس کی علامت ختان کو قرار دیا۔ اور فرمایا:

﴿ صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ﴾ (البقرہ : ۱۳۸)

''ہم دین کی اس حالت پر ہیں جس میں ہم کو اللہ نے رنگ دیا ہے' دوسرا کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ تعالیٰ سے خوب تر ہو''۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے علامات کو نشانی قرار دیا ہے' اس شخص کے لیئے کہ جس کی طرف ان کی نسبت ہو' اس وجہ سے لوگ اپنے مویشیوں اور چوپاؤں کو مختلف قسم کی علامات لگاتے ہیں' حتیٰ کہ انسان بھی مختلف علامتوں سے ممتاز ہوتے ہیں' بسا اوقات یہ علامات مختلف قوموں میں نسل در نسل چلتی ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے ختان کو اس کے لیئے نشانی قرار دیا ہے' جو کہ اس کی طرف منسوب ہے۔ اور اس دین اور ملت کی طرف منسوب ہے۔ اور اس کی طرف نسبت عبودیت اور حنیفیت کی ہے۔ حتیٰ کہ جب انسان کا حال معلوم نہ ہو' تو اسے ختان کی علامت اور دین سے پہچانا جاتا ہے' اور اہل عرب ''امت ختان'' کے نام سے پہچانے جاتے تھے۔

اس وجہ سے حدیث ہرقل میں ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ ملک ختان ظاہر ہو چکا۔ تو اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ یہود ختنے کراتے ہیں' تم انہیں قتل کر دو۔ اسی دوران حضور ﷺ کتاب ہدایت کے ساتھ تشریف آور ہوئے تو اس نے حکم دیا کہ دیکھا جائے کہ کیا مختون ہیں۔ تو مختون پایا اور اسے جب بتایا گیا کہ عرب ختنے کرتے ہیں تو کہنے لگا کہ یہی اس امت کے بادشاہ ہیں۔

جب مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان اجنادین کے مقام پر جنگ ہوئی تو حسام بن عاص فرمانے لگے' اے مسلمانو! یہ غیر مختون لوگ (یعنی کفار) ہیں تلوار کے دارکو ان سے خالی نہ جانے دو۔ اور انہوں نے صلیب کے پجاریوں کے شعار اور ان کے دین کے شعار کو بیان کیا۔ اور اسے اس بات کا موجب قرار دیا کہ حنفاء ان پر اقدام کریں اور سرزمین کو ان سے پاک کر دیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ کا رنگ حقیقت ہے کہ جس سے قلوب اس کی معرفت' محبت اور اخلاص' عبادت اور اس کی توحید کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔

اور بدن کا رنگ فطرتی خصلتیں ہیں' یعنی ختان' زیر ناف بال کاٹنا' مونچھیں

Marfat.com

کاٹنا' ناخن تراشنا' بغلوں کے بال چونٹنا' کلی کرنا' ناک میں پانی ڈالنا' مسواک کرنا اور استنجا کرنا۔تو گویا اللہ نے اپنی فطرت کو حقیقت کے پیروکاروں کے بدن اور دل دونوں پر ظاہر کر دیا۔

محمد بن جریر اللہ کے قول صِبْغَةَ اللّٰهِ کے بارے فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اسلام کا رنگ ہے۔ کیونکہ عیسائی جب اپنے بچے کو عیسائی بناتے ہیں تو اسے پیشاب کے گزرنے کے راستے میں ڈالتے ہیں۔ اور یہ خیال کرتے ہیں کہ اس سے وہ مقدس ہو جاتا ہے' جس طرح اہل اسلام کے ہاں بچہ ختنے سے اور یہ عیسائیوں کے ہاں ان کا رنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا جب یہود و نصاریٰ نے کہا:

﴿ كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ .... تا .... صِبْغَةَ اللّٰهِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ﴾

(البقرة: ۱۳۵، ۱۳۸)

''تم لوگ یہودی ہو جاؤ یا نصرانی ہو جاؤ' تم بھی راہ پر پڑ جاؤ گے' آپ کہہ دیجیے کہ ہم تو ملت ابراہیم پر رہیں گے جس میں کجی کا نام نہیں' اور ابراہیم (علیہ السلام) مشرک بھی نہ تھے۔ اے مسلمانو! کہہ دو کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اس حکم پر جو ہمارے پاس بھیجا گیا۔ اور اس پر بھی جو حضرت ابراہیم' حضرت اسماعیل' حضرت اسحاق' حضرت یعقوب اور اولاد یعقوب کی طرف بھیجا گیا اور اس حکم و معجزہ پر بھی جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر بھی جو کچھ اور انبیاء کو دیا گیا' ان کے پروردگار کی طرف سے اس کیفیت سے کہ ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی تفریق نہیں کرتے' اور ہم تو اللہ کے مطیع ہیں' سو اگر وہ بھی اس طریق سے ایمان لے آئیں جس طریق سے ہم اہل اسلام ایمان لائے' تب وہ بھی راہ حق پر لگ جائیں گے اور اگر

Marfat.com

وہ روگردانی کریں تو وہ لوگ تو ہمیشہ سے برسر مخالفت ہیں ہی' تو سمجھ کہ تمہاری طرف سے عنقریب ہی نمٹ لیں گے' اللہ تعالیٰ سنتے' جانتے ہیں۔ ہم اس حالت پر ہیں جس میں اللہ نے رنگ دیا ہے' اور دوسرا کون ہے جس کے رنگ دینے کی حالت اللہ سے خوب تر ہو''۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ یہود اپنے بیٹیوں بیٹوں پر یہودیت کا رنگ چڑھاتے اور عیسائی عیسائیت کا۔ اور اللہ کا رنگ اسلام ہے' اور اسلام سے بڑھ کر اچھا اور پاکیزہ رنگ کوئی نہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ صبغۃ اللہ سے مراد فطرت اللہ ہے۔

کسی اور کا کہنا ہے' دین اسلام مراد ہے۔ علاوہ ازیں کہ جو ختان میں طہارت' نظافت' تزیین' تحسین خلقت' اور تعدیل شہوت ہے کہ جب افراط ہو تو انسان حیوانات کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے' اور جب کلی طور پر معدوم ہوں تو جمادات کی مانند ہو جاتا ہے' ختان انہیں معتدل رکھتا ہے' اسی وجہ سے آپ غیر مختون مردوں اور عورتوں کو دیکھیں گے کہ وہ جماع (مباشرت) سے سیر نہیں ہوتے۔

اسی وجہ سے انسان کی مذمت کی جاتی ہے' اور اسے گالی دی جاتی ہے' جب اسے ابن القلفاء (غیر مختون کی اولاد) کہا جائے' اور اس سے بڑھ کر زینت کیا ہوگی کہ جو زینت قلفے کی بڑھی ہوئی کھال' زیر ناف بڑھے ہوئے بالوں' بغلوں کے بالوں کے کاٹنے' مونچھوں اور ناخنوں کے تراشنے سے پیدا ہوتی ہے۔

کیونکہ شیطان ان سب کے نیچے چھپ جاتا ہے اور کھیلتا ہے' حتیٰ کہ غیر مختون مرد کی شرمگاہ کے سوراخ اور غیر مختون کی شرمگاہ میں پھونکیں مارتا ہے' جبکہ مختون میں ایسا نہیں' اور زیر ناف بالوں اور ناخنوں کے نیچے چھپ جاتا ہے' اور قلفہ لمبے ناخنوں سے زیادہ برا ہے' اسی طرح لمبی مونچھوں اور بہت زیادہ بڑھے ہوئے زیر ناف بالوں سے اور فطرت سلیمہ اور ذی حس آدمی پر قلفہ کی بڑھوتری کا ناپسندیدہ ہونا پوشیدہ نہیں۔ اور جو اس کے دور کرنے میں تزیین' تحسین اور تنظیف ہے۔ اسی وجہ سے جب

Marfat.com

اللہ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو ان کے دور کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی تو اللہ نے انہیں لوگوں کا مقتدا بنا دیا' علاوہ ازیں اس میں جو چہرے کی چمک اور دمک ہے اور اس کے چھوڑنے میں جو مرجھایا پن ہے' اسے آپ دیکھتے ہیں۔

حضرت میمونہ ام المؤمنین سے مروی ہے کہ انہوں نے ختنے کرنے والی سے کہا کہ جب تو ختنے کرے تو کچھ کھال کو اوپر اٹھی رہنے دے۔ اچھی طرح نہ کاٹ کیوں کہ اس سے چہرے کی خوبصورتی جہاں پیدا ہوگی وہیں عورت اپنے خاوند سے لذت کا بڑا حصہ بھی وصول کرے گی۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ختنے کرنے والی کو حکم دیا کہ جب ختنے کرو تو کھال کو سرے سے ہی مت کاٹو کیونکہ اس سے عورت اپنے خاوند سے شہوت کا حصہ وصول کرے گی اور اس کا خاوند بھی اسے پسند کرے گا۔

مطلب یہ ہے کہ ختنے کرنے والی جب کھال کو جڑ سے ختم کر دے گی تو عورت کی شہوت میں کمی آ جائے گی اور وہ مرد کی نظروں سے اپنا حصہ حاصل نہ کر سکے گی۔ جس طرح جب اسے بالکل چھوڑ دیا جائے تو شہوت میں غلبہ ہوگا اور جب کچھ کاٹ دیا جائے اور کچھ چھوڑ دیا جائے تو اس سے خلقت اور شہوت دونوں اعتدال میں رہیں گی۔

جبکہ کوئی بھی اس بات سے منکر نہیں کہ اس جلد کا کاٹنا عبودیت کی علامت ہے' کیونکہ آپ بہت سے غلاموں کو کان کا کنارہ کٹا ہوا اور پیشانی پر داغ کا نشان لگا ہوا پائیں گے اور دیگر بہت سی علامات جو کہ ان کی غلامی کی علامت ہیں۔ حتیٰ کہ جب وہ بھاگ جائے تو اس علامت کے ذریعے اس کے مالک کے پاس لوٹا دیا جائے۔ تو کوئی بھی اس سے انکاری نہیں کہ ان کھال کا کاٹنا اللہ کی غلامی کی نشانی ہے' کہ لوگ پہچان لیں کہ جس پر یہ علامت ہو وہ اللہ کے بندوں میں سے اور ملت حنیفیت کے

Marfat.com

پیروکاروں میں سے ہے۔

تو ختان اس نسبت سے اور مقدس اور مشرف ہو گیا' علاوہ ازیں یہ کہ اس میں طہارت' نظافت' زینت اور تعدیل شہوت ہے۔

عورتوں کے ختنے کرنے میں حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت سارہ کو جب حضرت ہاجرہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہبہ کر دیا تو حضرت کا جب ان سے تعلق ہوا تو حضرت سارہ حاملہ ہو گئیں تو انہوں نے مارے غیرت کے قسم کھائی کہ وہ اپنے تین اعضاء کاٹیں گی' تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اپنا ناک اور کان نہ کاٹ ڈالیں۔

تو انہیں ختان اور کان چھیدنے کا حکم دیا۔ اور اس کے بعد سے یہ عورتوں میں مسنون چلا آ رہا ہے۔ اور اس کا کوئی بھی انکار نہیں کرتا' جس طرح سعی کی بنیاد حضرت ہاجرہ کی اپنے بچے کی غذا کی تلاش میں دو پہاڑوں کے درمیان سعی ہے۔ اور جس طرح جمرات کو پتھر مارنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے شیطان کو پتھر مارنے کی وجہ سے ہے' کہ جب وہ اپنے والد کے ساتھ جا رہے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے اس کام کا حکم دیا تا کہ ان کے خلیل کی سنت تازہ رہے اور ان کا تذکرہ جاری رہے اور عبودیت کی یہ عطا ہوتی رہے۔ واللہ اعلم۔

## فصل ۸:

# کھال کا کتنا حصہ کاٹا جائے؟

ابوالبرکات اپنی کتاب ''کتاب الغایہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ مرد کے ختنوں میں حشفے کی کھال کو کاٹا جائے گا' اگر اکثر پر اکتفاء کر لیا جائے تو بھی جائز ہے۔ اور لڑکی کے ختنے کرنے والی کے لیئے مستحب یہ ہے کہ بہت زیادہ نہ کاٹے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ختنے کرنے والی

Marfat.com

سے کہا کہ جب ختنے کرو تو کچھ کھال باقی رکھو۔

خلال اپنی جامع میں فرماتے ہیں: ختنوں میں کتنی مقدار کاٹی جائے گی۔

فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ امام احمد سے پوچھا گیا کہ ختنوں میں کتنی مقدار کاٹی جائے گی؟ فرمایا: اتنی مقدار کہ حشفہ ظاہر ہو جائے۔

عبدالملک میمونی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے مسئلہ پوچھا کہ ایک ختنے کرنے والے نے بچے کا قلفہ پورا نہ کاٹا تو کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ ختنوں میں حشفے کے نصف سے کچھ زائد جائز ہے' کیونکہ حشفے کی کھال موٹی ہوتی ہے' اور جوں جوں موٹی ہوتی جائے گی وہ جگہ اوپر کو اٹھتی جائے گی۔ پھر فرمایا: اگر نصف سے کم ہو تو اندیشہ ہے۔ میں نے پوچھا کہ اعادہ تو بہت مشکل ہوگا اور ممکن ہے کہ اعادہ کرنا پڑے۔ پوچھا: کس چیز کا اندیشہ ہے؟ میرا تو خیال ہے کہ اعادہ میں سہولت ہے' جبکہ نیچے کی طرف سے حشفہ کے نصف سے کم کاٹا جائے اور میں نے انہیں یہ بھی فرماتے سنا' کہ اس میں کاٹنے میں آسانی ضروری ہے۔

ابن صباغ اپنی کتاب ''الشامل'' میں فرماتے ہیں کہ مرد پر واجب ہے کہ حشفے کے اوپر کی تمام کھال کاٹ دے حتیٰ کہ حشفہ مکمل ظاہر ہو جائے' باقی عورت کے لیئے دو پردے ہیں: ① مپردہ بکارت ② وہ جس کا کاٹنا ضروری ہے۔ اور مرغ کی کلغی کی طرح فرج کے دو پرتوں کے درمیانی بالائی حصے میں ہوتا ہے۔ جب اسے کاٹ دیا جائے تو اس کی جڑ گٹھلی کی طرح رہ جاتی ہے۔

جوینی فرماتے ہیں کہ مردوں پر قلفہ کاٹنا واجب ہے اور قلفے سے مراد وہ کھال ہے جس نے حشفے کو ڈھانپ رکھا ہوتا ہے' اور غرضیکہ حشفہ ظاہر ہو جائے۔

اتنا کاٹنا ضروری ہے کہ جلد لٹکی نہ رہے۔

ابن کج فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک قلفے کا کچھ حصہ کاٹنا کافی ہے' اگرچہ وہ کم ہو شرط یہ ہے کہ اتنا کاٹا جائے کہ جو اس کے ستر کو گھیر لے۔

Marfat.com

علامہ جوینی فرماتے ہیں کہ عورتوں میں اتنی مقدار ضروری ہے کہ جسے کاٹنا کہا جاسکے۔ حدیث میں جو آتا ہے وہ کم مقدار پر دلالت کرتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے کہ کھال کو اوپر اٹھا ہوا چھوڑ دو اور بالکل سرے سے ہی نہ کاٹ ڈالو۔

ماوردی فرماتے ہیں کہ سنت یہ ہے کہ قلفے کو مکمل کاٹ دیا جائے اور عورت کا ختنہ یہ ہے کہ فرج (اندام نہانی) کی اس کھال کو کاٹا جائے جو مرد کے آلہ کے داخل ہونے کی جگہ کے اوپر ہوتی ہے' اور پیشاب کے نکلنے کی جگہ کے اوپر جس کی جڑ گٹھلی کی مانند ہوتی ہے۔ اس کی اوپر اٹھی ہوئی کھال کو کاٹا جائے گا لیکن جڑ کو نہیں۔

معلوم ہوا کہ ختنے میں کاٹنے کی تین صورتیں ہیں:

① سنت ② واجب ③ وہ صورت جو نا کافی ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل ۹:

## ختنے کا حکم مرد اور عورت دونوں کو ہے

صالح بن احمد فرماتے ہیں کہ جب مرد عورت کے ساتھ مباشرت کرے اور انزال نہ ہو' فرماتے ہیں کہ جب ختانان ملیں تو غسل واجب ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ خواتین مختون ہوں۔

اور ایک ایسے شخص کے بارے پوچھا گیا کہ جو اپنی عورت سے مباشرت کرے اور اسے مختون نہ پائے تو کیا اس عورت پر ختنے کرنا واجب ہے؟ فرمایا: ختنے کرانا سنت ہے۔

خلال فرماتے ہیں کہ ابوعبداللہ سے ایسی عورت کے بارے پوچھا گیا کہ جس سے اس کا خاوند مباشرت کرے اور وہ غیر مختون ہو' کیا اس پر ختنے کرانا واجب ہے؟ تو وہ خاموش رہے اور ابوحفص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اس بارے میں کوئی حکم کیا آپ جانتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا گیا کہ اس کی عمر ۴۳ سال ہو چکی ہے' پھر بھی

Marfat.com

خاموش رہے۔ پھر کہا گیا کہ اگر وہ ختنے کر سکے؟ فرمایا: بہتر ہے۔

محمد بن یحییٰ کمال فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے اس عورت کے بارے پوچھا جو ختنے کرنا چاہے؟ فرمایا: اس بارے میں بہت سی باتیں ہیں۔ پھر فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ حضور ﷺ نے ختنان کو ملنے کا فرمایا اور یہ تثنیہ ہے۔ میں نے ابوعبداللہ سے کہا کہ لازمی بات ہے۔ فرمایا: مرد کے بارے سختی ہے' کیونکہ مرد اگر غیر مختون ہوگا تو اس کی کھال لٹکتی رہے گی۔ جبکہ عورت کے لئے آسانی ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ عورت کے لیئے اس کے مستحب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں' اختلاف اگر ہے تو وجوبیت میں ہے۔ امام احمد سے اس بارے میں دو روایات ہیں:

(1) مرد اور عورت دونوں پر واجب ہے۔

(2) اس کا وجوب صرف مردوں پر ہے۔

اس قول کی دلیل حدیث شداد بن اوس ہے کہ ختنے کرانا مردوں کے لیئے سنت اور عورتوں کے لیئے باعث تکریم ہیں۔ اس حدیث میں مذکر اور مؤنث کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔ اس قول کی وجہ سے دلیل یہ ہے کہ اس کا حکم صرف مردوں کے لیئے ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام کو اس کا حکم دیا اور انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

**باقی عورت کے ختنے تو اس کی وجہ حضرتِ سارۃ کی قسم ہے۔ جیسا کہ پیچھے گزرا۔**

امام احمد فرماتے ہیں کہ عورت کے ختنے کرنے والی پوری کھال نہ کاٹے گی' کیونکہ ابن عمر نے ختنے کرنے والی سے فرمایا کہ کھال کا کچھ حصہ باقی رکھو۔

امام احمد ام عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ختنے کرنے والی سے فرمایا: جب ختنے کرو تو کھال کا کچھ حصہ اوپر اٹھا رہنے دو بالکل جڑ سے نہ کاٹو

Marfat.com

کیونکہ اس سے عورت شہوت کا کچھ حصہ بھی حاصل کر لے گی اور اس کا خاوند بھی اسے پسند کرے گا۔

ختان میں جو حکمت ہم نے ذکر کی ہے وہ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔ اگرچہ مرد کے بارے واضح ہے۔ (جبکہ عورت کے ختنے اس وقت ہی کیے جا سکتے ہیں جب وہ کھال موجود ہو جسے کاٹ کر ختنے کا عمل انجام پذیر ہو۔ تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ ہر علاقے کی خواتین کے ایسی کھال نہیں ہوتی اور پھر صرف چند علاقے ہی ایسے ہیں جہاں کی خواتین ایسا عمل کرتی ہیں)۔ واللہ اعلم۔

فصل ۱۰:

## اگر ختنے کرنے والے سے غلطی سرزد ہو جائے تو.....؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ ﴾ (التوبہ: ۹۱)

''ان نیکوکاروں پر کسی قسم کا الزام عائد نہیں''۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے طبیب ہونے کا دعویٰ کیا حالانکہ وہ طبیب نہ تھا (اس کی دوا سے کسی کو نقصان پہنچا) تو وہ ضامن ہوگا۔ (سنن ابی داؤد ۴/ ۱۹۵)

ختنے کرنے والے سے کوئی جنایت ہوگئی تو اس کی ضمان اس پر یا اس کے خاندان پر ہوگی۔ اگر اس جنایت کی مقدار تہائی دیت سے زائد ہو تو خاندان پر اور اگر تہائی سے کم ہو تو اس کے اپنے مال میں۔ اور اگر زخم کے سرایت کر جانے سے تلف ہو جائے اور وہ اس کام کو جانتا نہ ہو اور نہ اس میں مہارت ہو تو ضامن ہوگا' کیونکہ انتشار زخم کی وجہ سے ہوا ہے اور اس کے لیئے ایسا کرنا جائز نہ تھا' تو یہ ایسا ہی ہے جیسے جنایت سرایت کر جائے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر جنابت سرایت کر جائے تو ضمان ہوگا اور

Marfat.com

اس کے علاوہ میں اختلاف ہے۔

امام احمدؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس کام کی اجازت دی گئی ہو اس میں انتشار کی وجہ سے ضمان لازم نہ ہوگی۔ خواہ وہ بطور حد ہو یا تادیباً ہو' یا جو طے شدہ ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ یہ انتشار اس میں ہوا ہے کہ جس میں اجازت تھی۔

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صرف واجب کے انتشار سے ضمان نہ ہوگی اور قصاص کی سرایت سے ضمان لازم ہوگی۔ کیونکہ اسے اجازت ہے کہ وہ سلامتی کی شرط کے ساتھ اسے مکمل طور پر لے۔ اور سنت صحیحہ اس قول کے مخالف ہے۔

فصل ۱۱:

## غیر مختون کی نماز' طہارت' ذبیحہ اور گواہی وغیرہ کے احکام

خلال اپنی جامع میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ غیر مختون کی نہ تو نماز قبول ہے اور نہ اس کا ذبیحہ حلال ہے۔

وکیع فرماتے ہیں کہ غیر مختون جب بالغ ہو جائے تو گواہی قبول نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت مروی ہے کہ غیر مختون کا ذبیحہ حلال نہیں۔

حضرت عکرمہ سے مروی ہے کہ غیر مختون کا ذبیحہ حلال نہیں۔

حضرت حسن عکرمہ کے قول کو روا نہ سمجھتے تھے' عکرمہ سے پوچھا گیا کہ اگر وہ حج کرے۔ فرمایا: قبول نہیں۔

ابوعبداللہ کہتے ہیں کہ نہ اس کا ذبیحہ حلال ہے' نہ نماز' نہ حج' جب تک کہ پاک نہ ہو جائے' یہ اسلام کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔

ابوعبداللہ سے ایک اور روایت مروی ہے کہ غیر مختون کا ذبیحہ حلال نہیں' اسے نہیں کھایا جائے گا اور نہ اس کی نماز قبول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک اور طریق سے روایت مروی ہے کہ غیر

Marfat.com

مختون کے لیئے نماز پڑھنا جائز نہیں' نہ اس کا ذبیحہ کھانا حلال ہے اور اس کے لیئے گواہی دینا جائز ہے۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن اسے روا نہ سمجھتے تھے۔

اسحاق بن منصور کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ غیر مختون کا ذبیحہ حلال ہے؟ فرمایا: کوئی حرج نہیں۔

ابو طالب کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبداللہ سے غیر مختون کے ذبیحہ کے بارے پوچھا' تو فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کے ذبیحہ کے بارے بہت شدت اختیار کی ہے۔

فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ اس معاملے میں لوگوں پر تنگی ہے۔ اگر کوئی بڑی عمر کا آدمی ایمان لایا اور ختنے کرنے میں اندیشہ موت ہے' تو کیا اس کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا؟ خلال ذکر کرتے ہیں کہ ابوالسمع احمد بن عبداللہ بن ثابت نے احمد بن حنبلؒ سے غیر مختون کے ذبیحہ کے بارے پوچھا اور حدیث ابن عباس کو ذکر کیا تو فرمایا کہ میرے نزدیک تو یہ ہے کہ جب بچے کے والدین مسلمان ہیں تو اس کا غیر مختون ہونا کیسا؟ باقی جب بڑی عمر کا کوئی آدمی مسلمان ہوا اور ختنے کرنے میں اندیشہ موت ہے تو میرے نزدیک اس کے لیئے رخصت ہے۔

پھر امیر بصرہ کے ساتھ جو حضرت حسن بصری کا واقعہ ہے کہ جس نے سردی کے موسم میں مردوں کے ختنے کرائے اور کچھ لوگ مر گئے۔ امام احمد فرماتے تھے کہ جب بڑی عمر کا آدمی مسلمان ہو اور اندیشہ موت ہو تو میرے نزدیک اسے اجازت ہے' وہ معذور سمجھا جائے گا۔

Marfat.com

فصل ۱۲:

## وہ چیزیں جو اسے ساقط کر دیتی ہیں

یہاں چند امور ہیں:

(۱) بچے کی پیدائش ہو اور قلفہ نہ ہو تو ختنوں کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جسے کاٹنا ہے وہ موجود ہی نہیں۔ یہ بات تو بالاتفاق ہے۔ لیکن بعض متاخرین فرماتے ہیں کہ ختنے والی جگہ پر صرف استرا پھیر لینا مستحب ہے' تاکہ مأمور بہ ادا ہو جائے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ جب تمہیں کسی کام کا حکم ہو تو جس قدر ہو سکے اسے کرلو۔ (بخاری ۹/ ۱۱۷' مسلم ۲/ ۹۷۵' نسائی ۵/ ۱۱۰' بیہقی ۴/ ۳۲۶' مسند احمد ۲/ ۵۰۸)

واجب دو چیزیں ہیں: ① استرا پھیرنا۔ ② کاٹنا۔

جب کاٹنے کی صورت مفقود ہو تو کم از کم استرا تو پھیرا جائے گا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ اس سے نہ تو قرب خداوندی حاصل ہوگا اور نہ ہی اس کا شریعت کی طرف سے حکم ہے' شریعت ایسے احکام سے منزہ ہے۔ کیونکہ یہ تو ایک بے فائدہ کام ہے' اور استرا پھیرنا تو مقصود نہیں بلکہ اصل فعل تک رسائی کا ایک ذریعہ ہے' جب اصل مقصود ہی باقی نہیں تو وسیلہ ہی ختم ہو جائے گا۔

اس کی مثال بعض کا قول ہے کہ جس شخص کے سر پر بال نہ اگے ہوں تو حج میں اس کے لیئے مستحب یہ ہے کہ استرا اس کے سر پر پھیر دیا جائے۔ اور امام احمد کے بعض اصحاب متاخرین کے قول کی نظیر یہ ہے کہ جو شخص نہ قرآن پڑھ سکتا ہو اور نہ ذکر کر سکتا ہو یا گونگا ہو تو وہ اپنی زبان کو صرف حرکت دے۔

ہمارے شیخ فرماتے ہیں کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز کا اس کی وجہ سے باطل ہونا زیادہ بہتر ہے' کیونکہ یہ عبث ہے جو کہ خشوع کے منافی ہے اور زائد عمل

Marfat.com

مشروع نہیں۔ اور مقصود یہ ہے کہ جو بچہ پیدا ہو اور اس کا قلفہ نہ ہو' تو اہل عرب کا خیال یہ تھا کہ جب قمری مہینے کی مخصوص راتوں میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا قلفہ اکٹھا ہو کر سکڑ جاتا ہے' لیکن یہ معمول نہیں' کیونکہ کئی لوگ ان راتوں میں پیدا ہوتے' اور بغیر قلفے کے پیدا ہونا نادر ہے' علاوہ ازیں یہ کہ قلفہ مکمل زائل نہ ہوگا' بلکہ حشفے کا صرف سرا ظاہر ہوگا' یعنی پیشاب نکلنے کا راستہ کھلے گا' پھر بھی ختنے ضروری ہیں' تاکہ تمام حشفہ ظاہر ہو جائے۔ اگر تمام حشفہ ظاہر ہو جائے تو پھر ختنوں کی ضرورت نہیں۔

محمد بن عثمان خلیلی جو کہ بیت المقدس کے محدث ہیں' وہ ایسے ہی لوگوں میں سے تھے' یعنی مختون پیدا ہوئے تھے۔ واللہ اعلم۔

## دوسری وجہ

مولود اسے برداشت نہ کر سکے' تلف جان کا اندیشہ ہو' اور یہ کمزوری برقرار رہے' تو اسے معذور سمجھا جائے گا اور ختنے نہ کئے جائیں گے' کیونکہ زیادہ سے زیادہ یہ واجب ہی ہیں' تو جس طرح دیگر واجبات عذر کی وجہ سے ساقط ہو جاتے ہیں' اسی طرح یہ بھی ساقط ہو جائے گا۔

## تیسری وجہ

بڑی عمر میں کوئی شخص اسلام لائے اور ختنے کرنے کی صورت میں جان جانے کا اندیشہ ہو' تو جمہور علماء کے نزدیک ختنے اس پر واجب نہ ہوں گے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت کی روایت کو ذکر کیا ہے اور حضرت حسن کے قول کو بھی ذکر کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رومی' حبشی' فارسی' سب ہی لوگ اسلام لائے' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کی تفتیش نہ کی۔

حنون بن سعید جمہور کی مخالفت کرتے ہیں کہ یہ ختنے اس پر واجب ہی رہیں گے اگرچہ جان جانے کا اندیشہ ہو۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں ایک قول یہ بھی ہے جیسے ابن تمیم نے روایت کیا ہے۔

Marfat.com

## چوتھی وجہ

ہمارے اصحاب کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس کا وجوب صرف تلف جان کی صورت میں ساقط ہوگا' اور جو عذر اس فعل کے ترک میں مناسب ہو اور جائز نہ ہو' شرح ہدایہ میں اس بات کی تصریح ہے کہ ممنوع ہے۔ اس کی بہت سی نظائر ہیں' مثلاً سخت سردی اور مرض کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے غسل کرنا' اور ایسے مریض کا روزہ رکھنا کہ جسے روزہ رکھنے کی وجہ سے جان جانے کا خطرہ ہو۔ حاملہ یا مریض پر حد جاری کرنا۔ تو یہ تمام عذر فعل کی اباحت سے اسی طرح مانع ہیں جس طرح وجوب کو ساقط کرتے ہیں۔

## پانچویں وجہ

بالاتفاق میت کے ختنے جائز نہیں' اور کیا یہ مستحب ہیں؟ جمہور علماء فرماتے ہیں کہ مستحب بھی نہیں' اور یہی قول ائمہ اربعہ کا ہے۔ بعض ائمہ متاخرین فرماتے ہیں کہ مستحب ہے' اور اسے وہ مونچھیں کاٹنے' زیر ناف بال کاٹنے اور بغلوں کے بال چونٹنے پر قیاس کرتے ہیں۔ یہ قول امت کے معمول کے مخالف ہے اور قیاس فاسد ہے۔ کیونکہ مونچھیں کاٹنا' ناخن تراشنا اور زیر ناف بال کاٹنا اس کی کامل طہارت' گندگی دور کرنے اور میل دور کرنے کی غرض سے ہے۔ باقی ختنے یہ تو ایک عضو کاٹنا ہے' اور جس مقصد کے لیئے شریعت نے اس کا حکم دیا ہے' وہ اس کی موت سے زائل ہو جاتا ہے' تو ختنے کرنے میں کوئی مصلحت باقی نہیں رہی۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ وہ قیامت کے دن غیر مختون حالت میں اٹھایا جائے گا' تو کیا فائدہ کہ موت کے وقت اس عضو کو کاٹا جائے کہ جس کے ساتھ قیامت کے دن دوبارہ اٹھے گا اور نشأۃ ثانیہ میں اس کی تخلیق کی تکمیل اسی سے ہوگی۔

## چھٹی وجہ

احرام ختنوں میں مانع نہیں ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے محرم کے بارے پوچھا گا

Marfat.com

کہ وہ ختنے کرسکتا ہے؟ فرمایا: ہاں! کرسکتا ہے۔ دراصل اس کا تعلق بال کاٹنے اور ناخن تراشنے کے ساتھ نہیں' نہ زندگی میں اور نہ ہی زندگی کے بعد۔

فصل ۱۳:

## حضور ﷺ کے ختنوں کا بیان

اس بارے میں کئی قول ہیں:

① آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔

② شق صدر کے موقع پر جبریل علیہ السلام نے آپ ﷺ کے ختنے کیئے۔

③ اہل عرب کی جس طرح عادت تھی' اسی کے مطابق آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے آپؐ کے ختنے کیئے۔

ہم ان کے اقوال کے قائلین اور ان کی دلیلوں کا ذکر کرتے ہیں۔

---

جو یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے' ان کے دلائل یہ ہیں:

### دلیل نمبر ا

ابوعمر ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ مروی ہے کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے' اور یہ روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عباس سے اور وہ عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ مختون اور ناف کٹی ہوئی پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا عبدالمطلب اس سے بہت خوش ہوئے' اور فرمایا: میرا یہ بچہ بڑا عظیم المرتبت ہوگا۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد میں تشویش ہے۔ اور ابن عمر پر موقوف ہے' اور ثابت نہیں۔

مصنف فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک اور طریق سے بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے' لیکن اس سند میں ایک راوی محمد بن سلیمان ضعیف

Marfat.com

ہے۔ دار قطنی فرماتے ہیں کہ یہ مدلس تھا' غیر مسموع کی روایت کرتا تھا۔

ایک روایت خطیب نے ذکر کی ہے' کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ میں مختون پیدا ہوا اور مجھے کسی نے نہیں دیکھا (یعنی میرے ستر کو)''۔ اس کی سند میں بھی کلام ہے۔

خطیب فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں جو سفیان بن محمد مصیصی ہے' اس کے بارے دار قطنی سے پوچھا گیا' تو انہوں نے کہا وہ سیئ الحال ہیں۔ صالح بن محمد بھی ان پر جرح کرتے ہیں۔

ابن عساکر نے ایک اور طریق سے نقل کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرا ایک اعزاز یہ بھی ہے کہ میں مختون پیدا ہوا اور کسی نے میرا ستر نہیں دیکھا''۔ اس کی سند میں بھی کلام ہے۔

اس قول کے قائلین کی ایک دلیل وہ روایت ہے جسے محمد بن علی ترمذی نے معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا ہے' کہ صفیہ بنت عبدالمطلب فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھنا چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مذکر ہیں یا مؤنث تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختون ہیں۔ یہ حدیث بھی ثابت نہیں۔

اس روایت کو ابو القاسم عمر بن ابی الحسن بن ہبۃ اللہ بن ابی جرادہ نے اپنی کتاب جو کہ ختان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہے' اس میں ذکر کیا ہے' اور محمد بن طلحہ کی تصنیف پر رد کیا ہے۔ اور اس میں ثابت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے تھے۔ اور محمد بن علی ترمذی محدث نہ تھے۔ اور صوفیانہ اشارات اور طرق کے بارے میں ان پر کلام ہے۔ اور پوشیدہ امور کے بارے کشف کے دعویٰ پر۔ حتیٰ کہ اس بحث میں ان فقہاء اور صوفیاء کے طریقے سے ہٹ کر انہوں نے بات کی ہے' اور اپنی من

Marfat.com

پسند باتیں کہہ ڈالی ہیں۔ شریعت میں ایسی باتیں داخل کر دی ہیں جو انہیں جماعت مسلمین سے الگ تھلگ کر دیتی ہیں۔ اپنی کتاب کو موضوع احادیث سے مالا مال کیا ہے۔ اور ایسی روایات ذکر کی ہیں جو نہ مروی ہیں اور نہ مسموع ہیں۔

انہوں نے اپنی کتاب میں جو باتیں ذکر کی ہیں' ان میں سے ایک یہ ہے' انسان ہر نماز کے بعد احتیاطاً سجدہ سہو کرے' اگرچہ سہو نہ ہوا ہو اور یہ بالاتفاق جائز نہیں' اور ایسا کرنے والا بدعتی شمار ہوگا۔ اور جو حضرت صفیہ کا قول ذکر کیا گیا ہے' وہ دیگر احادیث کے مخالف ہے۔ دیگر احادیث میں یہ مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے ستر کو کسی نے نہیں دیکھا۔ اس باب کی یہ حدیث دوسری کے مخالف ہے۔ اور کوئی بھی ثابت نہیں۔ اگر آپ ﷺ مختون بھی پیدا ہوتے تو یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے نہیں' کیونکہ بہت سے لوگ مختون پیدا ہوئے۔

ابوالغنائم کہتے ہیں کہ ان کے والد ابو محمد حسن بن حسن زیدی مختون پیدا ہوئے۔ اسی وجہ سے انہیں مطہر کا لقب دیا گیا۔ ان کے ہاتھ سے لکھا ہوا پڑھا ہے کہ ابو محمد حسن مطہر اور مختون پیدا ہوئے اور اسی طرح وفات پائی۔ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جو شخص اس طرح پیدا ہو تو اس کے ختنے نہیں کیئے جائیں گے۔ بعض نے اس بات کو مناسب سمجھا کہ ختان کی جگہ صرف استرا پھیر دیا جائے' بغیر کاٹے۔ لوگ اسے ''ختان القمر'' کہتے ہیں۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انسانی جسم میں بڑھوتری چاند کی روشنی میں ہوتی ہے اور چاند کی کمی کی وجہ سے جسم کی بڑھوتری میں کمی ہوتی ہے۔ جیسا کہ جزر اور مد میں ہوتا ہے۔ تو قلفہ میں جو نقصان ہوتا ہے اس کی نسبت وہ چاند میں کمی کی طرف کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ابن صیاد مختون اور کٹی ہوئی ناف والے پیدا ہوئے۔ اس کی سند میں سیف مطعون ہے۔

Marfat.com

کہا جاتا ہے کہ ملک روم' قیصر کہ جس کے ہاں امروَ القیس گیا' اسی طرح پیدا ہوا۔ امروَ القیس حمام میں اس کے پاس گیا تو جب اسے اس حالت میں دیکھا تو اس کی ہجو کی۔

انی حلفت یمینًا غیر کاذبة  لأنت (اقلف) الا ما جنی القمر

اسے عار دلاتا ہے کہ اس کے ختنے نہیں ہوئے۔ اس کی وجہ سے اس کی ولایت کو ناقص قرار دیا۔

ایک قول یہ ہے کہ امروَ القیس کے اسی شعر نے قیصر کو مجبور کیا کہ وہ اسے زہر دے کر مارے۔

ابن الاعرابی نے ایسے لوگوں کے بارے میں جو بغیر قلفے کے پیدا ہوں یہ شعر کہا ہے ؎

فذاك نکس لا یبض حجرہ  مخرق العرض حدید منظرہ
فی لیل کانون شدید خصرہ  عض بأطراف الزبانا قمرہ

کہتا ہے کہ وہ غیر مختون ہے' ہاں اس کے ختنے چاند نے کئے ہیں' اور اس کے قلفے کو بچھو کے اگلے نوکیلے سروں سے تشبیہ دیتا ہے۔ اہل عرب ختنے کرنے کو شرافت و بزرگی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو عربوں میں پیدا فرمایا اور خلق' اخلاق اور نسب سب صفات میں کامل پیدا فرمایا' تو یہ کیسے ممکن ہے کہ جو انہوں نے ذکر کیا کہ آپ ﷺ مختون تھے' یہ آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہو؟

کہا جاتا ہے کہ ختنے کرانا' یہ ایسے کلمات تھے جن سے اللہ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم کو آزمایا اور انہیں کامل اور تمام کیا۔ اور لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخت آزمائش میں انبیاء ہی مبتلا ہوتے ہیں۔ پھر ان کے بعد حسب مرتبہ۔ جبکہ آپ ﷺ نے ختان کو فطرت میں سے شمار کیا ہے۔ اور یہ بات بھی معلوم ہے کہ جب

Marfat.com

مصیبت اور آزمائش پر صبر کیا جائے تو جو مصیبت میں گرفتار ہو اس کے اجر و ثواب میں زیادتی ہوتی ہے۔ تو آپ ﷺ کے زیادہ لائق اور مناسب یہ ہے کہ آپ ﷺ سے یہ فضیلت سلب نہ ہو اور جس طرح اللہ نے اپنے خلیل کو اس اکرام سے نوازا' اسی طرح آپ ﷺ کو بھی نوازے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی خصوصیات دیگر انبیاء سے اعلیٰ و ارفع ہیں۔ فرشتے کا آپ کے ختنے کرنا' جیسے ابھی بیان ہوا' یہ زیادہ لائق ہے کہ وہ آپ کی خصوصیات میں سے ہو۔

فرشتے کے ختنے کرنے سے مراد یہ ہے کہ خطیب نے ابوبکرہ سے روایت کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے جب آپ کے قلب اطہر کو پاک صاف کیا تو آپ کے ختنے کیئے۔ یہ حدیث جہاں موقوف ہے' وہیں اس کی سند میں بھی کلام ہے۔

اور شق قلب والی حدیث متعدد طرق سے مرفوعاً مروی ہے' اور صرف اسی حدیث میں یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے آپ کے ختنے کیئے' یہ شاذ اور غریب ہے۔

ابن عدیم کہتے ہیں کہ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ کے دادا عبدالمطلب نے ساتویں دن آپ ﷺ کے ختنے کیئے' یہ زیادہ درست معلوم ہوتا ہے۔

جبکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عبدالمطلب نے ساتویں دن حضور ﷺ کے ختنے کیئے' اور ایک کھانا تیار کرایا اور آپ ﷺ کا نام محمد رکھا۔ واللہ اعلم۔

فصل ۱۴:

## کیا حکمت ہے کہ انسان دوبارہ غیر مختون ہو جائے گا؟

اللہ تعالیٰ صادق الوعد ہیں' وعدہ خلافی نہیں کرتے' ان کا فرمان ہے کہ وہ دوبارہ پیدا کریں گے جس طرح پہلی مرتبہ پیدا فرمایا۔ تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے وعدے کے بموجب جب دوبارہ پیدا کریں گے تو ان تمام اعضاء کے ساتھ مکمل پیدا کریں گے جس طرح پہلے پیدا کیا۔

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَا ۚ إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ ۝ ﴾ (انبیاء: ۱۰۴)

''جس روز ہم نفخہ اولی کے وقت آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمون کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے' اور ہم نے جس طرح اوّل بار پیدا کرنے کے وقت ہر چیز کی ابتداء کی تھی' اسی طرح آسانی سے اس کو دوبارہ پیدا کریں گے''۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ﴾ (اعراف: ۲۹)

''جس طرح تم کو اللہ نے شروع میں پیدا کیا تھا' اسی طرح تم دوبارہ لوٹو گے''۔

نیز یہ کہ جب دنیا میں طہارت کی تکمیل اور پیشاب سے بچنے کے لیے ختنوں کا حکم دیا اور اہل جنت پیشاب پاخانہ نہیں کریں گے' اور ایسی کوئی نجاست نہ ہوگی جو کہ قلفے کو لگے اور اس سے بچنا ضروری ہو' اور قلفہ جماع کی لذت میں مانع بھی نہیں' یہ اس صورت میں ہے کہ جب اسی حالت میں وہ رہیں کہ جس پر انہیں اٹھایا جائے گا۔

ورنہ ان کے اسی طرح اٹھائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ وہ اسی حالت میں باقی رہیں۔ کیونکہ وہ برہنہ پا' برہنہ جسم اٹھائے جائیں گے' پھر وہ کپڑے پہنیں گے اور ان کی تخلیق میں اس کے بعد اضافہ ہوگا۔ اہل جنت اور اہل جہنم کی تخلیق میں اضافہ ہوگا۔ ورنہ تو یہ لازم آئے گا کہ جب وہ قبروں میں سے اٹھیں تو وہ اسی صورت میں ہوں جس طرح وہ دنیا میں تھے' انہی صفات اور ہیئتوں پہ' اور ہر بندہ اسی حالت پر اٹھے جس پر وہ مرا۔ پھر اللہ انہیں جیسا چاہے بنا دے' تو کیا یہ قلفہ جو خلقت کی تکمیل کرتا ہے' یہ قبروں میں باقی رہے گا' یا زائل ہو جائے گا؟ یہ ممکن بھی ہے اور نہیں بھی' اور کوئی حدیث اس بارے میں وارد نہیں کہ جس طرف رجوع کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

# لڑکے یا لڑکی کے کان چھیدنا

لڑکی کے کان میں سوراخ کرنا بطور زینت جائز ہے۔ امام احمدؒ نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور بچے کے حق میں مکروہ قرار دیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ لڑکی کو تو زیور پہننے کی ضرورت ہوتی ہے' تو اس کے کان میں سوراخ کرنے کی مصلحت موجود ہے' جبکہ لڑکے کے کان میں ایسی کوئی بات نہیں۔

حدیث ام زرع میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تیرے لیئے ایسا ہی ہوں جیسے ابوزرع ام زرع کے لیئے۔ (بخاری ۲ / ۱۴۷)

صحیحین میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عورتوں کو صدقے کی ترغیب دی تو ان سے کہا کہ وہ اپنی بالیاں اتار دیں۔ یہ بالیاں پہننا جائز ہے' اس کے بارے میں لوگوں کا فعل اور اس پر ثابت رہنا ہی کافی ہے۔ اگر یہ ممنوع ہوتے تو قرآن و حدیث میں اس بارے میں ضرور حکم ہوتا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمن ابلیس کے بارے فرمایا:

﴿ وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ آذَانَ الْاَنْعَامِ ﴾ (النساء : ۱۱۹)

''اور میں ان کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دے گا''۔

تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کان کاٹنا اور اسے چیرنا اور سوراخ کرنا' یہ شیطانی فعل ہے' کیونکہ کان میں سوراخ کرنا' کاٹنے کے مترادف ہے۔ اور اس کا تعلق بھی چوپاؤں کے کان کاٹنے کے ساتھ ہے۔

اس کا جواب یوں دیا گیا کہ یہ قیاس فاسد ہے۔ کیونکہ شیطان نے انہیں جو

Marfat.com

حکم دیا تھا وہ یہ تھا کہ جب اونٹنی پانچ مؤنث بچے پیدا کرے اور چھٹی مرتبہ نر پیدا کرے تو اس کا کان کاٹ دیتے' اور اس پر سواری کرنا اور اس سے نفع اٹھانے کو حرام قرار دیتے۔ اسے نہ پانی کے گھاٹ سے دھتکارتے اور نہ چراگاہ سے۔ اور اسے بحیرہ کا لقب دیتے۔ شیطان نے ان کے لیئے اپنی طرف سے ایک حکم وضع کر دیا۔

اس کا بچی کے کان سے کیا تعلق' اس کے بارے میں تو اللہ نے اسے زیور پہنانے کی اجازت دی ہے۔ البتہ بچے کے کان میں سوراخ کرنا تو اس میں کوئی مصلحت نہیں۔ یہ تو ایک عضو کاٹنا ہے' نہ دینی مصلحت ہے نہ دنیاوی' تو یہ جائز نہیں۔

اس بارے میں جو سب سے عجیب بات ہے وہ یہ ہے کہ خطیب بغدادی نے ''تاریخ خطیب'' میں ذکر کیا ہے کہ ابوالحسن علی بن اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ میرے والد جب پیدا ہوئے تو ان کے کانوں میں سوراخ تھے۔ تو میرے دادا راہویہ فضل بن موسیٰ سینانی کے پاس گئے' اور ان سے اس بارے پوچھا کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے' جس کے کانوں میں سوراخ ہیں' تو انہوں نے فرمایا کہ تیرا بیٹا نیکی یا بدی ان دونوں میں سے کسی ایک میں قائد اور سردار ہوگا۔ تو گویا فضل بن موسیٰ اپنی فراست کی وجہ سے تمام مولودین سے اس خصوصیت کی وجہ سے ممتاز تھے کہ وہ دین اور دنیا دونوں میں ریاست میں منفرد ہوں۔

وہ اپنے زمانے میں علم' حدیث' تفسیر' سنت' جلالت علمی' امر بالمعروف' نہی عن المنکر' جہمیہ فرقے کے رد اور خراسان میں بدعتیوں کے خلاف اپنے زمانے کے قائد تھے' اسی شخص نے خراسان میں سنت نبوی کو پھیلایا' اور وہاں سے دیگر جگہ یہ علم پھیلا۔ سلطان کے ہاں ان کا اچھا مقام تھا' حتیٰ کہ سلطان اور حاضرین ان سے متعجب ہوئے اور محمد بن اسلم طوسی نے یہاں تک کہا کہ اگر ثوری زندہ ہوتے تو وہ بھی اسحاق کے محتاج ہوتے۔

احمد بن سعید رباطی فرماتے ہیں کہ بخدا اگر ثوری' ابن عیینہ اور حماد زندہ ہوتے تو وہ سب اسحاق کے محتاج ہوتے۔

Marfat.com

محمد بن یحییٰ صفان فرماتے ہیں کہ بخدا اگر حسن بصری زندہ ہوتے تو وہ بھی بہت سی چیزوں میں اسحاق کے محتاج ہوتے۔ امام احمد نے انہیں امیر المؤمنین کا لقب دیا۔ خطیب فرماتے ہیں کہ ہم ان کا تذکرہ ایک علیحدہ کتاب میں ان شاء اللہ کریں گے۔

ہم ایک عجیب حکایت نقل کرتے ہیں جس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کے اہل علم کے سردار تھے۔ حاکم ابوعبداللہ ''تاریخ نیشاپور'' میں فرماتے ہیں کہ علی بن سلمہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ اسحاق عبداللہ بن طاہر کے ہاں تھے' اور ان کے پاس ابراہیم بن صالح بھی موجود تھے' عبداللہ بن طاہر نے اسحاق سے کسی مسئلے کے بارے دریافت کیا تو اسحاق نے کہا کہ اس میں سنت یوں یوں ہے۔ نعمان اور ان کے ساتھی اس کے مخالف کہتے ہیں۔ ابراہیم نے کہا کہ نعمان نے اس کے مخالف نہیں کہا۔ اسحاق نے کہا کہ میں نے اسے اپنے دادا کی کتاب سے یاد کیا ہے۔ میں اور وہ ایک ہی درجے کے کاتبین میں سے ہیں۔ ابراہیم نے امیر سے کہا کہ اسحاق نے اپنے دادا پر بہتان باندھا ہے۔ اسحاق نے کہا کہ امیر جا کے اس جزو کو منگوا لے۔ کتاب لائی گئی۔ امیر کتاب کو الٹانے پلٹانے لگا۔ اسحاق نے کہا: کتاب کے ۲۱ ورقے شمار کرو' پھر ۹ سطریں گنو' چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تو اس میں مسئلہ یونہی مذکور تھا جیسا اسحاق نے کہا۔ تو عبداللہ بن طاہر نے کہا کہ عجیب اور حیرت تیرے حافظے پر نہیں بلکہ تعجب تیرے مشاہدے پر ہے۔ اسحاق نے کہا کہ ایک اور دن ملاقات کے لیئے طے کر لو۔ تاکہ اللہ میرے ہاتھوں اس طرح کے دشمن حدیث کو رسوا کرے۔ عبداللہ بن طاہر نے اس سے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ کو ایک لاکھ احادیث یاد ہیں۔ تو اس نے کہا کہ ایک لاکھ اس کا تو مجھے علم نہیں لیکن میں نے جس چیز کو بھی سنا ہے وہ مجھے یاد ہے' اور جو چیز مجھے یاد ہے وہ میں کبھی بھولا نہیں۔

مقصود فضل بن موسیٰ کی فراست کی تصحیح ہے اور یہ کہ وہ بھلائی میں سردار تھے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

# بچے اور بچی کے پیشاب کا حکم

صحیح اور دیگر کتب حدیث میں حضرت ام قیس بنت محصن سے مروی ہے کہ وہ اپنے چھوٹے سے بیٹے کو جو ابھی کھانا نہ کھاتا تھا' حضور ﷺ کی خدمت میں لائیں تو اس بچے نے آپ ﷺ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور چھینٹے مارے اور دھویا نہیں۔ (بخاری ۱/۶۲)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دودھ پیتے بچے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب ان دونوں نے کھانا نہ کھایا ہو۔ جب ان دونوں نے کھانا کھایا ہو تو دونوں کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔ (مسند احمد اور ترمذی۔ قال الترمذی' حدیث حسن وصحیحہ۔ الحاکم' وقال: ھو علی شرط الشیخین)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا' گھٹی دینے کے لیئے' تو اس بچے نے آپ پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی بہایا۔ (بخاری۔ مسلم میں اضافہ ہے کہ آپ ﷺ نے دھویا نہیں)

حضرت ام کرز خزاعیہ سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک بچہ لایا گیا' اس نے آپ ﷺ پر پیشاب کر دیا تو آپ ﷺ نے پانی کے چھینٹے مارنے کا حکم دیا۔ اور ایک بچی لائی گئی اس نے پیشاب کیا تو آپ ﷺ نے اس کے دھونے کا حکم دیا۔ (مسند امام احمد)

سنن ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت ام کرز سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

Marfat.com

نے ارشاد فرمایا: لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے اور لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔

ام فضل لبابہ بنت الحارث سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا' تو میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے اپنے کپڑے دے دیں اور دوسرے کپڑے پہن لیں' تا کہ میں ان کپڑوں کو دھو دوں۔ فرمایا: لڑکی کے پیشاب کو دھویا جائے گا' اور لڑکے کے پیشاب کی وجہ سے پانی کے چھینٹے مارے جائیں گے۔ (مسند امام احمد' ابوداؤد)

صحیح حاکم میں ابوالسمح سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کا خادم تھا' آپ ﷺ کے پاس حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما لائے گئے' انہوں نے حضور ﷺ کے سینے پر پیشاب کر دیا۔ تو کپڑوں کو دھونا چاہا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر پانی کے چھینٹے مارو' کیونکہ لڑکی کے پیشاب کو دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جاتے ہیں۔

جمہور اہل علم محدثین اور فقہاء نے اس قول کو اختیار کیا ہے اور یہ حدیث صحیح ہے۔ حتیٰ کہ امام ابوداؤد نے بچے کے پیشاب کو پاک کہا ہے' اور فرماتے ہیں کہ کیونکہ نص اس پر پانی کے چھینٹے مارنے کے بارے وارد ہوئی ہے' نہ کہ دھونے کی اور چھینٹے مارنا نجاست کو زائل نہیں کرتا۔

فقہائے عراق کا کہنا ہے کہ ان دونوں میں صرف غسل ہی ہے' یہ قول امام نخعی' ثوری' امام ابوحنیفہ اور آپ کے ساتھیوں کا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ پیشاب کے دھونے کے بارے جو احادیث ہیں وہ عام ہیں' اور اسے قیاس کیا ہے' دیگر نجاسات پر' اور لڑکے کے پیشاب کو لڑکی کے پیشاب پر قیاس کیا ہے۔ جبکہ حدیث میں دونوں کے پیشاب میں واضح فرق کیا گیا ہے۔ تو جس کے درمیان سنت نے فرق کیا ہے' انہیں برابر قرار دینا درست نہیں۔

Marfat.com

امام اوزاعی اور امام مالک ولید بن مسلم کی روایت کے بارے میں کہتے ہیں کہ لڑکا اور لڑکی دونوں کے پیشاب پر چھینٹے مارے جائیں گے۔ کیونکہ دوران تربیت اور انہیں اٹھانے کی وجہ سے اس چیز میں مبتلا ہونا عام ہے' تو مشقت دور کرنے کے لیئے ایسا کہا۔ اور ان کے مخالف کا قول یہ ہے کہ دونوں کے پیشاب کو دھویا جائے گا۔

ان دونوں میں فرق کرنا ہی درست ہے جس کی طرف سنت صحیحہ صریحہ سے رہنمائی ملتی ہے۔

ابوالبرکات ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ دونوں کے پیشاب کے درمیان تفریق کرنا' اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ اسے امام ابوداؤد نے علی بن ابی طالب سے اور سعید بن منصور نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔ اسحاق بن راہویہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت یہی تھی کہ جس بچے نے کھانا نہ کھایا ہوتا' اس کے پیشاب پر چھینٹے مارتے' اور لڑکی کے پیشاب کو دھوتے' خواہ کھانا کھایا ہوتا یا نہ کھایا ہوتا۔

اسی قول کو اہل علم صحابہ اور تابعین نے اختیار کیا ہے' نہ حضور ﷺ سے اور آپ کے بعد تابعین کے زمانے تک یہ بات سنی گئی کہ کسی نے لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں برابری کی ہو۔ اور سنت کے مقابلے میں قیاس مردود ہے۔

لڑکے اور لڑکی کے پیشاب میں کئی وجہ سے فرق کیا گیا ہے۔

① لڑکے کا پیشاب ادھر ادھر پھیلتا ہے' اسے دھونا مشکل ہوگا' لڑکی کا پیشاب ایک ہی جگہ گرتا ہے' اسے دھونا مشکل نہ ہوگا۔

② لڑکی کا پیشاب لڑکے کے پیشاب سے زیادہ بدبودار ہوتا ہے' کیونکہ لڑکے کی حرارت قوی ہوتی ہے اور یہ لڑکے کے پیشاب کی پختگی اور بدبو کے کم ہونے میں مؤثر ہے۔

③ لڑکے کو لڑکی کی نسبت زیادہ اٹھایا جاتا ہے' کیونکہ اس کے ساتھ نسبی تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ اگر یہ تفریق درست ہو تو ٹھیک ورنہ صاف

Marfat.com

بات ہے کہ سنت نے ان دونوں کے درمیان فرق کیا ہے۔

اصحاب اور دیگر فرماتے ہیں کہ حدیث میں جو نضح کا لفظ آیا ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ اسے پانی میں ڈبویا جائے' اگرچہ نجاست زائل نہ ہو۔ لیکن یہ شرط نہیں' بلکہ نضح سے مراد چھینٹے مارنا ہے۔

جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے' بایں طور پر کہ پیشاب میں پانی کی کثرت ہو' اور چھینٹے مارنے کا حکم دھونے' پینے اور تحنیک وغیرہ کی شرط کی وجہ سے باطل نہ ہوگا' تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رخصت معطل ہو جائے۔ کیونکہ اس سے عموماً مولود بچتا نہیں۔ نیز یہ کہ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ ولادت کے وقت بچوں کو کھجور وغیرہ سے گھٹی دیتے تھے۔ بلاشبہ یہ چھینٹے مارنے کا حکم زائل ہو جائے گا۔ جب بچے نے کھانا کھایا ہو اور کھانے سے غذا حاصل کرنے کی اشتہاء ہو۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

# بچے کے لعاب کا حکم

یہ مسئلہ عام طور پر پیش آتا ہے اور شارع کو بھی معلوم تھا کہ بچہ قے بکثرت کرتا ہے' اور اس کے منہ کو دھونا ممکن نہیں' اور اس کی پرورش کرنے والے پر اس کا تھوک عموماً گرتا رہتا ہے' اسی وجہ سے شارع نے اس کی وجہ سے کپڑوں کے دھونے کا حکم نہیں دیا' اور نہ ہی یہ نماز سے مانع ہے۔ اور نہ ہی بچے کی تھوک سے بچنے کا حکم دیا۔ فقہاء کا ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ یہ ایسی نجاست ہے جو قابل معافی ہے' کیونکہ اس میں جہاں مشقت ہے وہیں مجبوری بھی ہے' جیسے راستوں کا کیچڑ۔

اور جوتے اور موزے کو زمین پر رگڑنے کے بعد لگی رہ جانے والی نجاست' ہمارے شیخ اور دیگر علماء کا کہنا ہے' بلکہ بچے کی تھوک بوجہ مجبوری اس کے منہ کو پاک کر دیتی ہے' جیسا کہ بلی کی تھوک اس کے منہ کو پاک رکھتی ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ یہ ناپاک نہیں' حالانکہ یہ معلوم ہے کہ وہ چوہے کھاتی ہے۔ اسی سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اس کے منہ اور تھوک کی پاکی کو سمجھ گئے۔ اسی وجہ سے اس کے لیئے برتن جھکا دیا تا کہ وہ پی لے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ بلی کے لیئے برتن جھکا دیتے تھے' تا کہ وہ پی لے۔ پھر اس کے جوٹھے پانی سے وضو فرماتے تھے۔ اور دو قلوں سے زائد پانی پر شہر کے اندر اس کا آنا بہت کم احتمال رکھتا ہے' حتیٰ کہ اگر بہت سارے پانی پر بھی آئے تو پھر بھی احتمال زائل کرنے والا نہ ہوگا۔ اس کی تھوک اس کے منہ کو پاک کرنے والی نہ ہوتی تو اس کی نجاست معلوم تھی' تو تھوک بلی کے منہ کو پاک کرنے والی ہے اس طرح بوجہ مجبوری بچے کے منہ کو بھی۔

Marfat.com

اور موزے اور جوتے کے نیچے لگی ہوئی مٹی سے اور ننگے پاؤں شخص سے امام مالک اور احمد کے ایک قول کے مطابق' اس طرح زیادہ بہتر ہے' اس پاکی سے جو سورج کی تپش اور ہوا سے اور اس پاکی سے جو سرکہ اور دیگر مائع چیزوں سے حاصل کی جائے اور چھری وغیرہ کو کپڑے کی ٹاکی سے پونچھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسا کہ صحابہ اپنی تلواروں کو پونچھتے تھے اور پانی سے نہ دھوتے تھے اور اسی طرح نماز پڑھ لیتے تھے' اگر تلواروں کو دھولیا جائے تو انہیں زنگ لگ جائے' اور ان کا فائدہ ختم ہو جائے۔

حضور ﷺ نے عفراء کے دونوں صاحبزادوں کی تلواروں کو دیکھا' ان کے بارے جو حدیث منقول ہے' اس سے استدلال کیا جاتا ہے کہ وہ دونوں ابوجہل کے قتل میں شریک تھے۔ لیکن حضور ﷺ نے انہیں تلواروں کے دھونے کا حکم نہیں دیا' جبکہ آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ وہ دونوں انہیں کے ساتھ نماز ادا کریں گے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

# نماز میں بچوں کو اٹھا سکتے ہیں

صحیحین میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے جبکہ حضور ﷺ نے حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی اُمامہ کو اُٹھا رکھا ہوتا تھا۔ جو کہ ابوالعاص بن ربیع کی صاحبزادی تھیں۔ جب کھڑے ہوتے اٹھا لیتے اور جب سجدہ کرتے تو نیچے رکھ دیتے۔ (بخاری ۱/ ۱۳۱)

مسلم میں ہے کہ اپنی گردن پر اٹھا رکھتے تھے۔

ابوداؤد میں ہے کہ اس دوران ہم ظہر یا عصر میں حضور ﷺ کا انتظار کر رہے تھے' اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کو نماز کے لیئے بلاتے تھے کہ اچانک آپ ﷺ ہماری طرف تشریف لاتے اور زینب بنت رسول اللہؐ کی صاحبزادی امامہ آپ ﷺ کے کندھے پر ہوتیں۔ حضور ﷺ مصلی پر کھڑے ہوتے اور ہم آپ ﷺ کے پیچھے ہوتے۔ اور امامہ اسی جگہ ہوتیں جہاں پہلے تھیں۔ حضور ﷺ تکبیر کہتے تو ہم بھی تکبیر کہہ دیتے۔ جب حضور ﷺ رکوع کرنے لگتے تو انہیں پکڑ کر اتار دیتے' پھر رکوع اور سجدہ کرتے' پھر سجدوں سے فارغ ہوتے تو کھڑے ہوتے ہوئے اسے پکڑ کر دوبارہ اپنی جگہ بٹھا دیتے۔ اسی طرح ہر رکعت میں حضور ﷺ کرتے۔ جب تک کہ نماز سے فارغ نہ ہو جاتے۔ یہ حدیث بالکل واضح ہے کہ وہ نماز فرض ہوتی' اس میں وسوسے کے شکار لوگوں کا رد ہے' اور یہ کہ جب متفرق عمل نماز میں مجبوری کی وجہ سے کیا جائے تو نماز اس سے باطل نہیں ہوتی' اس میں بچوں پر شفقت کا بھی علم ہوتا ہے' اور تواضع' مکارم اخلاق کا بھی پتہ چلتا ہے' اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹی بچی کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

Marfat.com

# بچوں کو بوسہ دینا مستحب ہے

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی کو بوسہ دیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اقرع بن حابس تمیمی بیٹھے ہوئے تھے۔ اقرع کہنے لگے: میرے دس بچے ہیں' میں ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔ (بخاری ۷/ ۷۵)

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ کچھ دیہاتی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے' کیا تم اپنے بچوں کو بوسہ دیتے ہو؟ صحابہ نے کہا: ہاں۔ تو وہ کہنے لگے: اللہ کی قسم ہم تو نہیں دیتے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے رحمت ہی کھینچ لی ہے۔ (بخاری ۷/ ۷۵)

مسند میں حضرت ام سلمہ سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تشریف فرما تھے کہ خادم آیا اور کہنے لگا کہ فاطمہ اور علی آئے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: اٹھو اور میرے اہل بیت کو راستہ دو۔ فرماتی ہیں کہ میں اٹھی اور راستہ چھوڑ دیا۔ اور گھر میں ہی ایک طرف ہو گئی۔ حضرت علی اور حضرت فاطمہ اور حضرت حسن اور حسین آئے' جبکہ یہ دونوں چھوٹے بچے تھے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو پکڑا' اپنی گود میں بٹھایا اور دونوں کو بوسہ دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ایک ہاتھ پکڑا اور دونوں کو بوسہ دیا۔ اور ان پر سیاہ چادر کونی چادر ڈال دی۔ اور فرمایا: اے اللہ! تیری طرف آنے کا سوال کرتے ہیں' نہ کہ جہنم کی طرف۔ یہ رہے میں اور میرے اہل بیت۔ فرماتی ہیں' میں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ فرمایا: اور تم بھی۔ ایک اور سند سے یہ روایت یوں مروی ہے' فرمایا: تم بھی بھلائی پر ہو۔

Marfat.com

# اولاد کی تربیت و تعلیم واجب ہے

## اور ان کے درمیان عدل کرنا بھی واجب ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ (التحریم : ٦)

''اے ایمان والو! تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن اور سوختہ آدمی اور پتھر ہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ انہیں ادب اور علم سکھاؤ۔

حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ انہیں اطاعت خداوندی کا حکم دو اور انہیں بھلائی کی تعلیم دو۔

مسند اور سنن ابی داؤد میں حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو مارو اور ان کے بستر ے الگ کر دو۔ (کشف الخفاء ۲۲۸۶)

اس حدیث میں تین آداب ہیں۔

① نماز کا حکم دیں۔ ② نماز چھوڑنے پر مارنا۔ ③ بستر ے الگ کرنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں کو سب سے پہلے لا الہ الا اللہ کا کلمہ سکھاؤ اور موت کے وقت لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔

تاریخ بخاری میں ہے کہ ایوب بن موسیٰ قرشی اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: باپ اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں دیتا۔

Marfat.com

معجم طبرانی میں ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی باپ اپنے بیٹے کو بھلائی سکھائے یہ اس بات سے بہتر ہے کہ وہ روزانہ نصف صاع مساکین پر صدقہ کرے۔

بیہقی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ پوچھا گیا' اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے جان لیا کہ باپ کا کیا حق ہے' لیکن یہ بتایئے کہ اولاد کا کیا حق ہے؟ فرمایا کہ باپ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کی اچھی تربیت کرے۔

سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ انسان کے لیئے مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے بچے کو حدیث کا علم حاصل کرنے پر مجبور کرے' کیونکہ اس سے اس بارے میں پوچھ گچھ ہو گی۔ فرمایا: یہ حدیث کا علم عزت ہے اور جو اس سے دنیا طلب کرتا ہے اسے پالیتا ہے' اور جو اس سے آخرت کا طالب بنتا ہے وہ اسے پالیتا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں' اپنے بیٹے کو ادب سکھاؤ کیونکہ اس بارے میں پوچھا جائے گا کہ تم نے اسے کیا ادب سکھایا اور کیا پڑھایا؟ اور بچے سے تمہاری فرمانبرداری اور اطاعت کے بارے پوچھا جائے گا۔

بیہقی میں حضرت ابو سعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے' جب بالغ ہو تو شادی کرے' اگر بالغ ہو جانے کے باوجود اس کی شادی نہ کی اور وہ گناہ میں مبتلا ہو گیا تو اس کا گناہ باپ کے کندھے پر ہو گا۔

حزم کہتے ہیں کہ میں نے حسن کو سنا جبکہ کثیر بن زیاد نے ان سے اس آیت قرآنی کے بارے پوچھا تھا:

﴿ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ ﴾ (الفرقان : ٧٤)

''اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک یعنی راحت عطا فرما''۔

Marfat.com

فرمایا: اے ابوسعید قرۃ اعین سے کیا مراد ہے؟ کیا یہ دنیا میں مراد ہے یا آخرت میں؟ فرمایا: نہیں بلکہ دنیا میں مراد ہے۔

پوچھا: وہ ہے کیا چیز؟ فرمایا: بخدا بندہ اپنی بیوی' بھائی' قریبی رشتہ دار' اور دوست کو اللہ کا اطاعت گزار دیکھے' بلکہ مسلمان کو اس سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں کہ وہ اپنی اولاد' والدین' یا قریبی رشتہ دار' دوست یا بھائی کو اللہ کا فرمانبردار دیکھے۔

بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے' پوچھا جائے گا۔ اور جو لوگوں کا نگہبان ہے' اس سے اس کے بارے پوچھا جائے گا۔ غلام اپنے آقا کے مال پر نگہبان ہے۔ اس سے اس بارے پوچھا جائے گا' آگاہ رہو تم سب نگہبان ہو اور تم سے تمہاری رعایا کے بارے پوچھا جائے گا۔ (بخاری ۶/۱۵۲)

فصل:

## اولاد کو جب کچھ دیں تو ان کے درمیان انصاف کریں

اولاد کے حقوق میں سے ہے کہ انہیں جو کچھ دے تو اس میں انصاف کرے۔

سنن' مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں حضرت نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو' اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو' اپنی اولاد کے درمیان انصاف کرو۔

صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت بشیر کی زوجہ نے کہا' میرے بیٹے کو غلام دو اور میرے لیئے حضور ﷺ کو گواہ بناؤ۔ وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ فلاں کی بیٹی مجھ سے کہتی ہے کہ میں اپنا غلام اس کے بیٹے کو دوں۔ پوچھا: کیا اس کے بھائی ہیں؟ فرمایا: جی۔ فرمایا: کیا جو اسے دیتے ہو وہ ان سب کو بھی دیتے ہو؟ کہنے لگے: نہیں۔ فرمایا: یہ تو درست نہیں اور میں تو صرف حق پر ہی گواہی دے سکتا ہوں۔

Marfat.com

امام احمد کی روایت میں ہے کہ فرمایا: میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ تیرے بیٹے کا تجھ پر حق ہے کہ تو اُن کے درمیان انصاف کرے۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ آپ کے اس ارشاد کو کہ ''اپنی اولاد میں انصاف کرو'' واجب نہیں خیال کرتے' حالانکہ یہ مطلق امر ہے' جسے تین بار دہرایا گیا' اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے خلاف کرنا ظلم ہے' اور یہ درست نہیں۔ اور حق کے بعد تو باطل ہی رہ جاتا ہے۔ بہر حال یہ عدل واجب ہے' اگر امر مطلق ہو تو اس کا مقتضی وجوب ہوگا۔ کیوں نہیں جبکہ اس کے ساتھ دس چیزیں ہیں' جو تاکیدی طور پر واجب ہیں' لہٰذا اس واقعے کے الفاظ میں غور کیجیے۔

بیہقی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا' اس کا بیٹا آیا' اس نے اسے بوسہ دیا اور اپنی گود میں بٹھا لیا۔ پھر اس کی بیٹی آئی تو اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا' حضور ﷺ نے فرمایا: تو نے ان کے درمیان انصاف نہیں کیا۔ اسلاف اس بات کو پسند کرتے تھے کہ صلہ میں بچوں کے درمیان انصاف سے کام لیا جائے۔

بعض اہل علم کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بچے سے اس کے والد کے حقوق کے بارے میں سوال کرنے سے پہلے والد سے اس کی اولاد کے حقوق کے بارے پوچھیں گے۔ کیونکہ جس طرح اولاد پر باپ کے حقوق ہیں اسی طرح باپ پر اولاد کے حقوق ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا ﴾ (عنکبوت : ٨)

''ہم نے انسانوں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے''۔

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴾ (تحریم : ٦)

''اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن

Marfat.com

آدمی اور پتھر ہیں''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''اپنی اولاد کو ادب اور علم سکھاؤ''۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِى الْقُرْبٰى ﴾

(نساء : ٣٦)

''اور تم اللہ کی عبادت اختیار کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ اچھا معاملہ کرو''۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''اپنی اولاد میں انصاف کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے بارے حکم دینے سے پہلے والدین کو اولاد کے بارے حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ﴾ (بنی اسرائیل : ٣١)

''اور اپنی اولاد کو ناداری کے اندیشے سے قتل مت کرو''۔

جس نے اولاد کی تعلیم میں غفلت برتی اور اسے بیکار چھوڑ دیا' تو اس نے اس کے ساتھ بہت ہی برا کیا' اکثر اولاد جو خراب ہوتی ہے اس کی وجہ ان کے والدین کا ان کی تعلیم میں غفلت برتنا ہوتا ہے۔ اور انہیں دین کے فرائض اور سنن کی تعلیم نہ دینا ہوتا ہے۔ ان کے والدین انہیں بچپن میں ضائع کر دیتے ہیں تو وہ نہ اپنے کام آ سکتے ہیں اور نہ بڑے ہو کر والدین کے۔ جیسے کسی نے اپنے بیٹے کو نافرمانی پر ڈانٹا تو اس نے کہا: ابا جان! آپ نے بچپن میں میری نافرمانی کی اور میں نے بڑے ہو کر آپ کی۔ آپ نے بچپن میں مجھے ضائع کیا میں نے آپ کو بڑھاپے میں۔

Marfat.com

# تربیت اولاد کے بارے میں مفید مشورے

## مشورہ نمبر ۱

بہتر یہ ہے کہ پیدائش کے بعد دو یا تین دن تک بچے کو ماں کے علاوہ کسی اور عورت سے دودھ پلایا جائے۔ کیونکہ اس وقت ماں کے دودھ میں گاڑھا پن ہوگا۔ بخلاف اس عورت کے دودھ کے کہ جو مستقل دودھ پلا رہی ہے۔ عرب اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے حتیٰ کہ اپنے بچوں کو دیہاتوں کی عورتوں کا دودھ پلاتے تھے' جس طرح حضور ﷺ کی شیر خوارگی کی عمر بنوسعد میں گزری۔

## مشورہ نمبر ۲

مناسب یہ ہے کہ بچہ جب تک تین ماہ یا زائد کا نہ ہو جائے اسے اٹھانے اور گھمانے پھرانے سے روکا جائے' کیونکہ ماؤں کے پیٹوں سے آئے ہوئے انہیں زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہوتا اور ان کے جسم کمزور ہوتے ہیں۔

## مشورہ نمبر ۳

مناسب یہ ہے کہ جب تک دانت نہ نکلیں اس وقت تک صرف دودھ ہی دیا جائے' کیونکہ ان کا معدہ کمزور ہوتا ہے' اور کھانے کو ہضم نہیں کر سکتا' جب دانت نکل آئیں گے تو معدہ مضبوط ہو جائے گا' تو اس وقت کھانا دیا جائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دانت دیر سے پیدا کیے اور انہیں اس وقت تک مؤخر کیا جب تک کھانے کی ضرورت نہ تھی' اس کی حکمت کی وجہ سے' ماں پر رحم کرتے ہوئے کہ بچہ اپنی ماں کے پستانوں کو دانتوں سے چک نہ کاٹ ڈالے۔

Marfat.com

## مشورہ نمبر۴

مناسب یہ ہے کہ بچوں کو آہستہ آہستہ غذا دی جائے' سب سے پہلے دودھ کی غذا دی جائے' پھر گرم پانی میں ڈبوئی ہوئی روٹی دی جائے' اور گاڑھا دودھ (بالائی وغیرہ) پھر خربوزہ وغیرہ' اور گوشت کے بغیر شوربہ۔ پھر اچھی طرح چبا کر نرم کر کے تھوڑا تھوڑا گوشت دیا جائے۔

## مشورہ نمبر۵

جب بچہ بولنے کے قریب ہو اور اس پر بولنے کو آسان کرنا چاہیں تو ان کی زبانوں پر شہد ملیں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے بولنے سے مانع رطوبات زائل ہو جائیں گی۔ جب بولنے لگے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ بولنا سکھائیں۔ تاکہ سب سے پہلے ان کے کانوں سے معرفت خداوندی اور اس کی توحید ہی ٹکرائے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں' انہیں دیکھتے ہیں' ان کے کلام کو سنتے ہیں' وہ جہاں بھی ہوں ان کے ساتھ ہیں' بنو اسرائیل اس وجہ سے اکثر اپنے بچوں کے نام ''عمان ویل'' رکھتے تھے' جس کا مطلب ہے کہ ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ اسی وجہ سے اللہ کو سب سے زیادہ پسند نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہیں' تاکہ بچے میں سمجھ بوجھ پیدا ہو تو اسے معلوم ہو کہ وہ اللہ کا غلام ہے' اور اللہ اس کا آقا اور مولیٰ ہے۔

## مشورہ نمبر۶

جب دانت اگنے کا وقت قریب آئے تو روزانہ ان کے تالو پر گھی' مکھن ملا جائے' اور گردن پر خوب تیل ملا جائے' اور دانت اگنے کے دوران سے لے کر مکمل ہونے تک انہیں سخت چیزوں سے مکمل پرہیز کرایا جائے' اور ہر اس چیز سے روکا جائے کہ جس کی وجہ سے دانت خراب ہوں' ٹیڑھے ہوں یا ٹوٹیں۔

## مشورہ نمبر۷

ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ بچے کے رونے کو والدین محسوس کریں' خاص طور پر

Marfat.com

جب وہ بھوکا ہو اور دودھ پینا چاہے' کیونکہ اس رونے سے بہت فائدہ ہوتا ہے' کیونکہ اس سے اعضاء میں چستی' آنتوں میں کشادگی' سینے میں وسعت' دماغ میں مضبوطی' مزاج میں گرمی' حرارت میں جوش' اور فضول مادوں کو دور کرنے کے لیئے طبیعت میں پھرتی اور دماغ سے رینٹ وغیرہ گندے مادوں کو نکالنے کی جسارت پیدا ہوتی ہے۔

## مشورہ نمبر ۸

بچے پر پنگوڑے میں چوڑا کپڑا وغیرہ باندھنے میں سستی نہ برتی جائے' اگرچہ اس پر شاق گزرے' جب تک کہ اس کا جسم مضبوط نہ ہو جائے' اور اعضاء میں تقویت پیدا نہ ہو جائے اور وہ زمین پر بیٹھنے نہ لگے' اس وقت انہیں تھوڑا تھوڑا کھڑا کیا جائے اور چلایا جائے' حتیٰ کہ ان میں ایسا خود کرنے کا ملکہ پیدا ہو جائے۔

## مشورہ نمبر ۹

بچے کو ہر اس بھدی اور سخت آواز سے بچایا جائے جس سے وہ ڈر جائے' اور بھیانک مناظر اور خطرناک اور باعث تکلیف حرکات سے' کیونکہ بسا اوقات اس سے قوت عاقلہ میں ضعف پیدا ہو سکتا ہے۔ جس کا بڑے ہو کر نقصان ہوگا۔ اگر ایسی کوئی صورت پیش آ جائے تو فوراً اس کی تلافی کی جائے اور مناسب چیز سے مانوس کیا جائے' اور فوراً دودھ پلایا جائے' تا کہ وہ ڈر اور خوف دور ہو جائے' اگر اس کے ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی تو دور کرنا مشکل ہوگا۔ اور اسے نرم نرم تھپکی دی جائے' تا کہ وہ سو جائے اور اسے بھول جائے' اس میں ہرگز غفلت نہ برتی جائے' کیونکہ اگر ایسا کیا گیا تو اس کے دل میں خوف بیٹھ جائے گا اور پھر وہ یونہی پرورش پاتا جائے گا اور اسے دور کرنا مشکل ہو جائے گا۔

## مشورہ نمبر ۱۰

جب دانت نکلتے ہیں تو بچے کی طبیعت میں تبدیلی آتی ہے' قے' بخار اور ضد کی وجہ سے ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ خاص طور پر جب دانت سردی یا گرمی میں نکل رہے

Marfat.com

ہوں' دانت نکلنے کا بہترین موسم' موسم بہار اور خزاں ہیں۔ دانت اگنے کی مدت ساتواں مہینہ ہے۔ کبھی پانچویں میں بھی اگ آتے ہیں اور کبھی دسویں تک نہیں اگتے' تو بہتر یہ ہے کہ دانت اگتے وقت احتیاط کی جائے۔ بار بار غسل دیا جائے اور ہلکی پھلی غذا دی جائے' پیٹ بھر کر کھانا نہ کھلایا جائے' کیونکہ بسا اوقات اس سے پیچش لگ جاتے ہیں اور اس پر روئی کی طرح نرم افیون اور اجوائن کو باندھا جائے۔ اور اس کے تالو پر شہد وغیرہ ملا جائے۔ لیکن پھر پیٹ کا جاری ہونا قبض سے اس قدر بہتر ہے' اگر دانت نکلتے وقت قبض ہو تو طبیعت میں نرمی پیدا کی جائے' کیونکہ اس وقت طبیعت میں انقباض سب سے زیادہ نقصان دہ ہے' اور اعتدال سے بڑھ کر کوئی چیز نفع بخش نہیں۔

نرمی پیدا کرنے کے لیئے سب سے بہترین پکا ہوا شہد ہے' جس سے بٹیاں بنائی جائیں' جن سے اٹھایا جائے' یا پیسا ہوا پودینہ جسے شہد میں ملا کر اس کی بٹیاں بنائی جائیں۔ اسی طرح دودھ پلانے والی کو بھی چاہیئے کہ وہ اس موقع پر اپنی غذا نرم کرے اور نقصان دہ غذاؤں سے بچے۔

## مشورہ نمبر ۱۱

دودھ چھڑانے کے وقت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ ... الی قوله ... اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّا آتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾ (البقرة : ۲۳۳)

''اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں' یہ مدت اس کے لیئے ہے جو شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے' اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس کے ذمہ ہے' ان کا کھانا اور کپڑا قاعدے کے موافق' کسی شخص کو حکم نہیں دیا جاتا مگر اس کی برداشت کے موافق' کسی ماں کو تکلیف نہ دینی چاہیئے' اس کے بچوں کی وجہ سے اور نہ کسی باپ کو تکلیف دینی چاہیئے' اس کے بچے کی وجہ سے اور مثل اس کے اس کے ذمہ ہے جو وارث ہو' پھر اگر دونوں

Marfat.com

دودھ چھڑانا چاہیں اپنی رضا مندی اور مشورہ سے تو دونوں پر کسی قسم کا گناہ نہیں اور اگر تم لوگ اپنے بچوں کو دودھ پلوانا چاہو' تب بھی تم پر کوئی گناہ نہیں جبکہ ان کے حوالے کر دو جو کچھ ان کو دینا ہے' قاعدے کے موافق''۔

اس آیت سے چند احکام معلوم ہوتے ہیں:

① مکمل مدت رضاعت (شیر خوارگی) دو سال ہے۔ بوقت ضرورت یہ بچے کا حق ہے۔ دو سال کے لفظ سے مزید تاکید کی کہ کہیں ایک سال یا اس سے زائد مراد نہ لیا جائے۔

② اگر والدین اس مدت سے پہلے اس کا دودھ چھڑانا چاہیں' جبکہ بچے کا نقصان نہ ہو تو باہمی مشاورت سے انہیں ایسا کرنے کا اختیار ہے۔

③ اگر والد اپنے بچے کو اس کی ماں کے علاوہ سے دودھ پلانا چاہے' تو وہ ایسا کر سکتا ہے' اگرچہ ماں پسند نہ کرے۔ ہاں! اگر اس سے ماں یا بچے کو نقصان ہو تو پھر اس کی اجازت نہیں' اور یہ بھی جائز ہے کہ دو سال کے بعد اڑھائی سال یا زیادہ تک ماں دودھ پلاتی رہے۔

دودھ چھڑانے کا بہترین وقت وہ ہے جب موسم معتدل ہو' نہ زیادہ گرمی نہ زیادہ سردی۔ جبکہ دانت اور داڑھیں مکمل نکل آئی ہوں اور وہ غذا کو اچھی طرح چبا سکتا ہو' اس وقت دودھ چھڑانا بہتر ہے۔ موسم خزاں کے معتدل ہونے کے وقت دودھ چھڑانا بہار میں دودھ چھڑانے سے زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ خزاں کے بعد سرما شروع ہوتا ہے اور ہوا اس میں ٹھنڈی ہوتی ہے' اور طبعی حرارت میں بڑھوتری ہوتی ہے' اور قوت اشتہاء اور نظام ہضم کو تقویت ملتی ہے۔

## مشورہ نمبر ۱۲

جب بچے کا دودھ چھڑایا جائے تو بہتر ہے کہ آہستہ آہستہ دودھ چھڑایا جائے۔ ایک ہی مرتبہ اچانک نہ چھڑایا جائے' بلکہ کبھی عادت ڈالی جائے اور کبھی نرمی

Marfat.com

کے ساتھ چھوڑ دیا جائے' تا کہ ایک دم محبت اور عادت کو نہ چھوڑ دیا جائے۔ جیسا کہ بقراط کا کہنا ہے:

وہ چیز جو بدن کو موٹا کرے' یا خالی کرے' یا گرم یا ٹھنڈا کرے' اس میں کسی قسم کی تحریک پیدا کرے' اس کا اچانک بڑے پیمانے پر استعمال نقصان دہ ہے۔ اور ان میں سے جو زیادہ مقدار میں ہو وہ طبیعت کے مخالف اور جو کم مقدار میں ہو وہ مفید ہے۔

## مشورہ نمبر ۱۳

بچے کی بری تربیت یہ ہے کہ اسے اتنا کھلایا پلایا جائے کہ اس کا پیٹ بھر جائے اور بہترین اور مفید تربیت یہ ہے کہ اسے اتنا دیا جائے کہ اس کا پیٹ نہ بھرے تا کہ ہضم اچھے طریقے سے ہو اور اس کے اعضاء معتدل رہیں۔ جسم میں فضلات کم ہوں اور جسم تندرست رہے۔ اور غذائی فضلات کی کمی کی وجہ سے بیماریاں کم ہوں گی۔

ایک طبیب کا کہنا ہے کہ میں اس قوم کی تعریف کرتا ہوں جو اپنی اولاد کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھلاتی' جس کی وجہ سے ان کے قد بلند ہوتے ہیں اور جسم معتدل رہتے ہیں' اور ایسے بچوں کو دل کی بیماری اور رعشہ کم ہوتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے بچے کا جسم خوبصورت ہو' قد مناسب اور سیدھا ہو' جھکاؤ نہ ہو۔ تو چاہیے کہ اسے پیٹ بھر کر نہ کھلاؤ' کیونکہ جب بچہ پیٹ بھر کر کھانا کھائے گا تو زیادہ سوئے گا اور سست ہوگا اور پیٹ میں گیس پیدا ہوگی۔

## مشورہ نمبر ۱۴

جالینوس کا کہنا ہے کہ میں بچوں کو ٹھنڈا پانی پلانے سے بالکل نہیں روکتا' لیکن میں انہیں کھانے کے بعد پانی پینے کی اجازت دیتا ہوں۔ اکثر اوقات اور گرمی کے موسم میں گرم اوقات میں جبکہ دلی چاہت بھی ہو۔

مصنف کہتے ہیں کہ اس کی وجہ بچوں میں طبعی گرمی کا پایا جانا ہے' جس کی وجہ سے انہیں ٹھنڈے پانی کا پینا ان اوقات میں خصوصاً کھانے کے بعد نقصان دہ نہیں۔

Marfat.com

کیونکہ اس پر بوجہ گرمی کے غلبہ کے پیاس کی شدت کے کم ہونے کے قدرت ہوگی۔

## مشورہ نمبر ۱۵

اور جس چیز سے بچنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ بچے کو وقت سے پہلے چلنے پر ابھارا جائے' کیونکہ اس کی وجہ سے پاؤں کی کمزوری کی وجہ سے ان میں ٹیڑھا پن آنے کا خطرہ ہے۔ اور اس بات سے مکمل اجتناب کیجئے کہ اس چیز کو روکا جائے جس کی انہیں ضرورت ہے' جیسے قے' نیند' کھانا' پینا' چھینک' پیشاب' پاخانہ' خون کا نکلنا۔ کیونکہ اگر ان چیزوں کو روکا جائے تو اس سے بچے اور بڑے دونوں میں نقصان دہ نتائج نکلیں گے۔

## مشورہ نمبر ۱۶

حضرت حذافہ بنت وہب اسدیہ سے مروی ہے' فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی' جبکہ لوگوں کے درمیان حضور ﷺ فرما رہے تھے:

''میں نے چاہا کہ میں حالت حمل میں دودھ پلانے والی سے جماع کرنے سے روکوں' لیکن میں نے اہل روم اور فارس کو دیکھا کہ وہ حالت حمل میں اپنے بچوں کو دودھ پلاتے ہیں اور ان کے بچوں کو اس سے نقصان نہیں پہنچتا''۔ پھر لوگوں نے عزل کے بارے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ ہلکا سا زندہ درگور کرنا ہے''۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ﴾ (التکویر : ۸)

''اور جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا''۔ (مسلم ۲/۱۰۶۶)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ کیا میں اپنی بیوی سے عزل کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ نقصان دہ ہوتا تو اہل فارس اور اہل روم کو اس کا نقصان پہنچتا۔

اسماء بنت یزید فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: اپنی

Marfat.com

اولادوں کو خفیہ طور پر قتل نہ کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ اگر اہل فارس اس میں مبتلا ہوتے تو روند دیئے جاتے۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا اس سے کیا مراد ہے۔ فرمانے لگیں' بچے کو دودھ پلانے کے دوران بیوی سے جماع کرنا۔ (امام احمد' ابوداؤد)

ان احادیث کے درمیان تطبیق نے اہل علم کو مشکل میں ڈالا ہے' ایک گروہ کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ قول کہ میں نے چاہا کہ میں دودھ پلانے کے دوران مباشرت سے روک دوں' اس سے مراد یہ ہے کہ میں اسے حرام قرار دوں اور روک دوں۔

اِس حدیث میں اور اُس حدیث میں کوئی منافات نہیں کہ ''تم اپنے بچوں کو خفیہ طور پر قتل نہ کرو''۔ یہ نہی ایسی ہے جیسے مشورہ دیا گیا ہے۔ اور اس بات کی طرف رہنمائی ہے کہ اس چیز کو چھوڑ دیں جو ان کے بچوں کو کمزور کر کے قتل کر دے۔

علماء فرماتے ہیں' دلیل یہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت سے اگر جماع کیا جائے تو حیض کے خون میں انتشار پیدا ہوتا ہے اور وہ باہر نکلتا ہے۔ جس سے دودھ نہ معتدل رہتا ہے اور نہ ہی ذائقے دار' بسا اوقات وہ عورت حاملہ ہو جاتی ہے' تو یہ اس بچے کے لیئے بہت زیادہ نقصان دہ ہے جو اس کے دودھ سے غذا حاصل کر رہا ہے۔ کیونکہ خون کی عمدگی اس بچے کی غذا میں مؤثر ہوتی ہے جو اس کے رحم میں ہو۔ کیونکہ بچہ جب رحم مادر میں ہو تو وہ اپنی ضرورت کی غذا اپنی ماں سے ہی حاصل کرے گا جو اس کے لیئے مناسب ہو۔ کیونکہ اس کا تعلق ماں کے ساتھ یونہی ہوتا ہے جیسے زمین میں لگے پودے کا تعلق زمین کے ساتھ' کہ وہ اس سے صبح و شام کسی وقت بھی جدا نہیں ہوتا۔

اسی طرح حاملہ کا خون کم ہو کر ناکارہ ہو جائے گا اور اس کے پستانوں میں جو دودھ اکٹھا ہو گا وہ تھوڑا اور بے کار ہو جائے گا' جب دودھ پلانے والی حاملہ ہو جائے تو بچے کے لیئے مفید یہ ہے کہ اسے اس سے روک دیا جائے' کیونکہ اس ناکارہ دودھ کا پینا اس بچے کے لیئے قتل کے مترادف ہو گا۔ یا اس کمزوری کا اثر اسے بڑی عمر

Marfat.com

میں ہوگا جب یہ کمزوری اسے گھوڑے سے پلٹ مارے گی' یہ توجیہ ہے اس بات کی کہ یہ آپ ﷺ کی طرف سے مشورہ ہے' لیکن آپ ﷺ نے اسے حرام نہیں قرار دیا۔ کیونکہ یہ مولود کے حق میں ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔ اگرچہ بعض بچوں کے ساتھ ایسا ہو جاتا ہے' کیونکہ اکثر لوگ اپنی عورتوں سے مباشرت کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلا رہی ہوتی ہیں' اگر بچے کو اس سے نقصان ہوتا تو بہت سارے لوگ اس میں مبتلا ہو جاتے' فارس اور روم یہ دو بڑی قومیں ایسا کرتی تھیں اور یہ نقصان ان کی اولادوں میں عام نہ تھا۔

بہر حال بہتر یہی ہے کہ جب دودھ پلانے والی حاملہ ہو جائے تو بچے کو اس کا دودھ نہ پلایا جائے' بلکہ کوئی اور عورت تلاش کر لی جائے۔ واللہ اعلم۔

## مشورہ نمبر ۱۷

بچے کے لیئے سب سے زیادہ اہم چیز یہ ہے کہ اس کے اخلاقی پہلو کی بھی تربیت کی جائے' کیونکہ اس کا مربی اس کی جس طرح پرورش کرے گا اسی طرح کے اخلاق اس میں پیدا ہوں گے۔ مثلاً غصہ' اس کی تیزی' جھگڑالو پن طبیعت' جلد بازی' طیش' لالچی پن' تو ان چیزوں کی تلافی بڑی عمر میں مشکل ہوگی۔ یہ اخلاق اور کیفیات اس میں راسخ ہو جائیں گی۔ ان سے مکمل اجتناب ضروری ہے' ورنہ یہ عادات ایک نہ ایک دن ضرور رسوا کر دیں گی۔ اسی وجہ سے آپ اکثر لوگوں کو دیکھیں گے کہ ان کے اخلاق بگڑے ہوئے ہوتے ہیں' اور اس کی وجہ ناقص تربیت ہے۔

اسی وجہ سے ضروری ہے کہ جب عقل مند ہو جائے تو اسے لہو ولعب کی مجالس' لغو چیزوں' موسیقی' بری باتوں کی سماعت' بدعات' بدکلامی سے بچایا جائے۔ کیونکہ جب بچپن میں ایسی چیزیں سنے گا تو بڑی عمر میں ان سے بچنا مشکل ہوگا۔ اور ولی پر اسے ان چیزوں سے دور رکھنا دشوار ہوگا۔ کیونکہ عادتیں بدلنا سب سے مشکل کام ہے۔ کیونکہ اس میں طبیعت ثانیہ پیدا کرنی پڑے گی اور طبیعت کو چھوڑنا بہت مشکل ہے۔

Marfat.com

ولی کو چاہیئے کہ وہ اسے دوسروں سے چیزیں لینے سے مکمل طور پر اجتناب کرائے' کیونکہ جب یہ اس کی عادت بن جائے گی تو اس کی فطرت اور عادت بن جائے گی' تو اس کو لینے کی عادت پڑ جائے گی نہ کہ دینے کی' تو چاہیئے کہ اس میں خرچ کرنے اور بخشش کرنے کی عادت ڈالے۔ جب ولی کوئی چیز دینا چاہے تو اس کے ہاتھ سے دلوائے تا کہ وہ عطا کرنے کی حلاوت محسوس کرے۔ اسے خیانت' جھوٹ جیسے زہر قاتل سے زیادہ بچائے' کیونکہ اگر اس کے لیئے جھوٹ بولنا اور خیانت کرنا آسان ہو گیا تو دنیا اور آخرت کی سعادتوں سے محروم ہو کر برباد ہو جائے گا۔

اسے مستی' خوشحالی' شوخ پن اور استراحت سے دور کرے' بلکہ ان کی ضد کی عادت ڈالے' بلکہ اسے فضول راحت نہ لینے دے' اس کے جسم کو مشغول رکھے' کیونکہ مستی اور بیکاری برے نتائج کے ساتھ ساتھ بدنامی کا باعث بنتی ہیں' اور محنت اور تھکن کے اچھے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ یا دینا میں یا آخرت اور کبھی ان دونوں میں اور جو بہت زیادہ استراحت کرتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ تھکتا ہے' دنیا میں سیادت' آخرت میں سعادت تک پہنچنے کے لیئے تھکاوٹ کے پل کو عبور کرنا پڑتا ہے۔

یحییٰ بن ابی کثیر فرماتے ہیں کہ جسمانی راحت سے علم حاصل نہیں ہوتا۔

اسے اخیر رات میں جاگنے کی عادت ڈلوائیں' کیونکہ یہ غنیمت اور انعام کی تقسیم کا وقت ہے' تو یا تو کم کرے گا یا زیادہ یا محروم۔ جب بچپن میں اس کی عادت پڑ جائے گی تو بڑے ہو کر کرنا آسان ہوگا۔

## مشورہ نمبر ۱۸

اسے گھٹیا کھانے' کلام اور بے کار سونے سے بچائیں اور لوگوں میں فضول گھلنے ملنے سے' کیونکہ ان فضول چیزوں میں ایسا نقصان ہے' جو کہ بندے کی دنیا اور آخرت کو برباد کر دیتا ہے۔ اسے پیٹ اور شرمگاہ کی نقصان دہ خواہشات سے بچائیں' کیونکہ اسے ان کے اسباب مہیا کرنا ایسا فساد مچائیں گے کہ بعد میں درستگی مشکل ہو

Marfat.com

جائے گی۔

کتنے ہی آدمی ہیں' جو اپنے بیٹے' گوشہ جگر کی تربیت میں کوتاہی اور شہوت پر اس کی مدد کر کے اسے دنیا اور آخرت میں بدبخت بنا دیتے ہیں۔ اور وہ یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اس کی عزت کر رہا ہے حالانکہ وہ اس کی توہین کر رہا ہوتا ہے' وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس پر رحم کھا رہا ہے' حالانکہ اس پر ظلم کر رہا ہوتا ہے۔ اپنے بچے سے نفع کو دنیا میں کھو دیتا ہے اور دنیا اور آخرت میں اس کا حصہ ختم کرا بیٹھتا ہے۔ اگر آپ اولاد میں خرابی کو جانچنا شروع کریں تو آپ دیکھیں گے کہ اکثر والدین کی وجہ سے ہوتا ہے۔

## مشورہ نمبر ۱۹

بچے کو ایسی نشہ آور چیزوں سے مکمل طور پر بچایئے کہ جن کا استعمال عقل کو زائل کر دے' یا ایسے لوگوں کی مجلس سے بچایئے کہ جس کی وجہ سے عقل یا کلام کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو' کیونکہ یہ سب سامان ہلاکت ہیں' اگر یہ کام آسان ہوگا تو دیوثیت آسان ہو جائے گی' اور جنت میں دیوث کا داخلہ ممنوع ہے۔ تو والدین کی تفریط' سستی' کوتاہی اور آگ کے انگاروں کو اپنے آپ پر آسان سمجھنا' اس سے بڑھ کر بچوں کے لیئے نقصان دہ اور کوئی چیز نہیں' کتنے ہی والدین ہیں جو اپنی اولاد کو دنیا اور آخرت سے محروم کر دیتے ہیں' اور دنیا اور آخرت میں ہلاکت کے سپرد کر دیتے ہیں۔ یہ سب والدین کی حقوق اللہ میں تفریط اور حقوق اللہ کی پامالی اور اللہ کی طرف سے واجب کردہ علم نافع' عمل صالح سے اعراض کے نتائج ہیں کہ وہ اپنی اولادوں سے فائدہ حاصل کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں' اور اپنی اولادوں کو بھلائی سے محروم کر دیتے ہیں' یہ سب والدین کی سزا ہے۔

## مشورہ نمبر ۲۰

اسے ریشم پہننے سے بچایئے' یہ اس کے لیئے جہاں نقصان دہ ہے وہیں اس میں ہیجڑا پن بھی پیدا کر دے گا' جیسے لواطت' شراب نوشی' چوری اور جھوٹ اس میں یہ

Marfat.com

چیز پیدا کر دیں گے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے: ''میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونا حرام ہے' اور عورتوں کے لیئے حلال ہے''۔

بچے اگر چہ مکلّف نہیں لیکن ان کا سرپرست تو مکلّف ہے' اس کے لیئے جائز نہیں کہ اسے حرام کام پر قادر کرے۔ کیونکہ جب حرام کی عادت پڑ جائے گی تو اسے چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ علماء کے اقوال میں سے صحیح ترین قول یہی ہے۔

اور جس نے اسے حرام نہیں سمجھا اس کا کہنا ہے کہ وہ غیر مکلّف ہے تو جس طرح جانور کو ریشم پہنانا حرام نہیں اسی طرح بچے کے لیئے بھی حرام نہیں' یہ سب سے فاسد قیاس ہے۔ کیونکہ بچہ اگر چہ مکلّف نہیں لیکن مکلّف ہونے کے قابل تو ہے' اسی وجہ سے اسے بغیر وضو نماز نہ پڑھنے دیں اور نہ ہی برہنہ اور ناپاک کپڑوں میں' نہ ہی شراب خوری' جوابازی اور لواطت کرنے دیں۔

## مشورہ نمبر ۲۱

مناسب یہ ہے کہ بچے کی طبیعت کو معلوم کیا جائے اور جو کام اس کے لیئے مناسب اور آسان ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس کام کے لیئے پیدا کیا گیا ہے تو اسے غیر کے لیئے نہ سمجھا جائے۔ اگر چہ شرعاً اس کی اجازت ہو' کیونکہ اگر اسے اس پر محمول کیا گیا کہ جس کے یہ قابل نہ تھا تو نہ تو کامیاب ہوگا بلکہ جسے کر سکتا تھا' اسے بھی نہ کر سکے گا۔

اگر آپ بچے کو حسن فہم' صحیح ادراک کرنے والا' مضبوط حافظے والا پائیں تو یہ اس بات کی علامات ہیں کہ وہ علم کے قابل ہے۔ تو اس کے دل کی تختی پر علم کی چھاپ لگائیں جب تک وہ خالی ہے۔ کیونکہ وہ اس پر قادر ہے اور اس کے لیئے اس کا دل صاف ہے۔

اگر اس سب کے الٹ پائیں تو جان لیجیئے کہ وہ گھڑ سواری کے قابل ہے۔

Marfat.com

اور تیر بازی' نیزہ بازی کے لائق ہے۔ کیونکہ وہ علمی نفوذ کے نہ تو قابل ہے اور نہ ہی اس مقصد کے لیئے پیدا کیا گیا ہے۔ اسے گھڑ سواری کے اسباب مہیا کرنا جہاں اس کے لیئے فائدہ مند ہوگا وہیں دیگر مسلمانوں کے لیئے بھی۔

اگر آپ اسے اس قابل بھی نہ پائیں اور اس کی آنکھوں کو کسی پیشے کے منتظر اور خواہش مند پائیں اور وہ پیشہ بھی جائز اور لوگوں کے لیئے مفید ہو تو اسے اس کے لیئے اسباب مہیا کر دیں۔ یہ سب اس کے بعد ہے جب اسے دین کی ضروری تعلیمات سے آگاہ کر دیں۔ کیونکہ ہر ایک کے لیئے تو اتنا آسان کر دیا گیا ہے تا کہ بندے پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے' کیونکہ اللہ کو اپنے بندوں پر حجت بالغہ حاصل ہے جیسا کہ وہ ان پر اپنے انعامات کی بارش برساتا ہے۔ واللہ اعلم۔

Marfat.com

# بنو آدم

## ابتداء سے منزل مقصود تک

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۚ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۚ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۭ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۚ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۚ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون : ۱۲ ـ ۱۶)

''اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصہ سے بنایا' پھر ہم نے اس کو نطفے سے بنایا جو کہ ایک مدت متعین تک ایک محفوظ مقام میں رہا' پھر ہم نے اس نطفے کو خون کا لوتھڑا بنا دیا' پھر ہم نے اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی بنا دیا' پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنا دیا' پھر ہم نے ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا' پھر ہم نے اس میں روح ڈال کر اس کو ایک دوسری ہی مخلوق بنا دیا۔ سو کیسی بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام صناعوں سے بڑھ کر ہے' پھر تم بعد اس کے ضرور ہی مرنے والے ہو' پھر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیئے جاؤ گے''۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کے نطفے سے لے کر' بلکہ پانی اور مٹی سے لے کر قیامت کے دن تک کے احوال کا ذکر کیا ہے۔ تخلیق انسانی کا پہلا مرتبہ مٹی کا خلاصہ ہے' پھر اس کے بعد صاف شفاف پانی کا خلاصہ اور یہی وہ نطفہ ہے جو تمام بدن سے اکٹھا ہوتا ہے' اسی حالت میں ۴۰ دن تک رہتا ہے' پھر اس نطفے کو اللہ تعالیٰ خون کے سیاہ

Marfat.com

ٹکڑے میں بدل دیتے ہیں' جو کہ اس حالت میں چالیس دن مزید رہتا ہے' پھر اسے گوشت کے ٹکڑے کی صورت میں تبدیل کر دیتے ہیں اور اسی حالت میں پھر ۴۰ دن رہتا ہے۔ اس مرحلے میں اعضاء' صورت' شکل' اور ہیئت بنتے ہیں۔

سب سے پہلے کون سا عضو تشکیل پاتا ہے' اس میں اختلاف ہے' کچھ دل کا کہتے ہیں اور کچھ دماغ کا' کچھ جگر کا اور کچھ ریڑھ کی ہڈی کا۔

دل والوں کا کہنا ہے کہ یہ بنیادی عضو ہے جو کہ طبعی حرارت کا مرکز ہے کہ جس سے زندگی کی گاڑی رواں دواں ہے' تو اسے تخلیق میں مقدم ہونا چاہیئے۔

علم تشریح والے کہتے ہیں کہ انہوں نے نطفے کے انعقاد کے کمال کے وقت اس میں ایک سیاہ نقطہ پایا ہے۔

جو دماغ کا کہتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حیوانی دماغ انسان کا مرکزی عضو ہے۔ یہ حواس کا مرکز ہے۔ اور جو چیز حیوان کے ساتھ خاص ہے وہ حس اور حرکت ارادی ہے۔ اور وہ دماغ ہی سے پھوٹتی ہے۔ جب حیوان کے خاصے حس اور حرکت ارادی ہیں اور ان کا مرکز دماغ ہے۔ تو ایجاد اور تکوین میں اسے ہی مقدم ہونا چاہیئے۔

جس نے جگر کہا' اس کی دلیل یہ ہے کہ جسم کی بڑھوتری اور غذا جس سے انسان زندہ رہتا ہے' اس سے ہوتی ہے۔ طبعی نظام اس بات کا مقتضی ہے کہ سب سے پہلے پیدا ہونے والا عضو جگر ہو' پھر دل' پھر دماغ۔ کیونکہ حیوان میں سے سب سے افضل چیز اس کی بڑھوتری ہے۔ اس وقت نہ حس کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ حرکت ارادی کی۔ کیونکہ وہ اس وقت بمنزلہ نبات کے ہوتا ہے اور اس وقت بڑھوتری کے علاوہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب روح کا تعلق جڑتا ہے تو قوت' حس اور ارادہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہ تخلیق کے چوتھے مرحلے میں ہوتا ہے۔ تو سب سے پہلا عضو باعتبار تخلیق کے وہ بڑھوتری کا ذریعہ ہے جو کہ جگر ہے۔ علم تشریح والے حضرات نے جس چیز کا مشاہدہ کیا ہے بلکہ وہ جس پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ انسانی جسم کی تخلیق میں

Marfat.com

سب سے پہلے تین قریب قریب نقطے ظاہر ہوتے ہیں' یوں لگتا ہے جیسے وہ جگر' دل اور دماغ کے نقوش ہیں۔ ایام حمل کے گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑھتے جاتے ہیں۔

## جنین بڑھوتری کے دوران

پھر اعضاء کے جوڑ' ہڈیاں اور رگیں پیدا ہوتی ہیں' اور اعصاب بنتے ہیں' اور سماعت' بصارت اور منہ کے لیئے ایک چیر لگتا ہے' اب تخلیقی مرحلے میں پھٹن آنا شروع ہوتی ہے' زبان بنتی ہے' شکل وصورت بنتی ہے' ہڈیوں پر گوشت چڑھتا ہے' اور آپس میں تعلق مضبوط ہونا شروع ہوتا ہے۔ اسی کو اَسْر کہتے ہیں۔ اسی کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَ شَدَدْنَا اَسْرَهُمْ ﴾ (الدھر : ۲۸)

''ہم ہی نے ان کو پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کیئے''۔

اسی سے ہے اِسار (تسمہ) جس سے باندھا جاتا ہے اور اسیر (قیدی)۔

حضرت صفوان بن محرز سے مروی ہے کہ آپ ﷺ جب اللہ کے عذاب کا تذکرہ کرتے تو ہر عضو علیحدہ علیحدہ ہو جاتا' ان کا باہمی ربط ہی صرف باقی رہتا' اور جب اللہ کی رحمت کا تذکرہ کرتے تو دوبارہ اپنی حالت پر آ جاتے۔

## فصل:

بقراط اپنی کتاب ''کتاب الاجنة'' میں لکھتا ہے: میں آپ کو بتاتا ہوں کہ نشوونما کا معنی میں نے کیسے پایا۔

ایک عورت کی بڑی عمدہ ایک لونڈی تھی' وہ عورت نہیں چاہتی تھی کہ وہ حاملہ ہو اور اس کی قیمت کم ہو جائے۔ اس لونڈی نے عورتوں سے یہ سن لیا کہ عورت جب حاملہ ہونا چاہے تو وہ مرد کی منی کو نہ نکلنے دے' بلکہ روک لے' اس عورت کو پتہ چل گیا اور اس نے اس کی نگرانی شروع کی' بعض اوقات اس نے محسوس کیا کہ منی اس سے

Marfat.com

نہیں نکلی' وہ سات مرتبہ کودی تو منی اس سے انڈے کی صورت میں کچی حالت میں نکلی جس کا بیرونی چھلکا اتر چکا تھا اور جھلی کے اندر صرف رطوبت رہ گئی تھی۔

فرمایا: میں یہ بھی کہتا ہوں یہ رحم مادر میں بمنزلہ زائد کے ہوتا ہے جس سے رحم مادر میں بچہ پرورش پاتا ہے۔ جو ظاہر ہوتے ہیں یہ سفید باریک اعضاء ہیں۔ انہی کو میں نے ناف کے بیچ میں دیکھا' اس کے علاوہ یہ نہیں پائے جاتے۔ کیونکہ روح یہیں سے راستہ پاتی ہے۔

میں ایک اور بات کرتا ہوں جو کہ ظاہر ہے علمی رغبت رکھنے والا ہر شخص اسے جانتا ہے' میں کچھ قیاسات کی وضاحت کرتا ہوں۔

منی ہوا کو جذب کرتی ہے' تو گذشتہ اسباب جو ہم نے ذکر کیئے ہیں ان کی وجہ سے بچہ ان رکاوٹوں کے اندر بھی سانس لیتا ہے' اور عورت کا جو خون نکلتا ہے' اس خون سے وہ پرورش پاتا ہے۔

حیض کا خون اس وقت تک نہیں نکلتا جب تک عورت حاملہ ہو۔ اگر اس کا بچہ تندرست ہو۔ اور یہ مرحلہ حمل کے پہلے ماہ سے لے کر ۹ ماہ تک ہوتا ہے۔ جتنا بھی خون پورے بدن سے اترتا ہے وہ پہلے پردے پر' جو بچے پر موجود ہوتا ہے' اکٹھا ہو جاتا ہے' جبکہ اس میں سانس بھی جذب ہو جاتا ہے' اور ناف بچے تک پہنچنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ غذاء اس سے داخل ہوتی ہے' اسے اس سے غذا ملتی ہے اور وہ نشوونما پاتا ہے۔

جب منی بچے میں بدلنا شروع ہوتی ہے تو ایک اور پردہ بنتا ہے اور وہ پہلے پردے کے اندر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے' اور مختلف اقسام کا اضافہ ہوتا ہے۔ اس کی صورت پہلے پردے کی طرح ہی ہوتی ہے۔

ایک پردہ تو ابتدا ہی سے پہلے ماہ میں پیدا ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے ماہ میں اور ایک تیسرے ماہ میں۔ سب سے پہلے پیدا ہونے والے کے منافع ظاہر نہیں ہوتے۔ لیکن کچھ منی پر دراز ہوتے ہیں' سب سے پہلے اس کے منافع ظاہر ہوتے ہیں

Marfat.com

اور کچھ کا نفع بالکل آخر میں ظاہر ہوتا ہے' اسی وجہ سے ایک کی تخلیق پہلے ماہ میں دوسرے کی تخلیق دوسرے ماہ میں اور تیسرے کی تیسرے ماہ میں ہوتی ہے۔ اور یہ ناف میں باہم مربوط ہوتے ہیں۔ پردے کے درمیان ناف ہوتی ہے جس سے بچہ سانس لیتا اور پرورش پاتا ہے۔

جب خون اترتا ہے اور بچہ اس سے غذا حاصل کرتا ہے تو پردہ بچے اور خون کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ﴾

(الزمر : ٦)

''وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے' تین تاریکیوں میں''۔

ہر پردے کی ایک خاص تاریکی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخلیق کے مختلف مراحل اور ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں منتقلی کا ذکر فرمایا ہے' اور بچے پر پردوں کی تاریکیوں کا ذکر کیا ہے۔

اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ تاریکیاں' پیٹ' رحم اور مشیمہ (وہ جھلی کہ جس میں بوقت پیدائش بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے) کی ہیں۔ کیونکہ یہ تینوں بچے پر پردے ہوتے ہیں۔

دیگر کا کہنا ہے کہ ایک تاریکی آباء کے صلب کی ہے' دوسری ماؤں کے پیٹوں کی اور تیسری مشیمہ جھلی کی ہے۔

سب سے کمزور قول یہ ہے کہ ایک تاریکی رات کی دوسری پیٹ کی اور تیسری رحم کی مراد ہے۔ کیونکہ بچے کے لیئے تو دن اور رات برابر ہیں۔

بقراط کا کہنا ہے کہ عورت جب حاملہ ہوتی ہے تو خون کے اترنے سے اسے تکلیف نہیں ہوتی جو کہ رحم کے گرد جمع ہو جاتا ہے۔ اور جس طرح حیض کے خون آنے

Marfat.com

سے اسے کمزوری محسوس ہوتی ہے' اس خون سے اسے کمزوری محسوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس سے ہر ماہ اس کے خون میں انتشار نہیں ہوتا۔ لیکن روزانہ آہستہ آہستہ دم بغیر تکلیف کے رحم کی طرف اترتا رہتا ہے۔ جب رحم تک پہنچتا ہے تو بچہ اس سے غذا حاصل کرتا اور پرورش پاتا ہے۔

جب بچہ مکمل ہو جاتا ہے اور اس کی صورت بن جاتی ہے اور بچے کی غذا کے لیئے خون جذب ہوتا ہے تو پردے میں کشادگی ہوتی ہے' اور وہ مشیمہ جھلی ظاہر ہو جاتی ہے۔ جب اندرونی طرف سے کشادگی ہوتی ہے تو بیرونی طرف بھی بطریق اولیٰ کشادگی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے لیئے دراز ہونے کی جگہ ہوتی ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ اس وجہ سے حاملہ کو حیض نہیں آتا' اس دوران جو خون نکلتا ہے وہ دراصل حیض کا خون نہیں ہوتا بلکہ خرابی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت ہے' اور یہی امام ابوحنیفہ کا مشہور مذہب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کو امام شافعیؒ نے اختیار کیا ہے اور امام احمدؒ نے بھی۔ ہمارے شیخ کا کہنا ہے کہ جو عادت کے وقت میں خون آئے وہ حیض ہی ہے۔

اس قول کی دلیل ظاہر ہے' اور وہ ان دلائل کا عموم ہے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو حیض کے اوقات میں جو عادت کا خون دکھائی دے تو وہ نماز' روزہ نہ کرے۔ اللہ اور اس کے رسول نے کسی خاص حالت کو مستثنیٰ نہیں قرار دیا۔

باقی رہا خون کا بچے کی غذا میں بدلنا' تو یہ بات معلوم ہے کہ یہ اس بات سے مانع نہیں کہ اس کا کچھ حصہ حیض کے وقت نکلے جو کہ بچے کی غذا سے زائد ہو۔ تو بچے کی غذا اور حیض کے درمیان منافات نہیں۔

دیگر علماء آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے دلیل پکڑتے ہیں' دوران حمل حاملہ سے وطی نہ کی جائے اور نہ ہی غیر حاملہ سے جب تک کہ اس کے حیض کا خون بند ہو جائے۔

Marfat.com

گویا حیض کو عدم حمل پر دلیل قرار دیا' اگر حاملہ کو حیض آئے تو وہ اس بات کی علامت ہوگا کہ اسے حمل نہیں۔

اس کا جواب مخالفین یوں دیتے ہیں کہ حیض واضح علامت ہے جب اس کے ساتھ حمل بھی ظاہر ہو تو یہ واضح ہوگا کہ یہ اس پر دلیل نہیں' اسی وجہ سے عدت کے ختم ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا حیض کی وجہ سے' پھر عورت حاملہ ہونا شروع ہوگی۔ آپ ﷺ نے عورتوں کی دو قسمیں بنائی ہیں' ایک وہ عورت جس کا حمل معلوم ہو اور دوسری وہ عورت جس کے بارے میں گمان ہو کہ وہ حاملہ ہے۔

گویا پہلے استبراء رحم کو وضع حمل کے لیئے قرار دیا اور دوسرے کو حیض کے لیئے۔ اسی پر حدیث دلالت کرتی ہے نہ اس پر کہ اپنی عادت کے دوران حاملہ جو خون کو دیکھے اس کے ساتھ نماز روزہ کرے۔

## ہڈیوں کی بڑھوتری:

بقراط کا کہنا ہے کہ ہڈیاں حرارت سے مضبوط ہوتی ہیں' کیونکہ حرارت ہڈیوں کو مضبوط کرتی ہے اور ان کو باہم یوں جوڑتی ہے جس طرح درخت باہم جڑا ہوا ہوتا ہے۔ پٹھے ان کے اندرونی اور بیرونی جگہوں پر ہوتے ہیں۔ سر کو دونوں کندھوں کے درمیان رکھا' بازوؤں اور کہنیوں کو اطراف میں' اور دونوں ٹانگوں کے درمیان کشادگی کی' اور ہر عضو اور جوڑ میں پٹھے رکھے' جو اعضاء کو مضبوط کریں۔

مصنف فرماتے ہیں کہ یہی اَسْر ہے کہ انسان کو جس کے ذریعہ مضبوط کیا گیا ہے' منہ کو ایسا بنایا کہ وہ خود بخود کھلے' ناک اور کانوں کو گوشت سے بنایا' کانوں اور آنکھوں میں سوراخ کر کے انہیں صاف رطوبت سے بھر دیا۔

حضور ﷺ اپنے سجدوں میں کہا کرتے تھے: ''میرے چہرے نے سجدہ کیا' اس ذات کے حضور جس نے اس کو بنایا' اور سماعت اور بصارت کے لئے جسم کو چیرا''۔ (مسلم)

Marfat.com

پھر اس کے بعد آنتوں کو کشادہ کیا اور انہیں اندر سے خالی کیا اور جوڑوں کو مربوط کیا۔ اور سانس منہ اور ناک کی طرف اٹھتا ہے' پانی منہ اور ناک میں داخل ہو کر پیٹ اور آنتوں کو پھلا دیتا ہے اور سانس منہ کی طرف سے داخل ہوتا ہے' بجائے ناف سے داخل ہونے کے۔ جب یہ سب مکمل ہو جاتا ہے تو بچے کا وقت آ جاتا ہے اور معدے' آنتوں سے فضلات مثانے کی طرف اترتے ہیں اور وہاں سے پیشاب کے راستے کی طرف۔ یہ سب چیزیں پھولتی اور کشادہ ہوتی ہیں' پانی ڈالنے کے ذریعے۔ اور اسی وجہ سے ان میں سے کچھ اپنی شکل کے بقدر جدا ہو جاتی ہیں۔ جب پیٹ کشادہ ہوتا ہے اور آنتوں کے اندرونی حصے میں کشادگی ہوتی ہے تو مثانہ اور پیشاب کے نکلنے کے راستے کی طرف مجبوراً راستہ بن جاتا ہے۔

جب منی مرکب ہوتی ہے تو ہر چیز اپنی ساتھی سے ملتی ہے۔ ہڈیاں' ہڈیوں سے' پٹھے' پٹھوں سے' اسی طرح تمام اعضاء پھر بچہ بنتا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بہت سی عورتوں کے پیٹ میں بچے خراب بنتے ہیں' پھر ۳۰ دنوں کے بعد نکل آتے ہیں۔ اگر ۳۰ دن کے بعد بچہ باہر نکل آئے تو آپ دیکھیں گے کہ ان کے اعضاء جڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ اس گرے ہوئے بچے کو دیکھنے سے معلوم ہوگا' کیونکہ وہ ہمارے کسی فعل سے نہیں گرتا بلکہ خود ہی گرتا ہے۔ جب بچہ بن جاتا ہے' اس کے جوڑ ختم ہو جاتے ہیں اور اعضاء بڑے ہو جاتے ہیں اور ہڈیاں مضبوط ہو کر حرکت کرنے لگتی ہیں' تو وہ جسم سے چربی' خون اکٹھا کرتا ہے اور اسے روک رکھتا ہے' اور وہ ہڈیوں کے سروں پر یوں گردش کرنے لگتا ہے جیسے درخت کی جڑیں' اسی طرح وہ بچہ بھی لوٹنے پوٹنے لگتا ہے۔

## فصل:

مقالہ ثانیہ میں فرماتے ہیں کہ جب بچہ بنتا ہے اور مذکر ۳۲ دن اور مؤنث ۴۲ دن کا ہو جاتا ہے' کبھی ان دنوں سے کچھ زیادہ اور کبھی ان سے کچھ کم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ بچہ اگر مذکر ہو تو ۳۲ دنوں میں اور اگر مؤنث ہو تو ۴۲ دنوں میں مکمل بن جاتا ہے۔

Marfat.com

فرماتے ہیں' ہم نے اس کا اندازہ عورت کی خوبصورتی سے لگایا ہے' کیونکہ اگر بچہ مؤنث ہوتو عورت میں نکھار ۴۲ دنوں میں آ جائے گا اور یہ عورت کے احتباس کی اکثریت ہے۔ حتیٰ کہ بچی کی ولادت کے ۴۲ دنوں میں ہی اس میں نکھار پیدا ہو جائے گا۔ بسا اوقات فرد میں ۳۵ دن میں خوبصورتی لوٹتی ہے جب بچہ مذکر ہوتو احتباس کی کثرت کی صورت میں ۳۲ دنوں میں نکھار ہوگا۔ بسا اوقات فرد میں ۳۵ دن رہتی ہے۔

حیض کا خون بھی اسی جگہ سے نکلتا ہے جہاں سے بچہ نکلتا ہے' جس طرح مذکر بچہ ۳۲ دن میں اس کی شکل وصورت بنتی ہے اور اسی طرح اس کی ماں کا نکھار اس کی ولادت کے ۳۲ دن بعد ہوتا ہے۔ اور مؤنث کی ولادت کے ۴۲ دن بعد عورت میں خوبصورتی پیدا ہونا شروع ہوتی ہے۔ ان ایام کی تعداد کے مطابق جن میں وہ بنتی ہے۔

پھر فرمایا کہ ولادت کے بعد کئی دن تک عورت کو خون آتا رہتا ہے' کیونکہ جب وہ حامل تھی تو بچے کو پیدائش کی ابتداء میں بہت زیادہ غذا کی ضرورت نہ تھی' اپنے مکمل بننے تک جب وہ ۴۲ دن کا ہو جاتا ہے تو جیسے چاہے غذا حاصل کرتا ہے' ان چالیس دنوں میں جو خون اکٹھا ہوتا ہے جو کہ بچے کی طرف اترا تھا وہ ولادت کے وقت تک رہتا ہے اور جب بچے کو جنم دے دیتی ہے تو چالیس دن تک وہ خون آتا رہتا ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ اس بارے میں دو صحیح احادیث ہیں' جنہیں ہم بیان کرتے ہیں' انہیں ہم ایک دوسرے کی تصدیق کے لیئے ذکر کریں گے۔ پھر ہم اس کے بعد بقراط کے کلام کو ذکر کریں گے اور ہم اللہ کے فضل اور توفیق سے اس کی وضاحت کریں گے۔

صحیحین میں حدیث عبداللہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کہ صادق اور مصدوق ہیں' ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک کی ماں کے پیٹ میں تخلیق چالیس دن میں ہوتی ہے' پھر اسی طرح خون کا لوتھڑا بنتا ہے' پھر اتنے ہی دنوں میں ایک گوشت کا

Marfat.com

ٹکڑا' پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیجتے ہیں' وہ اس میں روح پھونکتا ہے' اور اسے چار باتوں کا حکم دیتا ہے' اس کا رزق' مدت متعین برائے موت' اس کا بد بخت یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے۔ پس قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں' تم میں سے کوئی ایک اہل جنت والے اعمال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز فاصلہ رہ جاتا ہے کہ کتاب اس پر سبقت لے جاتی ہے اور وہ جہنمیوں والے اعمال کر کے جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور تم میں سے ایک جہنمیوں والے اعمال کرتا رہتا ہے' حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک گز فاصلہ رہ جاتا ہے کہ کتاب اس پر سبقت لے جاتی ہے اور وہ جنتیوں والے اعمال کر کے جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ (بخاری ۷/۲۱۰)

ایک اور طریق سے یہ روایت یوں ہے کہ ابن آدم اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن میں اکٹھا ہوتا ہے' ایک روایت میں چالیس راتوں کا ذکر ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ مراد چالیس دن اور چالیس راتیں ہیں' ایک طریق سے یہ الفاظ ہیں کہ ''پھر اللہ تعالیٰ فرشتے کو چار باتوں کے ساتھ بھیجتے ہیں' وہ اس کے عمل' مدت خاص' رزق اور بد بخت ہونا یا نیک بخت ہونا لکھتا ہے' پھر اس میں روح پھونکتا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت حذیفہ بن اسید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فرشتہ نطفے پر آتا ہے جبکہ وہ رحم میں چالیس یا ۴۵ راتیں قرار پکڑ چکا ہوتا ہے' اور کہتا ہے اے میرے رب! یہ بد بخت ہے یا نیک بخت؟ وہ دونوں لکھ لیتے ہیں۔ پھر کہتا ہے: اے میرے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ پھر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ انہیں بھی لکھ لیتے ہیں' اور اس کے عمل' اثر' مصیبت اور رزق کو لکھتا ہے۔ پھر صحیفے کو لپیٹ دیا جاتا ہے' نہ اس میں کمی ہوتی ہے نہ بیشی۔ (بخاری ۷/۲۱۰)

امام احمد فرماتے ہیں کہ حذیفہ بن اسید غفاری سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جب نطفہ رحم میں چالیس دن قرار پکڑ لیتا ہے' تو

Marfat.com

فرشتہ آتا ہے اور کہتا ہے: اے میرے رب! یہ بد بخت ہے' یا نیک بخت؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اور انہیں لکھ لیتے ہیں۔ پھر دونوں کہتے ہیں: یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: اور وہ دونوں لکھ لیتے ہیں۔ پھر اس کا عمل' اثر' مصیبت اور رزق لکھا جاتا ہے۔ پھر صحیفے کو لپیٹ دیا جاتا ہے نہ اس میں زیادتی ہوگی نہ کمی۔

صحیح مسلم میں حضرت عامر بن واثلہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کو یہ فرماتے سنا کہ بد بخت اپنے ماں کے پیٹ کے اندر ہی بد بخت ہوتا ہے اور نیک بخت وہ ہے جو غیر سے نصیحت پکڑے۔ حضور ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی تشریف لائے جنہیں حذیفہ بن اسید کہا جاتا تھا' تو ان کے سامنے عبداللہ بن مسعود کا قول پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: بغیر عمل کے انسان کیسے بد بخت ہو سکتا ہے؟ تو آدمی نے ان سے کہا: کیا آپ کو اس بات پر تعجب ہے؟ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: جب نطفہ پر ۴۲ راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو اس کی طرف بھیجتے ہیں۔ وہ اس کی صورت بناتا ہے۔ کان' آنکھیں' جلد' گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے۔ پھر کہتا ہے: اے میرے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ آپ کا رب جو چاہتا ہے فیصلہ کر دیتا ہے۔ فرشتہ اسے لکھ لیتا ہے' پھر کہتا ہے: اے میرے رب! اس کی موت کا وقت کیا ہے؟ اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ کر دیتا ہے۔ اور فرشتہ اسے بھی لکھ لیتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے کہ اے رب اس کا رزق؟ پھر اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ کر دیتا ہے۔ اور فرشتہ اسے بھی لکھ لیتا ہے۔ پھر پوچھتا ہے کہ اے رب اس کا رزق؟ پھر اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ کر دیتا ہے' اور فرشتہ اسے لکھ لیتا ہے۔ پھر فرشتے اپنے ہاتھ میں اس صحیفے کو لے جاتا ہے' پھر اس پر نہ زیادتی ہوگی نہ کمی۔

ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں' میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا: نطفہ ۴۰ راتوں تک رحم مادر میں رہتا ہے' پھر فرشتہ آتا ہے' زہیر کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے' فرمایا وہ جو اس کو پیدا کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے' اے میرے

Marfat.com

رب یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ اللہ تعالیٰ اسے مذکر یا مؤنث بنا دیتے ہیں۔ پھر کہتا ہے: اے میرے رب! برابر ہے یا نہیں؟ تو اللہ اسے برابر قرار دیتا ہے یا نہیں۔ پھر پوچھتا ہے: اے میرے رب! اس کا رزق کیا ہوگا۔ موت کا وقت اور آپ نے اسے کیسا پیدا کیا۔ پھر اسے اللہ بد بخت یا نیک بخت بنا دیتا ہے۔

ابن مسعود اور حذیفہ بن اسید کی احادیث نطفے کی چالیس دنوں کے بعد حالت کے بدلنے پر متفق ہیں' جبکہ حدیث حذیفہ واضح ہے۔ اس بارے میں کہ چالیس دن کے بعد روح پھونکے جانے سے پہلے لکھا جاتا ہے۔ جیسا کہ بخاری کی روایت گزری۔

حدیث ابن مسعود کے الفاظ ایک جگہ تو حدیث حذیفہ کے موافق ہیں' اگر چہ یہ تقدیر اور کتابت چالیس دن کے بعد روح پھونکے جانے سے پہلے ہوگی' جیسا کہ بخاری کی روایت گزری۔ جس میں اس بات کی صراحت ہے کہ کتابت اور فرشتے کے سوال روح پھونکنے سے پہلے ہوں گے' اور اس میں یہ حدیث حذیفہ کے موافق ہے۔

یہ سوال باقی رہا کہ حدیث حذیفہ اس بات پر دلالت کرتی ہے' تخلیق کی ابتداء پہلے ۴۰ دن کے بعد شروع ہوتی ہے جبکہ حدیث ابن مسعود یہ بتاتی ہے کہ دوسرے ۴۰ دنوں کے بعد شروع ہوتی ہے' تو ان کے درمیان تطبیق کی کیا صورت ہے؟

تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ حدیث حذیفہ ۴۰ دنوں کے بعد شروع ہونے کے بارے میں واضح ہے' اور حدیث ابن مسعود میں تخلیق کے وقت کے بارے کچھ نہیں کہا گیا۔ اس میں تو ہر ۴۰ دن کے بعد نطفے کے مراحل کا بیان ہے۔ اور یہ کہ دوسرے ۴۰ دنوں کے بعد روح پھونکی جائے گی۔ حدیث حذیفہ اس کے مخالف نہیں بلکہ یہ حدیث ابن مسعود کو خاص کر دیتی ہے۔ تو دونوں حدیثیں ۴۰ دنوں کے معاملے میں مشترک ہیں۔

حدیث حذیفہ اس بارے میں خاص ہے کہ تخلیق پہلے ۴۰ دنوں کے بعد ہوتی

Marfat.com

ہے اور حدیث ابن مسعود اس بارے میں کہ روح دوسرے ۴۰ دنوں کے بعد پھونکی جائے گی۔ اور دونوں حدیثیں اس بارے میں مشترک ہیں کہ فرشتہ باری تعالیٰ سے مولود کی تقدیر کے بارے اجازت طلب کرے گا۔

حدیث ابن مسعود میں دو چیزیں ہیں: نطفے کی منتقلی کا حکم۔ اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکامات کو فرشتے کا لکھنا۔ حضور ﷺ نے یہ دونوں باتیں حدیث کے ذریعے ہمیں بتلائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نطفہ ۴۰ دن تک رحم میں بغیر بدلے اپنی حالت پر رہتا ہے' جب ۴۰ دن گزر جاتے ہیں تو خون کا لوتھڑا بن جاتا ہے۔ پھر اسی طرح گوشت کا ٹکڑا' پھر اسی طرح ہڈیاں' جب اللہ تعالیٰ تخلیق کو برابر کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتے ہیں' تو فرشتہ آ کر کہتا ہے: اے میرے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث' بد بخت ہے یا نیک بخت' چھوٹا یا لمبا' ناقص یا زائد' اس کی خوراک' اس کا وقت مقرر' تندرست یا بیمار؟ پھر یہ سب لکھتا ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بچے میں روح پھونکے جانے کے وقت اس کی تخلیق میں کچھ ایسے زائد امور ظاہر ہوں گے جو پہلے چھ دنوں کے بعد ہوں گے۔

تخلیق کا آغاز اور یہ اس کی برابری اور کمال کا مرحلہ ہوگا۔ جیسے اللہ نے زمین سے پہلے آسمان پیدا کیا۔ پھر اس کے بعد زمین کو برابر کیا۔ اسے بچھایا اور اس کی تخلیق کو مکمل کیا۔ یہ تو رب کی تخلیق مسکن میں تھی اور یہ اس مسکن میں رہنے والے باشندے کی تخلیق ہے۔ یعنی تخلیق اور صورت بننا نطفے میں ۴۰ دن کے بعد آہستہ آہستہ شروع ہوتا ہے' جیسے پودے اگتے ہیں۔ یہ حیوانات اور نباتات میں مشاہدہ ہے جس طرح بیضے میں مروج حلول کا مشاہدہ کریں۔ اشکال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیش آتا ہے' اشکال ہماری اپنی سمجھ میں ہے نہ کہ حضور ﷺ

Marfat.com

کے بیان میں۔ واللہ المستعان۔

اس وضاحت نے آپ کو الحمد للہ شارحین کے تکلفات سے بے نیاز کر دیا' اس میں غور کیجیے اور اس تطبیق میں موازنہ کیجیے۔ وباللہ التوفیق۔

فصل:

کتاب الغذاء میں بقراط کہتے ہیں: بچے کی تصویر ۳۵ دنوں میں بنتی ہے' اور تحریک ۷۰ دنوں میں اور تکمیل ۱۱۰ دنوں میں ہوتی ہے۔ اور دوسرے جنین ۵۰ دنوں میں اور پہلی حرکت ۱۰۰ دنوں میں اور ۳۰۰ دنوں میں کامل ہوتے ہیں۔ اور دیگر کی صورت ۴۰ دنوں میں اور ۸۰ دنوں میں تحریک اور ۲۴۰ دنوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ دیگر کی تصویر ۴۵ دنوں میں تحریک ۹۰ دنوں میں اور پیدائش ۲۷۰ دنوں میں ہوتی ہے۔

ولادت ساتویں' آٹھویں' نویں اور دسویں ماہ میں ہوتی ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ حرکت کی دو قسمیں ہیں:

① حرکت طبعی غیر ارادی' یہ تو روح کے تعلق سے پہلے ہی ہوتی ہے۔

② حرکت ارادی' یہ روح پھونکے جانے کے بعد ہوتی ہے۔ اس وجہ سے تحریک اوّل اور ثانی میں بقراط نے فرق کیا ہے۔

اللہ کی طرف سے نازل کردہ وحی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تخلیق کے مراحل میں ۴۰ دن کے بعد تبدیلی آتی ہے' پہلے ۴۰ دنوں میں نطفہ' پھر خون کا لوتھڑا' پھر گوشت کا ٹکڑا' پھر ۱۲۰ دن کے بعد اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ جیسا کہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس کے مخالف مشاہدہ نہیں۔ اور اس سے زیادہ قیاس فاسد ہے۔ اور ایسی تشریع ہے جو مبدأ مشاہدہ کے احاطہ علم سے باہر ہے یا غیر معصوم کی تقلید ہے' اور جس نے بھی ایسا کہا اور اس کی اتباع میں چلا تو معتقد یہ پر اعتقاد رکھتا ہے کہ یہ بات اہل طبائع کے درمیان متفق ہے' اس کی بنیاد ایک ہے' اس میں غلطی ہوئی پھر بعد والوں نے تقلید کر ڈالی۔ قوم نے اس سنی ہوئی بات کا مشاہدہ تک نہ کیا۔

Marfat.com

فصل:

# حمل کا زمانہ کس قدر ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ ... الی قوله ... ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ﴾ (احقاف : ۱۵)

''اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے' اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا' اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے''۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ حمل اور دودھ چھڑانے کی کل مدت ۳۰ ماہ ہے۔ اور سورۃ بقرہ میں یہ بیان فرمایا کہ رضاعت کی مکمل مدت ۲ سال ہے۔ تو معلوم ہوا کہ باقی جو کہ ۶ ماہ ہے وہ حمل کی مدت بن سکتی ہے۔ سب فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چھ ماہ سے قبل عورت کے ہاں ولادت نہیں ہو سکتی' سوائے نامکمل گر جانے والے بچے کے' یہ بات فقہاء نے صحابہ سے حاصل کی ہے۔

بیہقی حرب بن اسود دیلمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر کے پاس ایک خاتون لائی گئی جس نے ۶ ماہ میں بچے کو جنم دیا تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو فرمایا: اس پر رجم کی سزا کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا علم ہوا تو ان سے پوچھا' تو فرمایا: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ﴾ (البقرة : ۲۳۳)

Marfat.com

''اور مائیں اپنے بچوں کو دو سال کامل دودھ پلایا کریں یہ مدت اس کے لیئے ہے جو شیر خوارگی کی تکمیل کرنا چاہے''۔

﴿ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصَالُهٗ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا ﴾ (احقاف : ۱۵)

''اس کو پیٹ میں رکھنا اور دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے''۔

تو چھ ماہ حمل کے ہیں اور ۲ سال رضاعت کے۔ لہٰذا اس پر کوئی حد نہیں' چنانچہ اسے رہا کر دیا۔

مؤطا امام مالک میں ہے کہ حضرت عثمان کے پاس ایک عورت لائی گئی جس نے چھ ماہ میں بچے کو جنم دیا تھا' تو انہوں نے رجم کا حکم دیا' تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا نہیں ہوسکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصَالُهٗ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا ﴾

فرمایا: ''دودھ چھڑانا ۲ سال میں ہوگا''۔ تو حضرت عثمان نے اسے چھوڑنے کا حکم دیا تو دیکھا کہ اسے رجم ہو چکا تھا۔ (یہ اجتہاد کی غلطی کی بنا پر ہوا۔ اس سے یہ استدلال نہ کیا جائے کہ امیر المؤمنین نے غلط کام کیا' بلکہ وہ تو درستگی کی خاطر پلٹے تھے۔ (بہتر تو یہ تھا کہ مصنف ایسی روایت کو ذکر ہی نہ کرتے)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جب عورت ۹ ویں ماہ میں بچے کو جنم دے تو رضاعت کے لیئے ۲۱ ماہ کافی ہیں۔ اور جب ساتویں ماہ میں بچے کو جنم دے تو رضاعت کے لیئے ۲۲ ماہ کافی ہیں۔ اور جب ۶ ویں ماہ میں جنم دے تو رضاعت کے لیئے ۲۴ ماہ ہوں گے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصَالُهٗ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا ﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ﴾ (رعد : ۸)

''اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کے حمل میں رہتا ہے اور جو

Marfat.com

کچھ رحم میں کمی وبیشی ہوتی ہے''۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ سے مراد ہے کہ جو ۹ ماہ سے کم ہو' اور جو اس سے زائد ہے۔ مجاہد' سعید بن جبیر کا بھی یہی کہنا ہے۔

مجاہد فرماتے ہیں کہ جب عورت کو بچے کے دوران حیض آئے تو یہ بچے کا نقصان اور زیادتی ہوگی۔ جب ۹ ماہ سے زائد ہو جائیں تو یہ اس نقص کو پورا کرنا ہوگا۔

اور الغیض سے مراد یہ ہے کہ حاملہ جو خون دیکھے دوران حمل وہ بچے میں کمی کا باعث ہوگا۔ اور زیادتی جو زائد ہو اور ۹ ماہ یہ نقصان کی کمی کو پورا کرنا ہے۔

حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے کہ جو نامکمل گر جائے اور اضافے سے مراد ہے کہ عورت دسویں ماہ جنم دے۔

عکرمہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے حمل کے بعد حیض آنا۔ جس دن بھی خون دیکھے گی' دوران حمل تو اس کے ایام میں اضافہ ہوگا۔

قتادہ فرماتے ہیں کہ غیض سے مراد ہے نامکمل بچہ جو گر جائے اور جو ۹ ماہ سے زائد ہو۔

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ جب عورت دوران حمل خون دیکھے تو بچے کی غذا میں کمی کا باعث ہے' اور حمل میں اضافے کا باعث ہے۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ اس سے مدت حمل کا علم ہوتا ہے' اور اس میں ہونے والی کمی بیشی کا۔ اس کو تم نہیں جانتے' صرف اللہ ہی جاننے والا ہے۔ جس طرح وہ اس بات کو جانتا ہے کہ رحم مادر میں لڑکا ہے یا لڑکی۔

یہ غیب کی ان باتوں میں سے ایک ہے جن کا علم صرف اللہ کو ہے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''غیب کی کنجیاں پانچ ہیں جنہیں اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا''۔

اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی' اور کل کیا ہوگا' اور بارش کب

Marfat.com

ہوگی' اور رحم مادر میں کیا ہے' اور انسان کو کس جگہ موت آئے گی۔

صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ رحم میں کیا ہے اور یہ کتنا عرصہ رحم میں ٹھہرے گا' اور اس کے جسم میں کتنی کمی اور کتنی بیشی ہوگی۔ اس کے علاوہ جو اقوال ہیں وہ اس کے تابع اور لوازمات میں سے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ حمل کی مدت کیا ہے' اور اس میں اضافہ اور کمی کیا ہے۔

## حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے؟

حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت کیا ہے' ابن منذر فرماتے ہیں کہ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

① ایک گروہ کا کہنا ہے کہ حمل کی اکثر مدت دو سال ہے۔ یہ قول حضرت عائشہ' ضحاک اور ھرم بن حیان سے مروی ہے کہ یہ تینوں حضرات رحم مادر میں دو سال رہے۔ اور یہی سفیان ثوری کا قول ہے۔

② ایک قول یہ ہے کہ مدت حمل ۳ سال تک بھی ہو سکتی ہے' لیث بن سعد فرماتے ہیں کہ عمر بن عبداللہ کی باندی کا حمل تین سال ہوا۔

③ ایک قول یہ ہے کہ حمل کی اکثر مدت ۴ سال ہے' یہ امام شافعی کا قول ہے۔

مصنف فرماتے ہیں کہ امام احمد سے دو روایتیں مروی ہے۔ ایک ۴ سال کی اور دوسری دو سال کی۔ امام مالک کی رائے کے بارے اختلاف ہے' مشہور یہ ہے کہ وہ امام شافعی کے ساتھ ہیں۔ ابن ماجشون نے ایسا ہی روایت کیا' پھر اس عورت کے واقعے کے بعد رجوع کر لیا جس نے ۵ سال بعد جنم دیا۔

④ مدت حمل ۵ سال تک بھی ہو سکتی ہے۔

عباد بن عوام فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک عورت نے ۵ سال میں جنم دیا۔ جب پیدا ہوا تو بال گردن تک تھے' ایک پرندہ گزرا اور مسکرایا۔

Marfat.com

ابن عجلان فرماتے ہیں کہ ان کی بیوی کا حمل ۵ سال ہوا۔

⑤ زہری فرماتے ہیں کہ مدت حمل ۶ اور ۷ سال ہو سکتی ہے۔

سعید بن عبدالملک کے پاس ایک عورت لائی گئی جس کا حمل ۷ سال ہوا تھا۔

⑥ ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اس بارے میں رائے سے وقت کی تحدید جائز نہیں۔ حمل کی کم سے کم مدت تو ہمیں قرآن سے معلوم ہوئی کہ ۶ ماہ ہے' اس کی تو ہم اتباع کرتے ہیں' لیکن اکثر مدت کے بارے میں کچھ نہیں پاتے۔ یہ ابوعبیدہ کا قول ہے۔ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اس سے رافع ہوتی اور فرمایا کہ جس عورت نے یہ روایت کی ہے وہ مجہول ہے' تمام اہل علم نے جو کہا وہ یہ ہے کہ عورت جب ۶ ماہ سے کم میں بچے کو جنم دے (اپنے نکاح کے دن سے لے کر) تو بچہ اس کا نہیں۔ یہ اور دیگر اسی جیسی روایات دلالت کرتی ہیں کہ وہ طبیعت جو اہل طبائع کی سیر کی انتہاء ہے اس کا رب بڑا زبردست ہے' اور طاقتور ہے' اپنی مشیت ایزدی میں جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے' اپنی مخلوق کو جیسے چاہے پیدا کرے تاکہ عقل مند کو اس کے وجود' وحدانیت اور صفات کمال اور صفات جلال کا علم ہو۔ ورنہ طبیعت محضہ میں یہ اتنا بڑا اختلاف اور تباین کہاں؟ اور اس نوع انسانی کی تخلیق طبیعت میں ان چار اقسام پر کیسے وجود میں آئی۔

① جو نہ مرد سے اور نہ عورت سے۔ (جیسے آدم)

② مرد سے بغیر عورت کے۔ (جیسے حواؑ)

③ عورت سے بغیر مرد کے۔ (عیسیٰؑ)

④ مرد اور عورت دونوں سے۔ (جیسے تمام مخلوقات)

فطرت میں یہ ترکیب' تقدیر' تشکیل' یہ اعضاء' ان کا باہمی تعلق اور ربط اور عجائبات جو کہ اس گھٹیا نطفے میں مرکب ہوئے' یہ سب کہاں سے آئے؟ اگر اللہ کی قدرت صناعت

Marfat.com

کے عجائبات نہ ہوتے تو یہ عجائبات گھٹیا اور حقیر پانی میں نہ پائے جاتے۔

﴿ یَا اَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِیْمِ ۝ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ۝ فِیْۤ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ﴾ (انفطار: ۸۶)

''اے انسان! تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے' جس نے تجھ کو انسان بنایا' پھر تیرے اعضاء کو درست کیا' پھر تجھ کو مناسب اعتدال پہ بنایا۔ اور جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دیا''۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ ﴾

(آل عمران: ۵، ۶)

''بے شک اللہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے' نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ وہ ایسی ذات ہے کہ تمہاری صورت بناتا ہے ارحام میں جس طرح چاہتا ہے' کوئی عبادت کے لائق نہیں بجز اس کے وہ غلبہ والے ہیں اور حکمت والے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے واضح دلالتیں بیان فرما دیں جس کا ہر بندہ گواہ ہے' یعنی اپنی حالت' اپنا وجود میں آنا' اس کی صناعت کی پختگی' تخلیقی عجائبات اور قدرت کے مشاہدات اور نشانیاں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی تخلیق کے بعد اور کمال میں غور کرنے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ ﴾ (الطارق: ۵ ـ ۷)

''تو انسان کو قیامت کی فکر کرنی چاہئے اور دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے' وہ ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے' جو پشت اور سینہ

Marfat.com

کے درمیان سے نکلتا ہے' وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے''۔

﴿ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ۭ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَاۗءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ، ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـــًٔا ۭ ﴾ (حج : ۵)

''اے لوگو! اگر تم دوبارہ زندہ ہونے سے شک میں ہو تو ہم نے پہلی مرتبہ تم کو مٹی سے بنایا' پھر نطفے سے' پھر خون کے لوتھڑے سے' پھر بوٹی سے کہ پوری ہوتی ہے' اور ادھوری بھی تاکہ ہم تمہارے سامنے اپنی قدرت ظاہر کر دیں۔ اور ہم ماں کے رحم میں جس کو چاہتے ہیں ایک مدت متعین تک ٹھہرائے رکھتے ہیں پھر ہم تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں' پھر تاکہ تم اپنی بھری جوانی تک پہنچ جاؤ' اور بعضے تم میں وہ بھی ہیں جو جوانی سے پہلے مر جاتے ہیں' اور بعضے تم میں وہ ہیں جو نکمی عمر تک پہنچا دیئے جاتے ہیں' کہ ایک چیز سے باخبر ہو کر پھر بے خبر ہو جاتے ہیں''۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴾

(ذاریات : ۲۰، ۲۱)

''اور یقین لانے والے کے لیئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں' اور خود تمہاری ذات میں بھی اور کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا۔

تدبر اور عقل والے کے لیئے قرآن میں ایسی بہت سی آیات ہیں' تخلیق میں محصور قوت اور طبیعت کے لیئے یہ اتفاق' ابداع' ہڈیوں کی تفصیل' باہمی ربط کے باوجود اشکال' مقادیر' منافع اور صفات کے اختلاف سے کیسے ہوا؟ کس نے نطفے میں ان رگوں'

Marfat.com

گوشت اور پٹھوں کو بنایا۔ کس نے دروازے اور راستے کھولے' کس نے سماعت اور بصارت عطا کی' کس نے بولنے کے لیئے زبان جڑ دی' اور دیکھنے کے لیئے دو آنکھیں' اور سننے کے لیئے دو کان اور ہونٹ' کس نے سینہ بنایا اور اس کے اردگرد دیگر منافع اور آلات' اگر تو ان کا مشاہدہ کرے تو عجائبات دیکھے۔

کس نے یہاں خزانہ اور حوض بنا دیا جس میں کھانا اور پینا جمع ہوتا ہے۔ اور اس کے نکلنے کے لیئے نالیاں اور راستے بنائے کہ جسم کے تمام اعضاء سیراب ہوتے ہیں' یہ عضو اس نالی سے پانی پیتا ہے جو اس کے لیئے خاص ہے' اس سے آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ ہر انسان اپنے سینے کو جانتا ہے' کس نے ان قوتوں کو انسان کی خدمت پر مامور کیا کہ جن سے مصالح اور منافع کی تکمیل ہوتی ہے؟ کس نے اس میں دقیق علوم' عجیب منافع کو رکھا اور وہ علم دیا جسے تو نہ جانتا تھا' اور برائی اور نیکی دل میں ڈال دی' اور تخلیق کے مراحل میں یکے بعد دیگرے متغیر ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ بولتا' سنتا' دیکھتا' زندہ انسان بن گیا۔ جو جانتا ہے' بولتا ہے' حکم دیتا ہے' روکتا ہے' آسمان کے پرندوں' پانی کی مچھلیوں' جنگلوں کے وحشی جانوروں پر مسلط ہے۔ ان باتوں کو جانتا ہے' جنہیں دیگر مخلوقات نہیں جانتیں۔

﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝ ﴾

(عبس: ۱۷، ۲۲)

''خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے' وہ دیکھتا نہیں کہ اللہ نے اس کو کیسی حقیر چیز سے پیدا کیا' نطفہ سے پیدا کیا' اس کی صورت بنائی' پھر اس کے اعضاء کو انداز سے بنایا' پھر اس کے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا' پھر اس کو موت دی' پھر اس کو قبر میں لے گیا' پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کرے گا''۔

Marfat.com

فصل:

## بصارت' سماعت کب عطا ہوتی ہے؟

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ انسان کو بصارت' سماعت ولادت کے بعد ماں کے پیٹ سے نکلنے کے بعد عطاء ہوتی ہے۔ دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ بناتے ہیں:

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (النحل : ۷۸)

''اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کبھی بھی نہ جانتے تھے اور اس نے تم کو کان دیئے اور آنکھ اور دل تا کہ تم شکر کرو''۔

ان کا کہنا کہ انسان پیٹ میں نہ دیکھ سکتا ہے' اور نہ سن سکتا ہے تو پھر سماعت اور بصارت وہاں دینے کا کیا فائدہ؟

یہ کہنا درست نہیں اور اس آیت سے استدلال کرنا بھی درست نہیں' کیونکہ واؤ یہاں ترتیب کے لیئے نہیں بلکہ یہ آیت ان کے خلاف دلیل ہے' کیونکہ ماں کے پیٹ کے اندر ہی اس کا دل پیدا شدہ ہوتا ہے۔ ابھی حدیث حذیفہ بن اسید گزری' صحیح بات یہ ہے کہ نطفہ پر جب ۴۲ دن گزر جاتے ہیں تو اللہ اس کی طرف فرشتہ بھیجتے ہیں' تو اس کی صورت بناتا' سماعت' بصارت' کھال اور گوشت بناتا ہے۔ اگر اس سے مراد آنکھ اور کان ہیں تو سماعت اور بصارت کی قوت اس میں ودیعت ہوگی۔ باقی رہا بالفعل معلوم ہونا' تو یہ موقوف ہے' اس حجاب پر جو اس سے مانع ہے۔ جب ماں کے پیٹ سے نکل کر یہ حجاب دور ہو جاتا ہے' تو عمل کا مقتضی ظاہر ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل:

## نصف سال کی تکمیل تک کے جنین کے احوال

اس وقت بچے کے اوپر سے پردہ اور جھلی زائل ہوتے ہیں۔ اور وہ اپنی جگہ سے رحم کے

Marfat.com

منہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اگر مضبوط ہوگا تو اس کے پردے اور جھلی بھی مضبوط ہوگی۔ پھر یا تو کچھ اتارے گا پھر ولادت ہوگی۔ اور اگر بچہ کمزور ہو اور جھلی اور پردہ اس سے مضبوط ہو تو کچھ ہٹا کر پیدا نہ ہو سکے گا' اور ۴۰ دن مزید آٹھویں ماہ کے آخر تک بیمار پڑا رہے گا۔ اگر ان چالیس دنوں کے اندر پیدا ہوا تو مر جائے گا۔ اس کی تربیت اور بقاء ممکن نہ ہوگی۔ اگر اس نے ساری جھلی کو ہٹا دیا' حتیٰ کہ اس کی تلافی ممکن نہ رہی تو یہ پیدا نہ ہوا تو مر جائے گا' اگرچہ نامکمل نہ گرے' ورنہ یہ حاملہ کے قتل کا باعث ہوگا۔ اگر اس نے اتنی جھلی کو ہٹایا کہ جس کی تلافی ممکن ہے تو بغیر مرے رہے گا' اور جہاں سے ہلا تھا وہیں رہے گا اور شرمگاہ کے منہ کی طرف پھرے گا' اور ۴۰ دن اسے بیماری لاحق ہوگی اگر ہلنے کے بعد پیدائش عمل میں نہ آئی' کیونکہ وہ اپنی پیدائش کی جگہ سے پھر چکا ہے۔

فصل:

## بچہ کس کے مشابہ ہوگا؟

ارشاد باری تعالیٰ گزرا:

﴿ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ﴾ (آل عمران : ٦)

''وہ ایسی ذات ہے کہ تمہاری صورت ارحام میں جیسے چاہتا ہے بناتا ہے''۔

صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام سلیم نے حضور ﷺ سے ایک عورت کے بارے پوچھا کہ وہ اپنی خواب میں وہی کچھ دیکھتی ہے جو مرد دیکھتا ہے؟ فرمایا: اگر ایسا دیکھے تو غسل کرے۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے شرم آئی کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ میں نے کہا کہ بچہ کس کے مشابہ ہوگا؟ فرمایا: مرد کی منی سفید اور گاڑھی اور عورت کی پتلی اور زرد ہوتی ہے۔ جس کی منی غالب آ جائے گی بچہ اس کے مشابہ ہوگا۔

Marfat.com

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ عورت کو جب احتلام ہو اور وہ منی دیکھے تو کیا غسل کرے؟ فرمایا: ہاں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اری تیرا ناس ہو۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اس کو چھوڑ دو۔ بچہ عورت کے مشابہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب عورت کی منی غالب ہو تو بچہ اپنی خالاؤں کے مشابہ ہوگا' اور جب مرد کی منی غالب ہو تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوگا۔

صحیح مسلم میں حضرت ثوبان کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے پاس کھڑا تھا' ایک یہودی عالم آیا اور کہنے لگا' السلام علیک یا محمد۔ میں نے اسے ایسا دھکا دیا کہ وہ پٹخنے کے قریب تھا۔ کہنے لگے: مجھے کیوں دھکے دیتا ہے؟ میں نے کہا: تو نے یہ کیوں نہ کہا اے اللہ کے رسول؟ یہودی کہنے لگا: ہم انہیں اسی نام سے پکارتے ہیں' جو ان کا نام ان کے گھر والوں نے رکھا ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: میرا نام محمد ہے' جو میرے گھر والوں نے رکھا ہے۔

یہودی کہنے لگا کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: اگر میں تجھے بتاؤں گا تو کیا تجھے نفع دے گی؟ تو کہنے لگا: میں اپنے کان سے سنوں گا۔ حضور ﷺ نے ہاتھ میں پکڑی لکڑی سے زمین کریدی' اور فرمایا: پوچھو۔ تو یہودی کہنے لگا کہ جب آسمان و زمین الٹ پلٹ دیئے جائیں گے تو لوگوں کی کیا حالت ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ تاریکی میں بغیر پل کے ہوں گے۔

تو کہنے لگا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے کسے اجازت ملے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: فقراء مہاجرین کو۔ یہودی کہنے لگا: جب جنت میں داخل ہوں گے تو کیا چیز انہیں ڈھانپ لے گی؟ فرمایا: مچھلی کے جگر کی زیادتی۔

کہنے لگا' ان کی غذا کیا ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے لیئے جنت کا بیل ذبح کیا جائے گا جس کے اطراف وہ کھائیں گے۔ کہنے لگا' وہ کیا پئیں گے؟

Marfat.com

فرمایا: ایک چشمے سے جس کا نام سلسبیل ہے۔

کہنے لگا: آپ نے سچ کہا۔ میں آپ سے ایک ایسی بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ جسے دنیا میں نبی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا یا ایک یا دو آدمی جانتے ہیں؟ فرمایا: اگر میں تجھے بتاؤں تو کیا تیرے لیئے مفید ہوگا؟ کہنے لگا: میں نے اسے کانوں سے سننا ہے۔

کہنے لگا: میں آپ سے بچے کے بارے پوچھنے آیا ہوں۔ فرمایا: مرد کی منی سفید اور عورت کی زرد ہوتی ہے۔ جب دونوں میں سے مرد کی منی غالب ہو تو لڑکا ہوگا' باذن اللہ۔ اور اگر عورت کی منی غالب آ گئی تو باذن اللہ لڑکی ہوگی۔

یہودی کہنے لگا: آپ نے سچ کہا' بے شک آپ نبی ہیں' پھر چلا گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا' اس نے مجھ سے جو کچھ پوچھا مجھے اس کا علم نہ تھا تو اللہ نے مجھے بتایا۔

مسند احمد میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی حضور ﷺ کے پاس سے گزرا' اور وہ اپنے ساتھیوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ قریش نے کہا: اے یہودی: یہ کہتا ہے کہ یہ نبی ہے۔ اس نے کہا: میں ان سے کچھ باتیں پوچھوں گا جنہیں صرف نبی ہی جانتا ہے۔ تو وہ آیا اور بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا' اے محمد! انسان کی تخلیق کس چیز سے ہوئی؟ فرمایا: اے یہودی؟ ہر ایک سے' مرد کے نطفے سے بھی اور عورت کے نطفے سے بھی۔ مرد کا نطفہ گاڑھا ہوتا ہے' اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں' اور عورت کا نطفہ پتلا ہوتا ہے' اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔ یہودی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ آپ ﷺ سے پہلے انبیاء بھی یہی کہتے آئے ہیں۔

ان احادیث سے چند باتوں کا علم ہوتا ہے:

بچہ عورت اور مرد دونوں کی منی سے پیدا ہوتا ہے۔ بخلاف بعض اہل طبائع کے قول کے کہ یہ صرف مرد کی منی سے پیدا ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ

Marfat.com

الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ (الطارق : ۵ ۔ ۷)

''اور دیکھنا چاہئے انسان کو کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے' وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے' جو پشت اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے''۔

زجاج کہتے ہیں کہ اہل لغت کا کہنا ہے کہ ترئبہ سینے پر ہار کی جگہ کا نام ہے۔ اس کی جمع ترائب ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ ترائب سینے پر زیورات کے لٹکانے کی جگہ کا نام ہے۔ یہی تمام اہل لغت کا قول ہے۔

عطاء اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مرد کی پشت اور عورت کے سینے پر ہار کی جگہ ہے۔ یہی کلبی مقاتل' سفیان اور تمام مفسرین کا کہنا ہے' اور یہی ان احادیث کے مطابق ہے۔ اور اللہ کی عادت بھی یہ ہے کہ جو کچھ بھی حیوانات' نباتات اور دیگر مخلوقات پائی جا رہی ہیں' ان سب کا وجود ان دو ہی چیزوں سے ہوتا ہے۔ حیوانات بھی نر اور مادہ کے مادے سے پیدا ہوتے ہیں' جس طرح نباتات ہوا' مٹی اور پانی سے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ بَدِيْعُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ ﴾

(انعام : ۱۰۱)

''وہ آسمان اور زمین کا موجد ہے' اس کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے؟ حالانکہ اس کی کوئی بیوی تو ہے نہیں''۔

بچے کی پیدائش نر اور مادہ سے ہوتی ہے۔ اور یہ آدم' حوا اور عیسیٰ علیہ السلام کے مناقض نہیں' کیونکہ اللہ نے آدم علیہ السلام کی مٹی کو پانی سے ملا کر گارا بنا ڈالا' جبکہ حواء اس کا ایک جزء تھیں اور عیسیٰ علیہ السلام مریم کے پانی اور فرشتے کی پھونک سے پیدا ہوئے۔ اور فرشتے کی پھونک باپ کے قائم مقام تھی۔

<u>دوسری بات ☆</u> دونوں کے پانی میں سے ایک کا سبقت لے جانا اس سے مشابہ ہونے کی علت ہے۔ اور دونوں میں سے ایک کا غالب ہونا بچے کے اس کے ہم جنس

Marfat.com

ہونے کی علت ہے۔

گویا یہاں دو چیزیں ہوئیں ایک سبقت اور دوسری غالب ہونا۔

کبھی دونوں متحد اور کبھی دونوں جدا ہوتی ہیں۔ اگر مرد کی منی سابق بھی ہو اور غالب بھی تو بچہ مذکر ہوگا اور مرد کے مشابہ ہوگا۔ اگر عورت کی منی سبقت لے جائے اور مرد کی منی پر غالب ہو تو بچہ مؤنث ہوگا اور ماں کے مشابہ ہوگا۔ اگر ایک کی سابق ہو اور دوسرے کی منی غالب ہو تو جس کی سابق ہو بچہ اس کے مشابہ اور جس کی منی غالب ہو مذکر اور مؤنث میں اس کے مطابق ہوگا۔

اس پر دو اشکال ہوتے ہیں:

① مذکر اور مؤنث ہونا غالب کی وجہ سے ہونا' یہ طبعی سبب نہیں یہ خالق کی مشیت کے سبب ہوتا ہے۔

اس وجہ سے حدیث میں آیا ہے کہ فرشتہ کہتا ہے: اے میرے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ اس کا رزق کیا ہے؟ اس کی مدت مقرر کیا؟ بد بخت ہے یا نیک بخت؟ تو اللہ جو چاہتا ہے فیصلہ کر دیتا ہے اور فرشتہ اسے لکھ لیتا ہے۔ تو بچے کا مذکر یا مؤنث ہونا یہ خالق کی تقدیر پر مبنی ہے۔ جیسے بد بختی' نیکی بختی' رزق اور مدت۔

باقی حدیث ثوبان تو اسے صرف مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور جو صحیح بخاری میں ہے کہ یہ مشابہت ہے۔ اور اس کی علت ایک کی منی کا غالب آنا یا سبقت لے جانا ہے؟ اسی وجہ سے فرمایا کہ دونوں میں سے جس کی منی غالب ہوگی اور سابق ہوگی بچہ اس کے مشابہ ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ علم قیافہ کی بنیاد وطی کرنے والے کی مشابہت پر ہے نہ کہ ماں کی مشابہت پر۔ اس وجہ سے حضور ﷺ نے لعان کرنے والی عورت کے بچے کے بارے فرمایا تھا' اس کو دیکھ اگر اس کا بچہ یوں یوں ہوا' تو وہ شریک بن سحماء کا ہوگا' یعنی جس کی وجہ سے تہمت لگی' اور اگر ایسا ایسا ہوا تو ہلال بن امیہ کا ہوگا۔

Marfat.com

تو گویا واطی کی مشابہت کا اعتبار کیا ہے' نہ کہ ماں کا' ان کا جواب یہ ہے کہ

پہلے کا جواب ☆ اللہ تعالیٰ نے نطفے کو رحم مادر میں رکھتے وقت اس کے تمام احوال کو مقرر فرمایا' حتیٰ کہ بدبختی اور نیک بختی کو بھی۔ رزق اور موت اور مصیبت سب کو اسباب کی وجہ سے' جنہیں اللہ نے مقرر کیا۔ اس بات سے انکار نہیں کہ مذکر اور مؤنث ہونا سبب کی وجہ سے ہے جیسا کہ مشابہت کے اسباب ہیں' لیکن سبب مسبّب کی وجہ سے لازم نہیں' بلکہ اللہ جیسے چاہے اور جب چاہے اپنی اقتضاء کو سلب کر لے۔ کبھی تو یوں کرتے ہیں اور کبھی اس کے الٹ۔ تو وہ جب مشیت ایزدی ہے' سبب اس میں متصرف کیا جاتا ہے' نہ کہ سبب خود تصرف کرتا ہے' وہ محکوم ہے' نہ کہ حاکم اور مدبر۔ تو مذکر اور مؤنث کے سبب ہونے میں کوئی تضاد نہیں' اور فرشتے کا رب سے پوچھنا کہ بچے میں ان دو چیزوں میں سے کون سی ہوگی؟ اسی وجہ سے اللہ نے فرمایا کہ مذکر اور مؤنث ہونا اور ان دونوں کا جمع کرنا یہ محض اللہ کی عطاء ہے جس کا تعلق اس کی مشیت' علم اور قدرت سے ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ فرشتہ کہتا ہے' اے میرے رب! یہ مذکر ہے یا مؤنث؟ جس طرح وہ رزق اور موت کے بارے پوچھتا ہے' اور اس کی علت واطی کو نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ اگر یہ اس کے علاوہ کسی سبب سے حاصل ہو رہا ہو تو جواب یہ ہے' ہاں مذکر اور مؤنث ہونے کا تعلق وطی کے ساتھ نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ اسباب کے اجزاء میں سے کوئی جزء بن جائے' اور سبب کی تکمیل زوجین سے خارج امور کی وجہ سے ہے۔ اتنا کافی ہے کہ اگر اللہ سبب کے بموجب مسبب کے لیئے اجازت نہ دے تو اس پر مرتب نہ ہوگا۔

تو مذکر اور مؤنث ہونے کا تعلق مشیت ایزدی کے ساتھ ہونا حصول سبب کے منافی نہیں' اور اس کا سبب ہونا ان کے مشیت ایزدی کے متعلق ہونے کے منافی نہیں' اور صرف سبب پر اکتفا کر لینے کو بھی مستلزم نہیں۔

Marfat.com

باقی مسلم کا حدیث ثوبان کی رو سے تفرد تو وہ اسی طرح ہے' اور صحیح حدیث قابل جرح نہیں۔لیکن مذکر اور مؤنث ہونے کے بارے کوئی بات ضرور ہے' کیا یہ لفظ محفوظ ہے یا غیر محفوظ؟ مذکور صرف مشابہت ہے' جیسا کہ دیگر احادیث میں ہے جو کہ متفق علیہ ہے۔ بہر حال یہ محل نظر ہے۔ واللہ اعلم۔

تیسری بات ☆ یہ ہے کہ قیافہ شناس باپ کی مشابہت کا اعتبار کرتا ہے نہ کہ ماں کی' کیونکہ بچے کی پیدائش کا وجود ماں سے ہوتا ہے' اس میں اشتباہ کی کوئی بات نہیں' خواہ مشابہت ہو یا نہ ہو۔ قیافہ شناسی کی ضرورت آباء کے دعویٰ میں ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے صحابہ اور فقہاء کے نزدیک ابوین سے اس کا تعلق ہوگا' نہ کہ ماں سے۔ اگر دو باپ دعویٰ کریں تو قیافہ شناس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور جس کے مشابہ ہو اس کے متعلق کر دیا جائے گا۔ اگر فراش نہ ہو' اگر فراش موجود ہو تو شبہ کی مخالفت کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ فراش اور بینہ میں معارض نہ ہونے کی وجہ سے مشابہت دلیل ہوگی۔ ہاں! اگر دو عورتیں دعویٰ کریں تو قیافہ کو دیکھا جائے گا' اور جس کے مشابہ ہو اسے دے دیا جائے گا۔ ہم نے دونوں جگہ مشابہت کا اعتبار کیا ہے۔

امام احمد کا قول دو عورتوں کے حق میں قیافہ کے اعتبار پر ہے۔ ایک یہودی اور مسلمان عورتوں کے بارے پوچھا گیا کہ جنہوں نے جنم دیا اور ان دونوں نے دعویٰ کیا۔ تو پوچھا گیا کہ کیا اس میں قیافہ ہوگا؟ فرمایا: وہ تو کیا خوب ہے' اور شوافع کے ہاں یہی وجہ صحیح ہے۔

دوسری وجہ یہ فرماتے ہیں کہ ماں کی معرفت کے یقینی ہونے کی وجہ سے قیافے کا اعتبار نہ ہوگا' بخلاف باپ کے' اور صحیح یہ ہے کہ عورتوں کے حق میں قیافے کا اعتبار ہوگا۔ کیونکہ ماں کی مشابہت معتبر ہے۔ اور بچہ کبھی ماں کے اور کبھی باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ دلیل اس پر حدیث عائشہ' ام سلمہ' عبداللہ بن سلام' انس بن مالک اور ثوبان رضی اللہ عنہم ہے۔

Marfat.com

ماں کی معرفت کا یقینی ممکن ہونا' اس وقت قیافے کے اعتبار کے منافی نہیں' جب یقین ہو' جیسا کہ فراش کے نہ ہونے کے وقت دو مردوں میں سے ایک کی مشابہت کا اعتبار ہوتا ہے۔

محمد بن سیرین سے مروی ہے' کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ چند بچوں نے حج کیا' ہم سات افراد تھے' ہمارے ساتھ سیرین کی اولاد بھی تھی' ہم مدینہ کی طرف چلے' جب زید بن ثابت کے پاس پہنچے تو انہیں کہا گیا کہ یہ سیرین کی اولاد ہیں۔ فرمایا' حضرت زید نے کہا: یہ دو ایک ماں کے' یہ ایک ماں کے اور یہ ایک ماں کے ہیں۔ اور بالکل درست فرمایا۔

بقراط کتاب الاجنۃ میں فرماتے ہیں کہ اگر مرد کی منی عورت کی منی سے زیادہ ہو تو بچہ باپ کے مشابہ ہوگا۔ اگر عورت کی منی غالب ہو تو بچہ ماں کے مشابہ ہوگا۔ منی بدن کے تمام اعضاء سے آتی ہے' صحیح سے صحیح اور بیمار سے بیمار آتی ہے۔ آنکھوں کی سیاہی مائل سرخی والوں کے بچے ایسے ہی پیدا ہوتے ہیں اور جن کے سر کے اگلے حصے کے بال گر گئے ہوں' ان کے بچے ایسے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو بھینگے ہوں ان کے بچے ویسے ہی پیدا ہوں گے۔

گوشت گوشت کے ساتھ پروان چڑھتا ہے' اور اس میں جوڑ پیدا ہوتے ہیں' بچے کی ہر چیز اس کے مشابہ ہوتی ہے' جس سے وہ نکلتا ہے۔ اکثر اندھوں سے اور جن کے تل یا نشان یا دیگر علامات ہوں انہی سے پیدا ہوتے ہیں جن کے ایسی علامات ہوں۔ اکثر اوقات بچے آباؤ اجداد اور کبھی اقرباء کے مشابہ ہوتے ہیں۔ مذکر بچے آباء کے اور بچیاں ماؤں کے اکثر مشابہ ہوتی ہیں۔

## بچے کی خوبصورتی اور بدصورتی

بچے کی خوبصورتی اور بدصورتی کبھی دیگر اسباب کی وجہ سے ہوتی ہے۔

ا۔ والدین کے افکار' خاص طور پر والدہ جب دوران جماع یا اس کے بعد سے لے کر

Marfat.com

بچے کی پیدائش تک جن اشخاص میں گھومے پھرے جن کا مشاہدہ کرے' اور مشتاق ہو' کیونکہ وہ انہیں محبت کرتی اور چاہتی ہے' جب فکر انہی میں رہے گی اور اشتیاق انہی سے ہوگا' تو بچہ اسی صورت میں پیدا ہوگا۔ کیونکہ طبیعت نقال ہے' اس کی استعداد اور قبولیت سے ہر ایک واقف ہے۔

قاہرہ میں ایک بڑے طبیب نے مجھ سے بیان کیا کہ میرا بھتیجا لوگوں کو سرمہ لگاتا تھا' تھوڑے عرصے کے بعد وہ میرے پاس آیا اور اسے آشوب چشم کی بیماری تھی' تو جب صحت یاب ہوا اور دوبارہ یہی کام کرنے لگا تو بیماری دوبارہ لوٹ آئی تو میں جان گیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی آنکھیں ایسی بیماری میں مبتلا آنکھوں کے سامنے کھلتی ہیں' معلوم ہوا کہ طبیعت نقال ہوتی ہے۔

اطباء کہتے ہیں کہ حاملہ اگر بہی دانہ اور سیب پابندی سے کھائے تو بچہ خوب صورت اور صاف رنگ پیدا ہوگا۔ اور عورت کے لیئے بھدی صورتیں دیکھنا مناسب نہیں' اور پھیکے رنگ' اور تنگ اور وحشتناک گھر دیکھنا' کیونکہ ان سب کا بچے پر اثر پڑتا ہے۔

## فصل:

بقراط کتاب الاجنۃ میں فرماتے ہیں کہ جب جماع کے دوران مرد کی منی رحم میں داخل ہو جائے اور باہر نہ نکلے لیکن رحم کے منہ پر ٹھہر جائے اور اس کا منہ بند ہو جائے' تو عورت حاملہ ہوگی۔ اور جب رحم کا منہ بند ہوگا اور دونوں منیاں ملیں گی تو حمل تمام ہو جائے گا۔ جب عورت اور مرد کو ایک ہی وقت میں انزال ہو اور دونوں کی منی جدا ہو اور رحم میں ٹھہر جائے اور رحم کا منہ بند ہو جائے تو حمل ٹھہر جائے گا۔

اس کی تدبیر تین اوقات میں ہو سکتی ہے:

① جماع سے پہلے

② دوران جماع

③ جماع کے بعد

Marfat.com

رحم کو نطفے کو قبول کرنے کے لیئے تیار کرنے کے ذریعے اور رحم میں نطفے کو اس کی جگہ پہنچانے کے ذریعے' اور دونوں کے بیک وقت نزول اور رحم میں نطفے کا ٹھہراؤ' اور نکلنے اور خراب ہونے سے بچانے کے ساتھ۔ مصنف فرماتے ہیں کہ مذکورہ علت موجب نہیں' موجب محض مشیت ایزدی ہے۔ واللہ اعلم۔

فصل:

## رحم میں جنین کے وجود کی کیفیت اور نکلنے کی کیفیت

جب بچہ پیدا ہو اور خالق الصور اس کی صورت بنا دے تو اس کا سر اوپر اور ٹانگیں نیچے ہوتی ہیں۔

جب اسے اللہ کی طرف سے نکلنے کا حکم ملتا ہے تو الٹ ہو جاتا ہے' سر نیچے ہو جاتا ہے' اسی وجہ سے سر پورے بدن سے سب سے پہلے نکلتا ہے' اس پر علم تشریح والوں اور اطباء کا اتفاق ہے۔

یہ مڑا سر ماں اور بچے پر اللہ کی عنایت کا ثمرہ ہے۔ کیونکہ جب سر پہلے نکلے گا تو سارا بدن بغیر مڑے تڑے آسانی سے باہر آ جائے گا۔ کیونکہ اگر بچے کے پاؤں باہر نکلیں تو اس بات سے محفوظ نہیں کہ اس کے ہاتھ رحم میں اٹک جائیں۔ اگر ایک پاؤں نکل آیا تو خطرہ ہے کہ نکلتے وقت دوسرا رحم میں اٹک جائے۔ اگر دونوں ہاتھ نکل آئے تو پھر بھی خطرہ ہے کہ سر اٹک جائے۔ کیونکہ یا تو پیچھے سے وہ مڑے گا یا ناف گردن کے بل لپٹے گی' یا کندھے پر۔

کیونکہ بچہ جب اترتا ہے تو ناف کی جگہ پر دراز ہوتا ہے' اور گردن یا کندھے پر لپٹ جاتا ہے' پھر یا تو ناف کو کھچاؤ ہوگا جس سے ماں کو انتہائی درجے کی تکلیف ہوگی' پھر بچہ اگر مر گیا یا مشکل سے نکل آیا تو وہ بیمار اور سوجھا ہوا ہوگا' تو احکم الحاکمین کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ پلٹ جائے اور پہلے سر نکلے پھر بعد میں باقی جسم۔

Marfat.com

فصل:

## آٹھ ماہ میں پیدا ہونے والا بچہ

کیا وجہ ہے کہ جب بچہ آٹھویں ماہ میں پیدا ہوتو وہ زندہ نہیں رہتا ہے' اور جب ساتویں' نویں اور دسویں میں پیدا ہوتو زندہ رہتا ہے۔

جب بچہ سات ماہ کا ہو جاتا ہے تو طبعی طور پر وہ ایک زبردست حرکت کرتا ہے' بدلنے اور نکلنے کے لیئے' اگر بچہ مضبوط اور طاقتور ہو یعنی ایسا ہو کہ جبلی اور فطری طور پر اس میں قوت ہو اور وہ اپنے اوپر سے پردے ہٹا دے' جو کہ رحم سے ملے ہوئے ہوتے ہیں' اور ان سے نکل آئے' تو ساتویں ماہ میں جب باہر آئے گا تو تندرست' صحیح سالم اور مضبوط ہوگا اور حرکت سے نہ بیمار ہوگا اور نہ الٹنے سے بیمار۔

لیکن اگر کمزور ہوتو یا تو پہنچنے والے نقصان سے مر جائے گا اور مردہ نکلے گا' یا ماں کے پیٹ میں زندہ تو رہے گا لیکن بیمار رہے گا اور مرض کی مدت یعنی ۴۰ دن اندر ہی رہے گا' اور پھر جب باہر نکلے گا تو صحت یاب ہو چکا ہوگا اور طاقتور ہوگا۔

لیکن اگر آٹھویں ماہ میں پیدا ہوا تو مریض ہوگا' اور ابھی تکلیف سے خلاصی نہ پائی ہوگی تو مر جائے گا۔ زندہ نہ بچے گا۔ اگر پیٹ میں زندہ رہا اور چالیس دن سے آگے بڑھ گیا اور نو ماہ تک رہا تو مضبوط اور صحت مند ہوگا۔ مرض کی مدت گزر جانے کے بعد سلامتی کے قابل ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ پلٹنے کے بعد رحم میں رہنے کے بعد لمبا عرصہ رہے تو یہی بچے دسویں ماہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو نویں اور دسویں کے درمیان پیدا ہوان کی حالت قرب اور بعد کے اعتبار سے ہوگی۔

بقراط کے علاوہ کا قول ہے کہ آٹھویں ماہ میں پیدا ہونے والے بچے کے زندہ نہ رہنے کی وجہ پے در پے درد کی دو ضربیں ہیں:

① پہلی ضرب ساتویں ماہ میں رحم کے اندر ولادت کے لیئے اس کا پلٹنا۔

Marfat.com

② ہوا اور رحم کے درمیان اس کے مقام کا بدلنا۔ اگرچہ یہ تبدیلی ہر بچے کو پیش نہیں آتی ہے' لیکن ساتویں ماہ میں پیدا ہونے والا بچہ رحم سے اس تکلیف کے پہنچنے سے پہلے ہی نجات پالیتا ہے' جو کہ اندر پلٹنے کے بعد ہوتی ہے۔ اور ان امراض کے بعد ہوتی ہے جو رحم میں پیش آتے ہیں۔ ساتویں اور دسویں ماہ میں پیدا ہونے والا رحم میں صحت یاب ہونے تک رہتا ہے اور ان امراض سے نجات پالیتا ہے۔ اور اس پر یہ دونوں ضربیں پے در پے نہیں آتیں۔ جبکہ آٹھویں ماہ پیدا ہونے والے بچے کو یہ دونوں ضرر پے در پے پہنچتی ہیں۔

اس پر آپ کی رہنمائی یہ بات بھی کرے گی کہ آٹھویں ماہ حاملہ عورتوں کی حالت بہت بری ہوتی ہے' اور بہتر حالتیں اس ماہ سے پہلے اور بعد ہوتی ہیں۔ اور ماں کی حالتوں کا بچے کی کیفیات کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

## ولادت کے وقت بچے کا رونا

ولادت کے وقت بچے کا رونا اس کے صحت منداور طاقتور ہونے کی علامت ہے۔

اگر بچہ اپنا انگوٹھا' انگلی یا ہاتھ اپنے کسی عضو پر رکھے تو وہ اس بات کی علامت ہے کہ اسے وہاں تکلیف ہے' تمام حیوانات اپنے جسم کی تکلیف دہ جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ اشارہ خواہ ہاتھ سے ہو' یا منہ سے یا دم سے۔ بچہ جب بول نہیں سکتا تو وہ انگلی یا ہاتھ سے چوپاؤں کی طرح اپنی تکلیف کا احساس دلاتا ہے۔

## بچے رحم میں زیادہ طاقتور ہوتے ہیں

بچے رحم میں ولادت کے بعد سے زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔
اور انہیں جو حالات پیش آتے ہیں ان پر زیادہ صبر کرتے ہیں' اس وجہ سے

Marfat.com

پیدائش کے بعد ان کی حفاظت کرنا زیادہ ضروری ہے' کیونکہ درخت کی ٹہنیاں اور جڑیں جب تک درخت کے ساتھ رہیں تو تند و تیز آندھی انہیں ہلائے گی تو ضرور لیکن اکھاڑ نہیں پھینکے گی۔ جب وہ درخت سے جدا کر کے کسی اور جگہ اگائی جائیں تو آفت انہیں آ لے گی اور ہلکی سی چلنے والی ہوا بھی انہیں اکھاڑ پھینکے گی۔

اسی طرح بچہ جب تک رحم مادر ہوتا ہے وہ طاقتور ہوتا ہے اور مصائب پر صبر کر رہا ہوتا ہے' اور اس وقت جس تکلیف اور مصیبت پر صبر کر رہا ہوتا ہے ولادت کے بعد تھوڑی سی پر بھی صبر نہیں کر سکتا۔ جس طرح پھل جب درخت پر لگا ہوا ہو تو زیادہ طاقتور ہوتا ہے' بنسبت کٹ جانے کے بعد۔

اسی طرح کسی مناسبت رکھنے والی اور مانوس چیز سے جدا ہونا اور منتقل ہونا اس چیز کے لیئے سخت ہوتا ہے' خصوصاً جبکہ یہ انتقال ایک ہی مرتبہ ہو۔ تو بچہ رحم مادر سے یکدم الگ ہونے اور وہاں سے منتقل ہونے کی وجہ سے مانوسیت اور عادت سے دور ہو جاتا ہے اور اس کا یہ جدا ہونا اس کے آہستہ آہستہ جدا ہونے سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔

بقراط کا کہنا ہے کہ یہ بات آسانی سے معلوم ہو سکتی ہے کہ کھانے اور پینے میں گھٹیا تدبیر اختیار کرنا جبکہ وہ اپنے گھٹیا پن کے باوجود ایک ہی چیز کے قائم مقام ہو اور وہ باہم مشابہ ہو تو یہ خطرے سے زیادہ دور ہوگی' بدن کی صحت میں' چہ جائیکہ وہ تدبیر ایک ہی دفعہ اعلیٰ غذا کی طرف منتقل ہو جائے۔

دنیا میں اسے یہ پہلی سختی ہوتی ہے' جو پیش آتی ہے' پھر اس پر مسلسل شدائد کا دور ہوتا ہے' حتیٰ کہ آخری تکلیف کہ جس سے بڑھ کر کوئی تکلیف نہیں' یا راحت ہوتی ہے' جس کے بغیر کوئی تھکاوٹ نہیں' اسی وجہ سے جب بچے کو یہ تکلیف لاحق ہوتی ہے تو وہ روتا ہے' نیز یہ کہ شیطان کے اسے دبوچنے اور اس کے پہلو میں نیزہ مارنے سے جو تکلیف اسے ہوتی ہے۔

Marfat.com

# ولادت کے بعد کے مراحل

رحم میں بچہ مناسب غذا پاتا ہے' اور ماں کے خون کی مناسب مقدار لیتا ہے' اور جب پیدائش کا عمل وقوع پذیر ہو جاتا ہے تو دودھ کی مناسب مقدار لیتا ہے' لیکن وہ شہوت اور خواہش کی وجہ سے ضروری مقدار سے زیادہ لے لیتا ہے' حالانکہ دودھ اگر گھٹیا ہو جیسا کہ اگر صحیح ہو۔ اس وجہ سے اسے متلی اور قے ہوتی ہے' اور اسے دردیں اور تکالیف ہوتی ہیں' جو کہ پیٹ میں نہ تھیں' نیز یہ کہ رحم میں اس پر پردہ بھی تھا جو اس تک تکلیف کو پہنچنے نہیں دیتا تھا۔ جب پیدا ہوتا ہے تو پردے پھٹ جاتے ہیں اور بسا اوقات اسے گرمی اور سردی اور ہوا لگ جاتی ہے' اور یہ چیزیں اسے ناف سے پہنچتی ہیں۔ اور سب سے لطیف چیز اس کے لیئے معتدل اور صحیح چیز ہوتی ہے' جو کہ ماں کے دل میں ہے اور اس کی رگوں میں بنتی ہے۔ تو یہ بچہ اس شخص کے مشابہ ہے جو حمام کے اندر ہو اور اسے معتدل اور لطیف ہوا پہنچ رہی ہو اور اگر ننگا باہر آ جائے تو اسے تیز نقصان دہ ہوا لگ جائے۔

غرضیکہ بچہ مانوس جگہ سے ایک نئی اور غیر مانوس اور سخت جگہ میں آ جاتا ہے۔ یہ سب خلاق علیم کی حکمت کا مظہر ہے' تا کہ بندہ مناسب اور مانوس چیزوں کو چھوڑ کر ان کی طرف منتقل ہو جائے' جو بہتر اور زیادہ مفید ہیں۔ اس بات کی طرف حق سبحانہ نے اس قول میں اشارہ کیا ہے:

﴿ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴾ (انشقاق : ۱۹)

''یعنی ایک کیفیت کے بعد دوسری''۔

پہلی کیفیت اور حالت نطفے کی ہے' پھر خون کا لوتھڑا پھر گوشت کا ٹکڑا' پھر جنین پھر مولود' پھر شیر خوار' پھر دودھ چھڑایا' پھر کبھی تندرست کبھی بیمار' کبھی مالدار کبھی فقیر' کبھی مجرم کبھی معاف کردہ' دیگر تمام پیش آنے والے حالات جو موت تک جاری رہیں' پھر بعثت بعد

Marfat.com

الموت' پھر رب کے حضور حاضری' پھر جنت یا جہنم کی طرف ٹھکانہ' تو مطلب یہ کہ اس پر مختلف حالات مختلف منازل اور مختلف اُمر آئیں گے۔

سعید بن جبیر اور ابن زید کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کے بعد آخرت میں ہوگا' اور مالدار کے بعد فقیر اور فقیر کے بعد مالدار بنے گا۔

عطاء کہتے ہیں کہ شدت کے بعد شدت آئے گی' طبق سے مراد حالت ہے۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں تین طبقات پر رہا ہوں' یعنی تین حالتوں پر۔ ابن اعرابی کا بھی یہی کہنا ہے۔

رحم مادر میں جنین کی مختلف حالتیں ہم نے ذکر کر دیں' یعنی نطفے سے لے کر ولادت تک کے مختلف مراحل۔ اب ہم ولادت کے بعد سے لے کر آخر تک کے مختلف مراحل کا ذکر کرتے ہیں۔

بچہ رحم مادر میں درخت پر لگے پھل کی طرح ہے کہ جس طرح وہ اپنی جگہ پر مضبوطی سے جڑا ہوتا ہے' جب انتہاء ہو جاتی ہے تو اپنے بوجھ کی وجہ سے وہ جدا ہو جاتا ہے' اور اس کے ساتھ لگی رگوں کے منقطع ہونے کی وجہ سے' کیونکہ وہ کامل ہونا ہوتا ہے۔ اسی طرح بچہ سے بھی پردے لپٹ جاتے ہیں اور رحم اور جھلی کے درمیان جن رگوں نے اسے سہارا دے رکھا ہوتا ہے' وہ جدا ہو جاتی ہیں۔

چمٹنے والی رطوبتیں اسے سہارا دیتی ہیں اور اسے چمٹنے میں مدد دیتی ہیں۔ اس کا بوجھ' پردوں کا ہٹ جانا اور رگوں کا الگ ہو جانا' ان سب کی وجہ سے رحم کا منہ بہت زیادہ کھلتا ہے' اس وقت ضروری ہے کہ بڑے اعضاء جدا ہوں پھر فوراً مل جائیں۔ ماہر اطباء اور مشرحین نے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ اور ان کا کہنا ہے کہ یہ سب خاص عنایت خداوندی اور تدبیر کی وجہ سے ہے جس کی کیفیت کے ادراک سے عقل انسانی عاجز ہے۔ فتبارك الله احسن الخالقين.

جب بچہ جدا ہوتا ہے تو طبعی سبب کی وجہ سے روتا ہے' یہ مانوس جگہ سے جدائی

Marfat.com

کی وجہ سے ہوتا ہے' اور ایک سبب شیطان کے اس کے پہلو میں نیزہ مارنا بھی ہے۔ جب مکمل جدا ہو جاتا ہے تو اس کا ہاتھ منہ کی طرف بڑھتا ہے' جب چالیس دن گزر جاتے ہیں تو جس طرح رحم میں تجدید ہوتی ہے اسی طرح یہاں بھی اس کی حالت بدلتی ہے اور وہ ہنسنے لگتا ہے۔ پہلی مرتبہ وہ اپنے آپ کو پہنچانتا ہے' جب دو ماہ کا ہو جاتا ہے تو خواب دیکھنے لگتا ہے' پھر آہستہ آہستہ اس میں عقل اور تمیز پیدا ہونے لگتی ہے' حتیٰ کہ سن تمیز آ جاتا ہے اور اس کی کوئی خاص مدت متعین نہیں' کچھ پانچ سال کو قرار دیتے ہیں۔

اسی وجہ سے پانچ سال کو سماعت کی صحت کی حد قرار دیا گیا ہے۔ کچھ اس سے کم کو قرار دیتے ہیں' اور ایسے امور کا ذکر کرتے ہیں جو کہ پانچ سال سے کم میں واقع ہوتے ہیں۔

ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں کہ مجھے یاد ہے وہ دن کہ جب میری ماں نے مجھے جنم دیا اور میں اندھیرے سے روشنی میں آیا۔ پھر میں اندھیرے میں چلا گیا۔ ان کی والدہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا سچ کہتا ہے۔ جب یہ پیدا ہوا تو میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ جس میں میں اسے رکھوں تو میں نے اس پر پیالہ رکھ دیا۔ یہ بڑی نادر اور عجیب بات ہے۔

جب سات سال کا ہو جاتا ہے تو سن تمیز میں داخل ہوتا ہے' اور اسے نماز کا حکم دیا جاتا ہے' جیسا کہ مسند اور سنن ابوداؤد میں ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں نہ پڑھنے پر مارو' اور ان کے بستر الگ کر دو۔

آپ ﷺ نے دودھ چھڑائے ہوئے بچے کو والدین میں کسی ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی۔ سنن ابوداؤد میں ہے کہ رافع بن سنان اسلام لائے تو ان کی بیوی نے اسلام لانے سے انکار کر دیا' وہ حضور ﷺ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں کہ میری بیٹی ہے جو کہ دودھ چھڑائی ہوئی ہے' نافع نے کہا میری بیٹی ہے۔ حضور ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا: ایک کونے میں بیٹھ جاؤ اور عورت سے کہا کہ تم بھی ایک کونے میں بیٹھ جاؤ' اور بچی کو ان دونوں کے درمیان بٹھا دیا۔ پھر کہا: تم دونوں اس کو بلاؤ تو وہ بچی ماں کی طرف مائل ہوئی۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! اس بچی کو ہدایت دے' تو وہ باپ کی طرف مائل ہوئی اور اس نے اسے تھام لیا۔ کیا ہی خوب فیصلہ اور کیا ہی فطرت اور انصاف کے قریب ہے۔

نسائی کی روایت یوں ہے کہ عبدالحمید بن جعفر انصاری کے دادا اسلام لائے اور ان کی بیوی نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ وہ اپنا چھوٹا سا بچہ لائے جو نابالغ تھا۔ حضور ﷺ نے باپ اور ماں کو بٹھایا اور بچے کو اختیار دیا اور دعا کی' اے اللہ! اسے ہدایت دے' تو وہ بچہ باپ کی طرف چلا گیا۔

مسند میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک بچے کو ماں اور باپ میں سے ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی۔

بہر حال اس اختیار کے وقت کو سات سال کے ساتھ مقید کرنا تو مرفوع احادیث میں اس کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ بلکہ حضرت علی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا قول مروی ہے۔

عمارہ جرمی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے اختیار دیا کہ میں اپنے چچا اور ماں میں سے جسے چاہوں اپنا لوں' اور میں سات یا آٹھ سال کا تھا۔ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے کم عمر کو اختیار نہیں بلکہ اتفاق اس بات پر ہے کہ وہ لڑکا جسے اختیار دیا گیا اس کی عمر اتنی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی اے اللہ کے رسول! میرا خاوند میری بیٹی کو لے جانا چاہتا ہے' جبکہ وہ مجھے ابو عنبہ کے کنویں سے پانی لا کر پلاتا ہے۔ اور میرے لیئے نافع ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ تیرا باپ ہے اور یہ تیری ماں' جس کا ہاتھ تو چاہتا ہے تھام لے۔ اس نے ماں کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ اسے لے گئی۔ یہ تخییر والی احادیث خواہ مرفوع

Marfat.com

ہوں یا موقوف' ان میں سات کی تقیید نہیں۔ اور اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جب وہ ماں اور باپ میں فرق کرسکتا تھا' اسے اختیار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

اسی وجہ سے اسلام کی صحت سات سال پر موقوف نہیں۔ بلکہ جب اسلام کو سمجھنے لگے اس کا اسلام معتبر ہے۔

خرقی نے دس سال کی شرط لگائی ہے۔ امام احمد نے وصیت کے باب میں یہی کہا ہے۔ اپنے بیٹے صالح اور عبداللہ چچا ابو طالب' اسحاق بن ابراہیم' ابوداؤد اور ابن منصور کی روایت میں کہا ہے کہ صحت وصیت کے لیئے دس سال شرط ہیں۔

ابوطالب نے پوچھا: بچہ اگر دس سال سے کم ہو؟ فرمایا: نہیں' اسحاق بن راہویہ ابراہیم کی روایت میں دلیل یہ پکڑی ہے کہ اس سال کی عمر میں نماز چھوڑنے پر اسے مارا جائے گا۔

باقی رہا اسلام تو ''المغنی'' میں ہے کہ اکثر نے اسلام کی صحت کے لیئے دس سال کی شرط نہیں لگائی۔ اور نہ ہی کوئی حد متعین کی ہے۔ کیونکہ مقصود حاصل ہو جاتا ہے' اور زیادتی کی ضرورت نہیں۔

امام احمد سے مروی ہے کہ بچہ جب سات سال کا ہو تو اس کا اسلام معتبر ہوگا' کیونکہ حضور ﷺ نے حکم دیا ہے کہ سات سال کی عمر میں بچے کو نماز کا حکم دو۔ تو معلوم ہوا کہ سات سال کی عمر انہیں حکم دینے اور ان کی عبادت کے صحیح ہونے کی حد ہے۔ تو یہ اس کے اسلام کی صحت کے لیئے بھی حد ہوگی۔

ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ جب پانچ سال کی عمر میں اسلام لایا تو اسلام معتبر ہے۔

ابوایوب کہتے ہیں کہ تین سال کے بچے کا اسلام معتبر ہے۔ جو چھوٹا یا بڑا حق کو پہنچے ہم اسے بدلہ دیں گے۔ اور یہ قریب ہے کہ اسلام کو نہ سمجھے' اور نہ ہی اپنی بات کو' اس کے قول پر حکم ثابت نہ ہوگا۔

اگر اس سے ایسے افعال اور اقوال پائے گئے جن سے اسلام کی معرفت اور

Marfat.com

اسے سمجھنے کا پتہ چلتا ہو تو صحیح ہے۔

شیخ نے تین سال کے بچے کے اسلام کی صحت کا اعتبار کیا ہے جبکہ وہ اسلام کو سمجھتا ہو۔

میمونی کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ لڑکا دس سال کی عمر میں اسلام لائے اور بالغ نہ ہوا ہو؟ فرمایا: اس کا اسلام قبول کرو۔

میں نے کہا: دلیل کیا ہے؟ فرمایا: میں دس سال کے بچے کو نماز نہ پڑھنے پر مارتا ہوں' اور بستر الگ کر دیتا ہوں۔

فضل بن زیاد کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ عیسائی اسلام لے آئے تو اس سے کیا سلوک کیا جائے گا؟ فرمایا: جب دس سال کا ہو جائے تو اسے اسلام پر مجبور کرو۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: سات سال کی عمر میں اپنی اولاد کو نماز سکھاؤ' اور دس سال کی عمر میں چھوڑنے پر مارو۔

ایک روایت اور بھی ہے کہ سات سال کے بچے کا اسلام صحیح ہے۔

ابو حارث کہتے ہیں کہ ابوعبداللہ سے پوچھا گیا کہ اگر چھوٹا لڑکا اسلام کا اقرار کرے اور توحید اور رسالت کی گواہی دی اور بچپن میں نماز پڑھے' پھر اسلام سے رجوع کرے تو کیا بچپن میں اس کا اسلام مفید ہوگا؟ فرمایا: ہاں۔ جبکہ وہ سات سال کا ہو' پھر اسلام لائے' تو اسلام پر مجبور کیا جائے گا۔ اس لیئے کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: اپنی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز سکھاؤ' گویا نماز اس پر واجب ہے۔ کیونکہ نماز سکھانے کا حکم ہے۔

صالح کہتے ہیں کہ میرے والد فرماتے ہیں کہ جب یہودی اور نصرانی بچہ سات سال کا ہو جائے اور اسلام لے آئے تو اسلام پر مجبور کیا جائے گا' کیونکہ جب وہ سات سال کا ہو جائے گا تو نماز کا حکم ہوگا۔ میں نے پوچھا اور اگر چھ سال کا ہو؟ فرمایا: پھر نہیں۔

Marfat.com

فصل:

## جب بچہ دس سال کا ہو جائے ....!

جب بچہ دس سال کا ہوتا ہے تو اس کی قوت' عقل اور عبادات کو کرنے کے ملکہ میں اضافہ ہوتا ہے' پس اسے نماز چھوڑنے پر مارا جائے گا۔ جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے' یہ مارنا تأدیباً اور تمرینا ہوگا۔ جب دس سال کا ہو جائے گا تو ایک نئی کیفیت پیدا ہوگی' اس میں اس کی قوت تمیز اور معرفت پختہ ہوگی۔ اس وجہ سے بہت سے فقہاء کا کہنا ہے کہ اس وقت اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور نہ لانے پر اسے سزا ہوگی۔ یہ قول ابو خطاب کا پسندیدہ ہے۔ اور بڑا مضبوط قول ہے۔ اگرچہ فروعی مسائل میں وہ مکلف نہیں ہوگا' کیونکہ اسے صانع کی پہچان اور اس کی توحید کا اقرار اور رسالت کی تصدیق کا آلہ عطاء کر دیا گیا اور وہ استدلال اور غور وفکر پر قادر ہے۔ جیسا کہ وہ علوم اور پیشے سمجھ سکتا ہے' اور دنیاوی مصلحتوں کو بھی۔ تو اللہ اور اس کے رسول کا انکار قابل عذر نہیں۔ باوجود اس کے کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے دلائل ہر علم اور ہر پیشے سے واضح اور ظاہر ہیں کہ جنہیں وہ سیکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاُوْحِیَ اِلَیَّ هٰذَا الْقُرْآنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ﴾ (انعام: ۱۹)

''اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے' تا کہ میں اس قرآن کے ذریعے سے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں''۔

یعنی جن تک قرآن پہنچے تو ہر وہ شخص جس تک قرآن پہنچا اور اس نے اسے سمجھا تو اسے ڈرایا گیا ہے۔ وہ احادیث جن میں بچے وغیرہ کے امتحان کا ذکر ہے' وہ اس بچے کے امتحان پر دلالت کرتی ہیں جو اسلام کو نہیں سمجھتا۔ وہ اپنی دلیل سے یہ حجت قائم کریں گے کہ ان تک پیغام اسلام نہیں پہنچا اور انہوں نے اسلام کو نہیں سمجھا۔ اور جو شخص صناعت اور علوم کی باریکی کو سمجھے تو ناممکن ہے کہ وہ اللہ پر ایسی حجت قائم کرے۔ اور یہ کہ اس پر

Marfat.com

دنیا میں بلوغت سے پہلے احکام مرتب نہ ہوں اس کا مطلب یہ نہیں کہ آخرت میں بھی مرتب نہیں ہوں گے' یہ قول ابی اوران کے تلامذہ سے مروی ہے جو کہ بہت قوی ہے۔

## دس سال کے بعد.....!

دس سال کی عمر کے بعد سے لے کر بالغ ہونے تک کے بچے کو مراھق یعنی قریب البلوغ کہتے ہیں۔

جب پندرہ سال کا ہو جاتا ہے تو ایک نیا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اسے احتلام ہونے لگتا ہے' اور شرمگاہ کے اردگرد سخت اور کھردرے بال اگنے لگتے ہیں۔ آواز بھاری ہو جاتی ہے اور ناک کا بانسہ کشادہ ہونے لگتا ہے۔ شارع نے ان میں سے دو چیزوں کا اعتبار کیا ہے: ① احتلام ② بال اگنا۔

احتلام تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لِيَسْتَأْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ ﴾ (النور : ٥٨)

''اے ایمان والو! تمہارے مملوکوں کو اور تم میں جو حد بلوغ کو نہیں پہنچے ان کو تین وقتوں میں اجازت لینی چاہیے''۔

پھر فرمایا:

﴿ وَإِذَا بَلَغَ الْأَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوْا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ (النور : ٥٩)

''اور جس وقت تم میں سے وہ لڑکے حد بلوغ کو پہنچیں تو ان کو بھی اسی طرح اجازت لینی چاہیے جیسا کہ ان سے اگلے لوگ اجازت لیتے ہیں''۔

ارشادِ نبی ﷺ ہے۔ تین قسم کے لوگ مرفوع القلم ہیں:

① بچے بالغ ہونے تک۔

Marfat.com

② مجنون افاقہ ہونے تک۔

③ سویا ہوا بیدار ہونے تک۔ (مسند احمد' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ)

حضرت معاذ نے فرمایا: ہر محتلم (بالغ) سے ایک دینار لو۔ (مسند احمد' ابوداؤد)

احتلام کے وقت کے لیئے کوئی عمر متعین نہیں' بلکہ کچھ بچوں کو بارہ سال کی عمر میں احتلام ہوتا ہے۔ کچھ کو پندرہ اور کچھ کو سولہ اور کچھ کو اس سے بھی زائد عمر میں احتلام نہیں ہوتا۔ اس عمر کے بارے میں فقہاء میں اختلاف ہے۔

امام اوزاعی' احمد' شافعی' ابو یوسف اور محمد فرماتے ہیں' جب پندرہ سال کا ہو جائے تو بالغ شمار ہوگا۔

امام مالک کے شاگردوں کے تین قول ہیں: ① ۱۷ سال۔ ② ۱۸ سال۔ ③ پندرہ سال۔ یہ امام مالک سے مروی ہے۔

امام ابوحنیفہ کے دو قول ہیں: ① ۱۷ سال۔ ② ۱۸ سال۔

اور لڑکی کا سن بلوغت ۱۷ سال ہے۔

امام ابوداؤد اور ان کے تلامذہ فرماتے ہیں کہ بلوغت کی کوئی حد مقرر نہیں' بلکہ وہ احتلام ہے۔ یہ قول قوی ہے۔ آپ ﷺ سے بلوغت کی کوئی مقرر حد مروی نہیں' زیادہ سے زیادہ جو پندرہ سال کہتے ہیں ان کی دلیل حدیث ابن عمر ہے کہ جب انہوں نے حضور ﷺ سے قتال (جہاد) کی اجازت مانگی جبکہ وہ ۱۴ سال کے تھے تو آپ نے اجازت نہ دی۔ پھر مانگی جبکہ ۱۵ سال کے تھے تو اجازت دے دی۔

یہ حدیث اگرچہ بالاتفاق صحیح ہے' لیکن اس میں اس بات کی دلیل نہیں کہ بلوغت کی وجہ سے اجازت دی۔ بلکہ ممکن ہے کہ پہلے چھوٹا سمجھا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ جنگ نہیں لڑ سکتے۔ پھر جب پندرہ سال کے ہو گئے تو انہیں جنگ لڑنے کے قابل سمجھ کر اجازت دے دی ہو۔

اس وجہ سے ان سے یہ نہیں پوچھا کہ احتلام ہوتا ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

احکام کا دارومدار احتلام پر رکھا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ سے بھی عمر کے بارے میں کوئی حدیث مروی نہیں۔ سوائے ابن عمر والی حدیث اسی وجہ سے بچے کے بالغ ہونے کی عمر کے بارے میں فقہاء کے اقوال میں اضطراب ہے۔

امام احمد فرماتے ہیں کہ بچہ جب تک محتلم نہ ہو اس وقت تک وہ عورت کے لیئے حرام نہیں' گویا احتلام کو شرط قرار دیا ہے۔

فصل:

## بچپن سے جوانی تک کا سفر

انبات سے مراد ہے کہ بچے اور بچی کی شرمگاہ کے اردگرد سخت اور کھردرے بال اگ آئیں۔ کمزور رؤوں کا اعتبار نہیں۔ یہ امام مالک' احمد اور امام شافعی کا ایک قول ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ یہ کفار کے حق میں تو ہے لیکن مسلمان کے حق میں نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کی اولاد کی بلوغت کا علم گواہی کے ذریعے ممکن ہے اور ان میں سے بالغ کا قول قبول ہے بخلاف کفار کے۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اس کا کسی صورت بھی اعتبار نہیں' جیسا کہ آواز کے بھاری پن اور ناک کے کشادہ ہونے کا اعتبار نہیں۔

جس نے اسے بلوغت کی علامت قرار دیا اس کی دلیل وہ روایت ہے جو کہ صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ نے جب سعد بن معاذ کو بنوقریظہ کا حکم بنایا تو حکم دیا کہ ان کے قتال کے قابل لوگوں کو قتل کر دو۔ اور ان کی عورتوں کو باندیاں بنالو۔ حکم دیا کہ ان کے ازار بند باندھنے کی جگہ دیکھو۔ جس کے بال اگے ہوں وہ قتال کرنے کے قابل ہے' اور جن کے بال نہ اگے تھے انہیں بچوں کے ساتھ ملا دیا۔

عطیہ کہتے ہیں کہ انہیں میرے بارے شک ہوا تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ

Marfat.com

مجھے دیکھیں کہ بال اگے ہیں' انہوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ ابھی بال نہیں اگے تو مجھے بچوں کے ساتھ ملا دیا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد' صحابہ کا یہی معمول رہا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر کو لکھا کہ جس پر استرا چلتا ہو اس سے جزیہ وصول کرو۔

بیہقی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام لایا گیا جس نے اپنے اشعار کے اندر ایک لڑکی کی حد سے زیادہ تعریف کی تھی۔ فرمایا: اسے دیکھو تو صحابہ نے اسے دیکھا کہ اس کے بال نہ اگے ہوئے تھے۔ تو اس پر حد جاری نہ کی۔

حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے پاس ایک لڑکا لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ فرمایا: اس کے ازار بند کی جگہ کو دیکھو۔ جب دیکھا کہ وہاں بال نہیں تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ فرمایا کہ جب لڑکے پر حد جاری کی جائے اور شک ہو جائے کہ آیا اسے احتلام ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے زیر ناف بال دیکھو۔

اس سب سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر ناف بالوں کا اگنا بلوغت کی نشانی ہے۔ اور یہ کہ مسلمانوں اور کفار کی اولاد کے حق میں نشانی ہے' اور یہ کہ غیر کے ستر کو دیکھنا جائز ہے' اس غرض سے کہ اس کی بلوغت کا پتہ لگانا ہو۔

باقی جو بعض متاخرین نے بیان کیا کہ اس کا ستر کھولا جائے گا اور تمام ناظرین کو دکھایا جائے گا' تو ان کی اپنی بات ہے۔ حضور ﷺ نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی کسی صحابی نے اور نہ ہی کسی امام نے ایسا کیا۔

## بلوغت کا یقین.....!

جب اس کے بالغ ہونے کا یقین ہو جائے گا تو وہ مکلف مانا جائے گا۔ اور مرد کے تمام احکام اس پر لاگو ہوں گے' پھر بلوغ اشد کے مرتبے کو پہنچے گا۔

زجاج کہتے ہیں کہ اشد ۱۷ سال سے لے کر ۴۰ سال کے درمیان کا حصہ ہے۔

Marfat.com

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اشدّ بالغ کا نام ہے۔ یہی یحییٰ بن یعمر اور سدی کا نار قول ہے۔

مجاہد نے روایت کیا ہے کہ ۳۳ سال جبکہ ایک روایت ۳۰ سال کی ہے۔

ضحاک کہتے ہیں' ۲۰ سال کی عمر ہے۔

مقاتل ۱۸ سال کے قائل ہیں۔

زہری کہتے ہیں کہ اشدّ کی عمر تک انسان اس وقت پہنچے گا جب وہ بالغ ہونے سے لے کر ۴۰ سال کی عمر تک ہو۔ اشدّ کا مطلب ہے کہ اس میں قوت پیدا ہو جائے۔

## بچپن سے لے کر موت تک کے مختلف مراحل زندگی

چالیس سال کے بعد قوت میں بتدریج کمی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ تدریجاً اضافہ ہوا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ﴾ (الروم: ٥٤)

''اللہ ایسا ہے کہ جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں بنایا' پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطاء کی' پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا پیدا کیا''۔

اس کی قوت دو کمزوریوں کے درمیان ہے' اور زندگی دو موتوں کے درمیان ہے۔ پہلے نطفہ' پھر خون کا لوتھڑا' پھر گوشت کا ٹکڑا' پھر جنین جب تک ماں کے پیٹ میں ہو' پھر جب نکل آئے تو صدیغ، کیونکہ اس کی کنپٹی کمزور ہوتی ہے۔

پھر جب تک شیر خوارگی میں رہے تو رضیع' پھر جب دودھ چھڑایا جائے تو فطیم جب رینگنے اور چلنے لگے تو دارج۔

جب پانچ بالشت قد و قامت ہو جائے تو خماسی' جب دانت گرنے لگیں تو مثغور۔ اور جب گرنے کے بعد دوبارہ اگیں تو مثغر۔ جب سات سال کے قریب ہو

Marfat.com

مجھے دیکھیں کہ بال اگے ہیں' انہوں نے مجھے دیکھا تو فرمایا کہ ابھی بال نہیں اگے تو مجھے بچوں کے ساتھ ملا دیا۔ حضور ﷺ کی وفات کے بعد' صحابہ کا یہی معمول رہا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنر کو لکھا کہ جس پر استرا چلتا ہو اس سے جزیہ وصول کرو۔

بیہقی میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام لایا گیا جس نے اپنے اشعار کے اندر ایک لڑکی کی حد سے زیادہ تعریف کی تھی۔ فرمایا: اسے دیکھو تو صحابہ نے اسے دیکھا کہ اس کے بال نہ اگے ہوئے تھے۔ تو اس پر حد جاری نہ کی۔

حضرت عثمان بن عفان کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے پاس ایک لڑکا لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ فرمایا: اس کے ازار بند کی جگہ کو دیکھو۔ جب دیکھا کہ وہاں بال نہیں تو اس کا ہاتھ نہ کاٹا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ فرمایا کہ جب لڑکے پر حد جاری کی جائے اور شک ہو جائے کہ آیا اسے احتلام ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے زیر ناف بال دیکھو۔

اس سب سے معلوم ہوتا ہے کہ زیر ناف بالوں کا اگنا بلوغت کی نشانی ہے۔ اور یہ کہ مسلمانوں اور کفار کی اولاد کے حق میں نشانی ہے' اور یہ کہ غیر کے ستر کو دیکھنا جائز ہے' اس غرض سے کہ اس کی بلوغت کا پتہ لگانا ہو۔

باقی جو بعض متاخرین نے بیان کیا کہ اس کا ستر کھولا جائے گا اور تمام ناظرین کو دکھایا جائے گا' تو ان کی اپنی بات ہے۔ حضور ﷺ نے ایسا نہیں کیا اور نہ ہی کسی صحابی نے اور نہ ہی کسی امام نے ایسا کیا۔

## بلوغت کا یقین.....!

جب اس کے بالغ ہونے کا یقین ہو جائے گا تو وہ مکلف مانا جائے گا۔ اور مرد کے تمام احکام اس پر لاگو ہوں گے' پھر بلوغ اشد کے مرتبے کو پہنچے گا۔

زجاج کہتے ہیں کہ اشد ۱۷ سال سے لے کر ۴۰ سال کے درمیان کا حصہ ہے۔

Marfat.com

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اشدّ بالغ کا نام ہے۔ یہی یحییٰ بن یعمر اور سدی کا مختار قول ہے۔

مجاہد نے روایت کیا ہے کہ ۳۳ سال جبکہ ایک روایت ۳۰ سال کی ہے۔

ضحاک کہتے ہیں' ۲۰ سال کی عمر ہے۔

مقاتل ۱۸ سال کے قائل ہیں۔

زہری کہتے ہیں کہ اشدّ کی عمر تک انسان اس وقت پہنچے گا جب وہ بالغ ہونے سے لے کر ۴۰ سال کی عمر تک ہو۔ اشدّ کا مطلب ہے کہ اس میں قوت پیدا ہو جائے۔

## بچپن سے لے کر موت تک کے مختلف مراحل زندگی

چالیس سال کے بعد قوت میں بتدریج کمی ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ تدریجاً اضافہ ہوا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ﴾ (الروم : ٥٤)

''اللہ ایسا ہے کہ جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں بنایا' پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطاء کی' پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا پیدا کیا''۔

اس کی قوت دو کمزوریوں کے درمیان ہے' اور زندگی دو موتوں کے درمیان ہے۔ پہلے نطفہ' پھر خون کا لوتھڑا' پھر گوشت کا ٹکڑا' پھر جنین جب تک ماں کے پیٹ میں ہو' پھر جب نکل آئے تو صدیغ، کیونکہ اس کی کنپٹی کمزور ہوتی ہے۔

پھر جب تک شیر خوارگی میں رہے تو رضیع' پھر جب دودھ چھڑایا جائے تو فطیم جب رینگنے اور چلنے لگے تو دارج۔

جب پانچ بالشت قد و قامت ہو جائے تو خماسی' جب دانت گرنے لگیں تو مثغور۔ اور جب گرنے کے بعد دوبارہ اگیں تو مثغر۔ جب سات سال کے قریب ہو

Marfat.com

جائے تو ممیّز۔ جب دس کا ہو جائے تو مترعرع' اور ناشیٔ۔ جب بلوغت کے قریب ہو تو بالغ' جب مضبوطی پیدا ہو تو حزوّر۔

ان تمام صورتوں میں اسے غلام کہا جائے گا' جب تک کہ مونچھیں نہ نکلیں۔ اور جب رخسار پر کان کے مقابل بال اُگنے لگیں تو باقل۔ پھر جب دونوں جبڑوں پر بال مکمل ہونے لگیں تو فتی۔ جب جوانی کا آغاز ہو تو شارخ۔

جوہری کہتے ہیں کہ فتی سے مراد جوان اور الفتاۃ سے مراد جوان لڑکی ہے۔ فتی غلام کو بھی کہتے ہیں' اگرچہ بڑی عمر کا ہو۔

حدیث میں آتا ہے کہ تم میں سے کوئی یوں نہ کہے عبدی (میرا غلام) بلکہ یوں کہے فتاتی اور فتای (میرا غلام)۔

الفتی سخی کو بھی کہتے ہیں' جب داڑھی مکمل ہو جائے تو الشاب' ۴۰ سال تک۔ ۴۰ کے بعد کھولة میں داخل ہو جائے اور ۶۰ تک اسی میں۔ پھر شیخوخة میں داخل ہو جائے گا۔

جب بالوں میں سفیدی آنے لگے تو یوں کہا جائے گا' شاب۔ جب مزید بڑھے تو یوں' وخط الشیب۔ جب اور مزید بڑھے تو یوں شمط۔ جب بڑھاپا غالب آ جائے تو اغتم۔ جب سر اور داڑھی سفید ہو جائے تو متقعوس۔ جب قوت کمزور اور مانند پڑ جائے تو ھرم۔ جب احوال بدل جائیں اور کمزوری ظاہر ہو جائے تو یوں کہا جائے گا کہ ارذل العمر کی طرف لوٹا دیا گیا۔ تو اب موت بہت قریب ہے۔

## فصل:

### موت کی طرف سفر.....!

جب وقت مقررہ آن پہنچتا ہے جو کہ رب کی طرف سے مقرر ہے تو رب کے فرستادے اسے دار فناء سے دار بقاء کی طرف منتقل کرنے کے لیے آ جاتے ہیں۔ اور تا

Marfat.com

حد نگاہ اس کے پاس بیٹھ جاتے ہیں' پھر روحیں قبض کرنے پر مامور فرشتہ آگے بڑھتا ہے اور روح کو طلب کرتا ہے۔ اگر پاکیزہ روح ہوگی تو کہے گا' اے پاکیزہ نفس جو پاکیزہ جسم میں تھی نکل! قابل تعریف ہو کر نکل' خوشیوں کی مبارکباد ہے اور رب تجھ سے ناراض نہیں۔ تو جس طرح مشکیزہ سے پانی کا قطرہ نکلتا ہے اسی طرح اس سے روح نکل آئے گی۔ جب وہ اسے پکڑے گا تو فرستادے اسے اس کے ہاتھ میں لحظہ بھر نہیں رہنے دیں گے' اسے جنت کی حنوط لگا کر کفن پہنائیں گے' جو جنت کا ہوگا۔ پھر اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے' دنیا پر پائی جانے والی مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی خوشبو اس سے آئے گی' پھر اسے جلد حساب کے لیئے اٹھا لے جائیں گے' اور آسمان دنیا پر پہنچیں گے تو اجازت طلب کریں گے' آسمان کے دروازے اس کے لیئے کھل جائیں گے' ملائکہ اس کے لیئے دعائے مغفرت کریں گے' اور اگلے آسمان کے فرشتوں تک جانے کے لیئے اسے الوداع کہیں گے' ادھر بھی اسی طرح کہا جائے گا' پھر تیسرے' پھر چوتھے' حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک پہنچ جائیں گے' جہاں اللہ تعالیٰ ہوں گے۔ تو وہ اپنے رب کو ربوبیت کا سلام کرے گی۔ ''آپ سلامتی ہیں اور سلامتی کا مصدر ہیں' آپ بابرکت ہیں۔ اے جلال اور اکرام والے''۔

اگر اللہ چاہے گا تو اسے سجدے کی اجازت دے گا' پھر اس کے لیئے جنت کا حکم ہوگا' اور اللہ تعالیٰ کہیں گے' میرے بندے کے اعمال نامے کو علیین میں لکھ لو۔ پھر اسے زمین کی طرف لوٹا دو' کیونکہ میں نے اسے زمین ہی سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹا رہا ہوں' اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ پھر اس بندے کی روح زمین کی طرف لوٹا دی جائے گی۔ پھر اس کے غسل' تجہیز و تکفین میں فرشتے حاضر ہوں گے۔

وہ بندہ کہے گا' مجھے آگے کرو' جب اسے قبر میں رکھ کر اس کے ساتھی واپس پلٹیں گے تو روح اس کے ساتھ داخل ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ ان ساتھیوں کے زمین پر پاؤں رکھنے کی آواز سنے گا۔ پھر اس کے پاس منکر اور نکیر آئیں گے' اسے بٹھائیں گے

Marfat.com

اور سوال کریں گے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا رب اللہ ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ وہ دونوں اس کی تصدیق کریں گے اور اس کی شہادت دیں گے کہ جس حالت پر تو زندہ رہا اسی پر تو مرا اور اسی پر تو دوبارہ اٹھایا جائے گا۔

پھر تا حد نگاہ اس کی قبر کشادہ کر دی جائے گی' اور اس کے لیئے سبزے کا فرش بچھایا جائے گا۔ پھر ایک خوبصورت' خوشبو دار' نوجوان' اس کے لیئے مقرر ہوگا۔ اور وہ کہے گا کہ تو خوش ہو جا' اس چیز سے جو تجھے خوش کرے۔ وہ پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ تیرا خوبصورت چہرہ بھلائی کی خبر دیتا ہے۔ وہ کہے گا: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ پھر جہنم کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور وہ کہے گا دیکھ اس کی طرف جس سے اللہ نے تجھے پھیر دیا۔ پھر جنت کی طرف ایک کھڑکی کھولی جائے گی اور کہا جائے گا' دیکھ اس مقام کی طرف جسے اللہ نے تیرے لیئے تیار کیا ہے۔ چنانچہ وہ ان دونوں کو دیکھے گا۔

باقی بدکار نفس تو وہ اس کی ضد ہوگا' جب کوچ کا وقت آئے گا تو سیاہ چہروں والے فرشتے اس کے پاس آئیں گے' جن کے پاس جہنم کی حنوط ہوگی' اور جہنم کا کفن ہوگا' تا حد نگاہ وہ اس کے پاس بیٹھ جائیں گے' پھر روح قبض کرنے پر مامور فرشتہ اس کے قریب ہوگا' اور کہے گا اے خبیث نفس جو کہ خبیث جسم میں ہے' باہر نکل' جہنم کے کھولتے ہوئے پانی کی بشارت سن' جو کہ بدبودار ہے۔ تو روح جسم میں گھومنے لگے گی' وہ اسے بدن کی گہرائی سے پکڑ کر کھینچے گا تو اس کے ساتھ رگیں اور پٹھے یوں کٹ جائیں گے جیسے کانٹے کو روئی سے نکالا جائے۔ جب وہ اسے پکڑے گا تو فرشتے اسے اس کے ہاتھ میں لحظہ بھر بھی نہیں رہنے دیں گے۔

اور اس سے ایسے مردار کی بدبو آ رہی ہوگی کہ جو روئے زمین کی سب سے زیادہ بدبودار ہوتی ہے' اسے حنوط کو لگا کر اس کفن میں لپیٹیں گے اور آسمان اور زمین کا ہر فرشتہ اسے لعن طعن کرے گا' پھر اسے آسمان کی طرف لے کر چڑھیں گے اور دروازہ

Marfat.com

کھلوائیں گے' تو دروازہ نہیں کھولا جائے گا' پھر رب العالمین کی طرف سے آواز آئے گی' اس کا اعمال نامہ سجین میں لکھوا دو اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو' تو اس کی روح کو بری طرح پٹخ دیا جائے گا اور روح اس بندے کی تجہیز و تکفین میں حاضر ہوگی۔

اور جب وہ تخت پر ہوگی تو کہے گی: ہائے افسوس! حتیٰ کہ وہ اسے لے جائیں گے۔ جب قبر میں رکھیں گے تو لوٹ آئے گی' دو فرشتے آئیں گے' سوال کریں گے' رب' دین اور نبی کے بارے میں تو وہ کہے گا: مجھے نہیں پتہ۔

پھر اسے ایسے زور سے ماریں گے کہ اس کی چیخیں جن وانس کے علاوہ ہر کوئی سنے گا۔ پھر اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جائے گی' حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گے' پھر اس کے لیئے آگ کا فرش بچھایا جائے گا' اور جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول کر کہا جائے گا' دیکھ اس جگہ کی طرف جس سے اللہ نے تجھے پھیر دیا۔ پھر جہنم کی طرف ایک کھڑکی کھول کر اسے کہا جائے گا کہ جہنم میں اپنے ٹھکانے کو دیکھ لے۔

وہ ان دونوں کو دیکھ لے گا' پھر ایک اندھا' گونگا اور بہرا فرشتہ اس پر مامور ہوگا' وہ پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ تیرا چہرہ تو برائی کی خبر لاتا ہوا معلوم ہوتا ہے؟ وہ کہے گا' میں تیرا برا عمل ہوں۔

اور عالم برزخ میں مؤمن کو اس کے اعمال کے بقدر انعامات سے نوازا جائے گا' اور فاجر کو اس کے اعمال کے بقدر عذاب ہے۔ ہر عضو کے ساتھ ایک عذاب خاص ہوگا' جو کہ اس عضو کے جرم کے لائق ہوگا' غیبت کرنے والوں کے ہونٹ کاٹ دیئے جائیں گے' جو لوگوں کا گوشت نوچتے تھے' اور ان کی عزت پر انگلی اٹھاتے تھے۔ اور وہ بھی جہنم کی قینچیوں سے کاٹے جائیں گے۔ یتیموں کے مال کھانے والوں کے پیٹوں میں جہنم کا ایندھن ڈالا جائے گا' اور سود خوروں کو پتھر نگلوائے جائیں گے۔ اور انہیں خون کے دریا میں غوطے دیئے جائیں گے جس طرح وہ خبیث کمائی میں غوطہ

Marfat.com

خوری کرتے تھے۔ فرض نمازیں ادا نہ کرنے والوں کے سروں کو بڑے بڑے پتھروں سے کچل دیا جائے گا' جو سوتے رہتے تھے۔ بڑے بڑے جھوٹ بولنے والوں کی باچھوں کو گدی تک لوہے کے آلات سے چیر دیا جائے گا' اور گلے کو بھی گدی تک' اور آنکھوں کو بھی' جیسے ان کی باتیں اطراف علاقہ کو چیرتی تھیں' زانی عورتوں کو ان کے پستانوں کے بل لٹکا دیا جائے گا' اور انگارے نکالتے ہوئے تنور میں زانی مردوں اور عورتوں کو قید کر دیا جائے گا' اور ان کی گناہ کی جگہوں کو عذاب دیا جائے گا۔

ان پر غم والم اور نفسانی آلام کو مسلط کر دیا جائے گا جو کہ انہیں لہو اور لعب اور بیکار کاموں میں مشغول رکھتے تھے' ان کے دلوں میں بھی ٹیسیں اٹھیں گی جس طرح ان کے خونوں میں پھوڑے اور پھنسیاں بنیں گی۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ عالم کی مدت کو ختم ہونے اور اس کے نظام کو لپیٹنے کا حکم دیں گے۔ پھر ۴۰ دن تک مردوں کی منی کی طرح سفید گاڑھی بارش ہوگی' اور لوگ اپنی قبروں سے یوں اگ آئیں گے جس طرح درخت اور جھاڑیاں اگتی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو صور پھونکنے کا حکم دیں گے' اور وہ صور میں دوبارہ اٹھنے کی پھونک ماریں گے' جو کہ تیسری پھونک ہوگی اس سے قبل موت کا نفخہ ہوگا اور اس سے پہلے ڈرا دے گا۔ زمین پھٹ جائے گی اور سب لوگ کھڑے منتظر ہوں گے۔

مؤمن کہے گا: تمام تعریف اس ذات کے لیئے ہے جس نے ہمیں موت دینے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

کافر کہے گا:

﴿ يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ ﴾ (یٰس : ۵۲)

''ہائے ہماری کم بختی' ہم کو ہماری قبروں سے کس نے اٹھایا' یہ وہی قیامت ہے جس کا رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے''۔

Marfat.com

محشر کے میدان کی طرف ہانکا جائے گا' ننگے پاؤں اور برہنہ جسم' ہر آدمی کو ایک ہانکنے والا ہانک رہا ہوگا' اور اس پر نگران ہوگا۔ کچھ ہنس اور مسکرا رہے ہوں گے اور کچھ رو رہے ہوں گے اور منہ لٹکے ہوئے ہوں گے۔

﴿ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ ﴾ (عبس : ٣٨، ٤١)

''بہت سے چہرے اس روز ایمان کی وجہ سے خنداں اور شاداں ہوں گے اور بہت سے چہرون پر اس روز ظلمت ہوگی اور ان پر غم کی کدورت چھائی ہوگی' یہی لوگ کافر فاجر ہیں''۔

حتیٰ کہ جب تعداد پوری ہو جائے گی اور سارے سطح زمین پر کھڑے ہوں گے' آسمان پھٹے گا اور ستارے بکھر جائیں گے۔ آسمان کے فرشتے اتر کر لوگوں کا احاطہ کر لیں گے' پھر دوسرے آسمان کے فرشتے اتر کر پہلے آسمان کے فرشتوں کا احاطہ کر لیں گے' اسی طرح ہر آسمان والے کریں گے' کہ پھر اللہ تعالیٰ فیصلے کے لیئے تشریف لائیں گے' تو زمین نور سے منور ہو جائے گی' اور مجرمین مؤمنین سے جدا ہو جائیں گے۔

میزان کھڑا کیا جائے گا' دیوان رکھا جائے گا' اور گواہوں کو طلب کیا جائے گا' اس دن ہاتھ' زبانیں' پاؤں اور کھال سب ہی گواہی دیں گے' رب کے حضور یہ جھگڑا جاری رہے گا' حتیٰ کہ روح اور جسم جھگڑیں گے۔

جسم کہے گا: میں تو مردہ تھا نہ سمجھتا تھا نہ سنتا تھا اور نہ دیکھتا تھا' سننے والی' دیکھنے والی اور سمجھنے والی تو تو تھی' تو جیسے چاہتی تھی مجھ میں تصرف کرتی تھی۔

روح کہے گی: گناہ تو تو نے خود ہی کیا اور پکڑا گیا۔

تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی طرف فرشتہ بھیجیں گے جو ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اور کہے گا کہ تم دونوں کی مثال اس بینا اپاہج اور اندھے تندرست کی سی ہے جو دونوں ایک باغ میں داخل ہوئے' اپاہج کہنے لگا: میں پھلوں کو دیکھتا ہوں لیکن

Marfat.com

اتارنے کے لیئے کھڑا نہیں ہوسکتا۔ اندھا کہے گا: میں کھڑا ہوسکتا ہوں' لیکن مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا۔

تو اپاہج اس سے کہے گا' تو مجھے اٹھا تاکہ میں تیرے لیئے اور اپنے لیئے اتارلوں۔ چنانچہ وہ دونوں ایسا کریں گے' تو جرم کس کا ہوا؟ وہ دونوں کہیں گے دونوں کا ہوا۔ تو فرشتہ کہے گا: یہی حال تم دونوں کا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان ایسا فیصلہ فرمائیں گے کہ زمین و آسمان والے اس پر تعریفیں کرنے لگیں گے' اور ہر نیک اور بد' مؤمن اور کافر۔

﴿ وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ ﴾ (النحل : ۱۱۱)

''اور ہر شخص کو اس کے کیئے کا پورا بدلہ ملے گا''۔

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ ﴾

(الزلزال : ۷ ، ۸)

''سو جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ وہاں اس کو دیکھ لے گا' اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا' وہ اس کو دیکھ لے گا''۔

پھر ایک آواز آئے گی کہ ہر گروہ اس کے تابع ہو جائے جس کی وہ عبادت کرتا تھا۔ بت پرست اپنے بتوں کے ساتھ ہولیں گے' صلیب کے پجاری صلیب کے ساتھ' ہر مشرک اپنے معبود کے ساتھ' وہ پیچھے نہیں ہٹ سکیں گے کہ کہیں آگ میں نہ گر جائیں۔

صرف موحد لوگ باقی رہ جائیں گے' ان سے کہا جائے گا کہ جس طرح لوگ چلے گئے تم کیوں نہیں گئے' تو وہ کہیں گے کہ لوگ ہمیں چھوڑ کر اس کی طرف ہو گئے جس کے وہ زیادہ محتاج تھے۔ ہم تو اپنے رب کے منتظر ہیں۔ تو ان سے کہا جائے گا: کیا تمہارے اور اس کے درمیان پہچان کی کوئی علامت ہے؟ تو وہ کہیں گے: بالکل ہے۔ اس کا کوئی مثل نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ایسی صورت آشکارا فرمائیں گے جسے وہ نہیں جانتے ہوں گے تو وہ کہے گا: میں تمہارا رب ہوں۔ تو وہ کہیں گے: نعوذ باللہ منك۔

Marfat.com

ہم تو یہیں کھڑے ہیں جب تک ہمارا رب نہیں آ جاتا۔ اچانک ہمارا رب آئے گا تو ہم اسے پہچان لیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس صورت میں ظاہر ہوں گے جس میں پہلی مرتبہ ہنستے مسکراتے دیکھا گیا تھا' ارشاد فرمائیں گے' میں تمہارا رب ہوں' وہ کہیں گے' جی ہاں! آپ ہمارے رب ہیں' اور سجدے میں گر پڑیں گے' سوائے اس شخص کے جو دنیا میں نماز نہیں پڑھتا تھا یا ریاکاری کے طور پر نماز پڑھتا تھا' اس کے اور سجدے کے درمیان رکاوٹ حائل ہو جائے گی۔

پھر اللہ تعالیٰ چلیں گے اور موحدین ان کے پیچھے ہوں گے۔ پل باندھا جائے گا' اور مخلوق کو اس کی طرف لے جایا جائے گا' اس پر پھسلاہٹ اور تاریکی ہوگی' بغیر نور کے اسے عبور کرنا ناممکن ہوگا۔ جب اس تک پہنچیں گے تو نور ایمان' اخلاص اور دنیاوی اعمال کے بقدر ان میں نور تقسیم کیا جائے گا۔ کسی کا نور تو سورج کی مانند' کسی کا ستارے کی مانند اور کسی کا چراغ کی مانند ہوگا۔

امانت اور رحم کو پل کے دونوں طرف چھوڑا جائے گا' خائن اور قطع رحمی کرنے والا اسے عبور نہ کر سکے گا' دنیا میں صراط مستقیم پر جس قدر کم استقامت ہوگی اس قدر پیچھے رہ جائیں گے۔ کوئی تو بجلی کی سی تیزی سے گزر جائے گا' کوئی ہوا کی طرح' کوئی پرندے کی طرح' کوئی عمدہ گھوڑے کی طرح' کوئی دوڑ کر' کوئی چل کر' کوئی زانو یا سرین کے بل گھسٹ کر۔

ان کے پہلوؤں پر لوہے کے کنڈے لگائے جائیں گے جن کی قدر و قیمت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہوں گے' ان کے ساتھ اس کے بقدر اٹکیں گے جتنا کہ وہ دنیا میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتے تھے' تو کوئی تو نجات پائے گا اور کسی کو خراشیں آئیں گی' کوئی ان کنڈوں میں اٹک کر کٹ جائے گا' اور کوئی آگ میں جا گرے گا' جس وقت منافقین کو نور کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی اس وقت پل پر ان کا نور بجھا دیا جائے گا' جس طرح دنیا میں ان کے دلوں سے نور ختم کر دیا گیا تھا' اور

Marfat.com

کفار سے کم درجے کا ایک ظاہری نور دیا جائے گا۔ جس طرح دنیا میں ان کا اسلام باطل سے کم درجے کا ظاہری طور پر تھا۔ وہ مؤمنین سے کہیں گے' ذرا ہمارے لیئے ٹھہر جایئے' ہم تم سے اس قدر نور لے لیں کہ ہم پل عبور کر جائیں تو مؤمنین اور فرشتے ان سے کہیں گے:

﴿ اِرْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ﴾ (الحدید : ۱۳)

''تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ' پھر روشنی تلاش کرو''۔

یعنی دنیا کی طرف لوٹ جاؤ' نور ایمانی حاصل کرو' جس سے تم پل عبور کرو' جیسا مؤمنین نے کہا' یا یہ کہ پیچھے پلٹو جہاں نور تقسیم ہو رہا ہے' وہاں سے اس قدر نور لے لو جس سے تم پل عبور کر سکو۔

پھر ان کے اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس کا دروازہ ہوگا' باطن تو مؤمنین کی طرف ہوگا جس میں رحمت ہوگی اور ظاہر ان کی طرف۔

﴿ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۘ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾

(الحدید : ۱۳۔ ۱۵)

''اس کے اندرونی جانب رحمت ہوگی اور بیرونی جانب عذاب' یہ ان کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے' وہ کہیں گے کہ ہاں! تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور تم شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری بے ہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا' یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم آ پہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے نے اللہ کے

Marfat.com

ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا' غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا' اور نہ کافروں سے' تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے' وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ واقعی برا ٹھکانہ ہے''۔

جب مؤمنین پل عبور کرلیں گے اور اسے صرف مؤمن ہی عبور کرسکیں گے تو جہنم سے محفوظ ہو جائیں گے' اور پھر انہیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر روک دیا جائے گا' اور ایک دوسرے سے دنیا میں ہونے والے مظالم کا بدلہ دلوایا جائے گا' یہاں تک کہ جب وہ مہذب ہو جائیں گے تو جنت میں داخلے کی اجازت دی جائے گی۔

جب جنتی جنت میں چلے جائیں گے اور جہنمی جہنم میں تو موت کو ایک سفید و سیاہ رنگ کے مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا اور جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر کے کہا جائے گا' اے اہل جنت!۔ تو وہ گھبرائے ہوئے دیکھیں گے۔ پھر کہا جائے گا اے اہل جہنم' تو وہ خوش ہوتے ہوئے دیکھیں گے۔ پھر کہا جائے گا: کیا تم اسے جانتے ہو؟ تو وہ کہیں گے: جی ہاں! ہر ایک جانے گا۔ پھر کہا جائے گا: یہ موت ہے۔ پھر اسے جنت اور جہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا۔ پھر کہا جائے گا: اے اہل جنت' اب ہمیشہ یہیں رہو گے' اب موت نہیں اور اے اہل جہنم' تم بھی اب ہمیشہ یہیں رہو گے اور اب موت نہیں۔

یہ اس نطفے کے آخری احوال ہیں جو انسان کا مبدأ تھا' اس آغاز اور اختتام کے درمیان کئی مراحل ہیں' جنہیں عزیز اور حلیم ذات نے مقرر کیا ہے' انسان جن میں سفر کرتا ہے اور یکے بعد دیگرے ہیں عبور کرتا ہوا نیک بختی یا بدبختی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَكْفَرَهٗ ۝ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ۝ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ۝ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۝ كَلَّا لَمَّا یَقْضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ؕ ﴾ (عبس: ۱۷، ۲۳)

Marfat.com

''خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے' اللہ نے اس کو کیسی حقیر چیز سے پیدا کیا' نطفے سے اس کی صورت بنائی' پھر اس کے اعضاء کو انداز سے بنایا' پھر اس کے نکلنے کا راستہ آسان کر دیا' پھر اس کو موت دی' پھر اس کو قبر میں لے گیا' پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کرے گا' ہرگز پورا نہ کیا اس نے اس کو جو خدا نے اسے حکم دیا تھا''۔

فنسأل اللّٰه العظيم ان يجعلنا من الذين سبقت لهم منه الحسنى ، ولا يجعلنا من الذين غلبت عليهم الشقاوة ، فخسروا في الدنيا والاخرة ، انه سميع الدعاء ، وهو حسبنا و نعم الوكيل، والحمد لله رب العالمين ، و صلاته على خير خلقه محمد خاتم النبيين و على آله و صحبه وسلم اجمعين ، ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلى العظيم.

قد تمت ترجمة هذا الكتاب بحمد الله و توفيقه في ١٤ من صفر المظفر ١٤٢٦ من الهجرة النبوية على صاحبها التحية والتسليمات ، الموافق ٣ ابريل ٢٠٠٥م ليلاً.

محمد عبدالنصیر بن عبدالبصیر العلوی

Marfat.com

# اولاد کی تربیت کیسے کریں

امام بن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ

(691ھ تا 751ھ) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

کے شاگرد رشید اور مؤرخ کبیر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کے

باعث فخر استاد تھے۔ امام موصوف اپنے وقت ہی کے نہیں بلکہ

تاریخ علم وفضل کے نمایاں ترین عالم، متکلم، فقیہ، ادیب اور فلسفی تھے۔

زیر نظر کتاب امام موصوف کی مایہ ناز تصنیف لطیف ''تحفۃ المودود

بأحکام المولود'' کا اردو ترجمہ ہے جس میں مولود سے متعلق تمام احکام، یعنی

پیدائش کے بعد سے لے کر بچپن کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ مثلاً: عقیقہ اور

احکام عقیقہ، سر مونڈنا، نام رکھنا، ختنے کرنا، بچے اور بچی کے پیشاب کا حکم، کان

چھیدنے کا حکم، تربیت اولاد سے متعلق اہم ہدایات جبکہ کتاب کے آخر میں

نطفے سے لے کر جنت اور جہنم میں سکونت پذیر ہونے تک تمام انسانی

مراحل حیات کو مختصراً اور احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے اپنے

اندر علمی اور قیمتی جواہر کا خزانہ سمیٹنے کی بناء پر کتاب

مذکور ہر گھر کی بنیادی ضرورت ہے!

(مترجم)

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

فون: 042-7224228-7221395